

تذکرہ امیر سلغ

مولانا محمد رفیع صاحب بجنوری

تالیف

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری

ذوالنورین اکابر

بہارہ : ضلع سرگودھا

1911

CC

تذکرہ امیرین

مولانا محمد رفیع صاحب بجنوری

تالیف

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری

پبلیشر لائبرلی بنگلہ
۱۱۱-۱۱۱-۱۱۱-۱۱۱ بازار - لاہور

ذوالنونین اکبری

بھیہ : ضلع سرگودھا

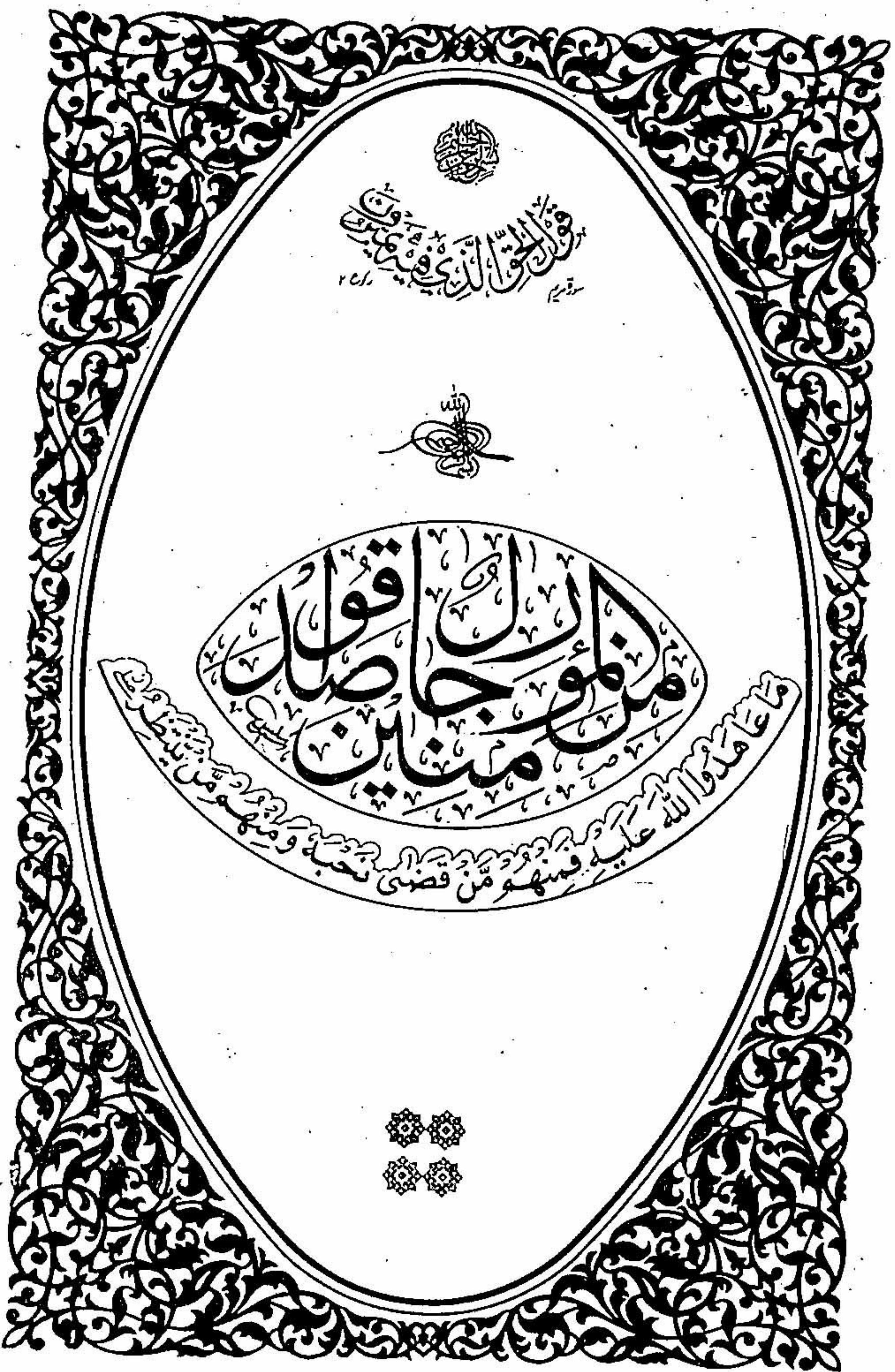
✓ ۲۹۷۹۹۵۲
۵۶۵
۲۲۹۵۲

ENTERED

نام کتاب :- تذکرہ مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ
نام مصنف :- مفتی عزیز الرحمن صاحب — بجنوری
سن طباعت :- ۱۳۰۰ھ
۶۱۹۸۰
صفحات :-
قیمت :- ۲۴ روپے
مطبوعہ :- بدر رشید پریس لاہور

ملنے کے پتے

- ۱ :- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ۲ :- مکتبہ رشیدیہ — لاہور — ساہیوال
- ۳ :- البدر پبلیکیشنز صدر کوآپریٹو مارکیٹ — کراچی
- ۴ :- مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار — راولپنڈی
- ۵ :- یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار — پشاور
- ۶ :- قلات پبلشرز — جناح روڈ — کوئٹہ
- ۷ :- مکتبہ دینیات — رائونڈ
- ۸ :- ادارہ کریمیہ تعلیم القرآن اندرون شیر نوالہ گیٹ لاہور



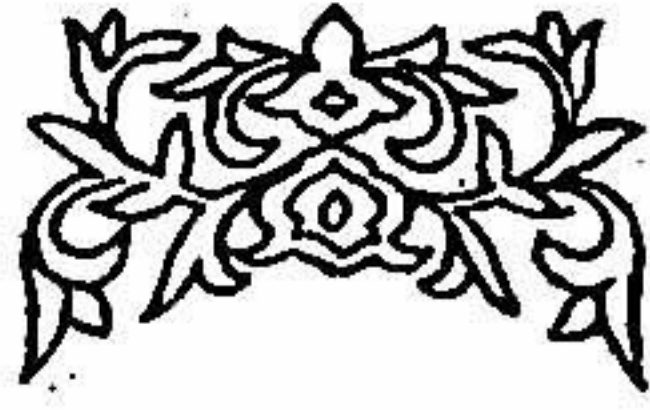
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَنَاجَاةُ أَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

مَا عَاوَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ

Decorative floral motifs



انتساب

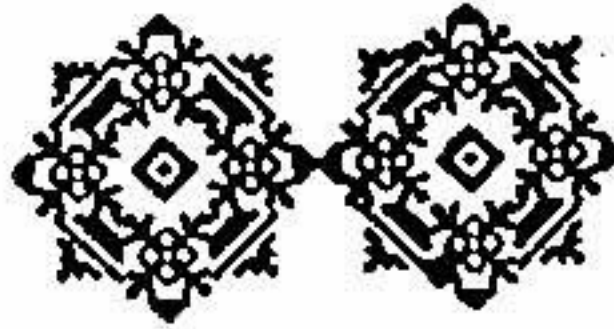
ان مجاہدین کے نام جنہوں نے کلمہ طیبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

کو پھیلانے کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں

بنا کر دند خوش رسے بجاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را



عزیز الرحمن بجنوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے، ذوالنورین، رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
اکادمی بھیرہ، ضلع سرگودھا کو حضرت امیر التبلیغ مولانا محمد یوسف کاندھلوی قدس
الہ سرہ العزیز کا تذکرہ اہل پاکستان کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب
فرمائی،

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کیا تھے اور انہوں نے
قحط الرجال کے اس دور میں اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ و اشاعت اور اسکی سر بلندی
کے لئے کیا خدمات سر انجام دیں؟ کتاب کا اصل موضوع یہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ
قارئین اس سے نہ صرف محظوظ ہوں گے بلکہ رحمت باری سے امید ہے کہ ان کے قلوب
میں اس کام کی لگن بھی پیدا ہوگی، فاضل مصنف، حضرت شیخ الاسلام المسلمین مولانا سید
حسین احمد مدنی قدس سرہ کے فیض یافتہ اور متعدد قابل قدر اور وسیع کتابوں کے مصنف ہونے
کے ساتھ ساتھ اس میں الاقوامی تحریک تبلیغ کے اہم فرد ہیں اپنے کمال محنت سے یہ
گلدستہ تیار کیا ہے جسکی اشاعت کا ہمیں شرف حاصل ہو رہا ہے، قارئین سے جہاں
صاحب تذکرہ اور مصنف کیلئے دعا کی درخواست ہے وہاں یہ گزارش بھی ہے کہ بندہ ناچیز
اسکے والدین، عزیز بہن بھائیوں اور مخلص دوستوں کو بھی اپنی دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں
جن کی مختلف النوع قربانیوں کے سبب یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہوئی،

خاک پائے اسلاف

مُحَمَّدٌ عَزِيزٌ الرَّحْمٰنِ خَيْرٌ شَيْدٌ، ناظم ذوالنورین رضی اللہ عنہ اکادمی،

بھیرہ، ضلع سرگودھا

۲۶ شوال المکرمہ ۱۳۶۰ھ = ستمبر ۱۹۸۰ء

فہرست

نمبر شمار	نام مضمون	نمبر صفحہ
۱	مقدمہ	۱۰
۲	ابتدائیہ (مؤلف)	۱۷
۳	باب اول خاندانی تعارف	۲۲
۴	باب دوم ایام طفولیت اور تعلیم وغیرہ	۲۹
۵	باب سوم حضرت جی کا علمی مقام	۵۲
۶	باب چہارم افکار اور نظریات	۶۶
۷	باب پنجم سلوک اور تصوف	۷۰
۸	نظام الاوقات	۹۶
۹	باب ششم اخلاق اور عادات	۱۰۱
۱۰	باب ہفتم دعوت سے پہلے اور بعد	۱۱۳
۱۱	حضرت کی جانشینی	۱۱۶
۱۲	باب ہشتم اطراف عالم میں دعوت	۱۳۳

نمبر صفحہ	نام مضمون	نمبر شمار
۱۳۶	لندن میں اجتماع	۱۳
۱۴۱	جاپان میں اجتماع	۱۴
۱۴۷	حاجی عمر میتا صاحب	۱۵
۱۵۰	سیتو صاحب کا اسلام	۱۶
۱۵۳	ایٹلی بدھ مندر	۷
۱۵۷	امریکہ میں دعوت	۱۸
۱۷۰	باب شہد	۱۹
۱۷۲	سفر آخرت	۲۰
۱۷۳	ڈھاکہ کا اجتماع	۲۱
۱۷۷	سلیٹ کا قیام	۲۲
۱۷۷	کراچی کو روانگی	۲۳
۱۸۰	رائیونڈ کا اجتماع	۲۳
۱۸۷	حضرت علیل ہو گئے	۲۴
۱۹۰	چند اشارے	۲۵
۱۹۱	آخری اوقات	۲۶
۱۹۳	رفیق اعلیٰ سے ملاقات	۲۷
۱۹۸	لاہور میں نماز جنازہ	۲۸
۱۹۹	دہلی میں آمد	۲۹
۲۰۳	باب دھم	۳۰
۲۰۹	تبلیغ کے چھ نمبر	۳۱
۲۳۸	آخری ملفوظات	۳۲
۲۳۹	آخری تقریر	۳۳
۲۴۰	دعا	۳۴
	اخبار و افکار	۳۴

مقدمہ

حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلَی الْمَوْسَلِیْنَ : پروردگار عالم خالق کائنات
 قادر مطلق نے انسان کو عجب قدرت اور اشرف المخلوقات بنایا، اور اپنی گونا گوں نعمتوں سے اس کو
 سرفراز فرمایا، مختلف صلاحیتیں اس میں ودیعت رکھی اور اپنی صفات جمال و جلال کا مظہر تمام بنایا،
 انسان کو جسم و روح سے مرکب بنایا گیا، یہ مادی بھی ہے، اور روحانی بھی اپنے وجود و بقا
 اور ترقی و عروج میں مادیات کا بھی محتاج ہے اور روحانیت کا بھی اس لئے انسان کی پیدائش سے
 پہلے اس کی مادی اور روحانی تمام ضروریات کو فراہم کیا گیا،
 جس طرح کائنات عالم کو مادی ضروریات پورا کرنے کے لئے وجود عطا کے تاکہ ان کے ذریعہ
 جدوجہد سے ذرائع معاش حاصل کرے۔

ابرو بادومہ و خورشید و فلک در کارند

تا تو نمانے بکف آرمی و بغفلت نہ خوری

اسی طرح اس کی روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ایک نظام زندگی اور
 دستور العمل بنایا گیا، اس نظام زندگی اور دستور العمل کی قبولیت کا نام اسلام ہے جس کی تکمیل
 انبیاء اور رسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی، جو تمام نوع انسانی
 کے لئے آخری ہدایت خداوندی ہے، یہ بندگی کی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کا آغاز ابوالبشر
 حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا، اور انجام و اختتام نبی آخر الزمان سردار دو عالم صلی اللہ علیہ
 کی ذات ستودہ صفات پر ہوا، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین اس روحانی سلسلہ کی کڑیاں

ہیں، یا عمارتِ اسلام کی پائیدار اینٹیں۔ سنی نوعِ انسان کے اجسام کی پیدائش اور روئے زمین پر رہائش سے پہلے روز ازل میں تمام ارواحِ انسانی کو پیدا کیا گیا۔ اور ان سے اپنی ربوبیت اور خدائی کا اقرار لیا گیا، جس کا مقصد بھی یہی تھا، کہ مادی اجسام میں آنے کے بعد اپنے پروردگار کی عبادت و بندگی اور اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعہ ان کو روحانی پرواز حاصل ہو، اور ان کے روحانی کمالات اور خواہرات منظر عام پر آئیں، شرافت و کرامتِ انسانی کا روئے زمین پر جلوہ نظر آئے، اور اجسامِ انسانی رُخسک ملائکہ بن جائیں، جو پروردگار عالم کی ایک روحانی اور سرسبز نورانی مخلوق ہے جس کا کام ہی اپنے پروردگار کی بندگی و عبادت اور اطاعت و فرمانبرداری ہے، یہ پاکیزہ مخلوق بالکل معصوم ہے، نگاہ اور نافرمانی کا اس میں مادہ ہی نہیں،

اس کے بالکل برعکس، شیطان اور اس کی ذریات کو طغیانی اور سرکشی کی فطرت پر بتایا گیا، ان میں عبادت و اطاعت کی صلاحیت ہی نہیں، تخلیقِ انسانی سے پہلے اس کی زندگی کے لئے یہ دو راستے بنائے گئے، روحانی اور شیطانی، کیونکہ انسان کی فطرت میں دونوں مادے ودیعت کئے ہوئے ہیں۔ روحانی صراطِ مستقیم بھی عبادت و اطاعت کی شاہراہ ہے، جو ایک ہے، اور روز ازل سے کھلی ہوئی ہے۔ اور شیطانی راستے بٹیشمار ہیں، جس راہ سے یہ طغیانی اور سرکشی آئے، نافرمانی کا جذبہ ابھرے وہی شیطانی راستہ ہے، جو تباہی کی جانب لیتا ہے۔ شیطانی راستوں کی جانب شیاطین دعوت دیتے ہیں، اور انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے طرح طرح کے جال پھیلاتے ہیں،

ضرورت تھی کہ روحانی صراطِ مستقیم کی جانب دعوت دینے والا بھی ایک پاکیزہ گروہ بھیجا جائے جو انسانوں ہی میں سے ہو، جن کی فرشتوں کے ذریعہ تربیت اور حفاظت کی جائے۔ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس جماعت ہے، جو اپنی روحانیت اور نورانیت میں فرشتوں سے مشابہت رکھتی ہے، اور خطا و لغزش سے محفوظ اور مامون ہے، اور دوسری جانب نوعِ انسانی سے تعلق رکھتی ہے، ان ہی کی طرح بشر ہے، روز ازل ہی میں دوسرا معاہدہ ان انبیاء اور رسولوں کی روحوں سے بھی یہ لیا گیا، کہ جب سنی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دینِ اسلام تکمیلِ شان کے ساتھ بھیجا جائے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت و حمایت کرنا۔

درحقیقت یہ روز ازل کا دوسرا معاہدہ بھی تمام ارواحِ انسانی سے ہے جو ان کے مذہبی

پیشواؤں کی وساطت سے ان کی امتوں اور پیروں کا زور سے لیا گیا۔ جس کی وجہ سے کل کائنات انسانی مذہب اسلام کی نصرت و حمایت کی پابند ہے، اور جو امتیں بھی سنی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد روئے زمین پر تھیں۔ یا ہیں۔ اس معاہدہ کی پابند ہیں، اس معاہدہ کو اصل پورا کرنے والی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت تھی جس میں ہر فرد منتخب اور برگزیدہ تھا۔ جنہوں نے اسلام کی دعوت اور نصرت و حمایت میں قربانی پیش کی۔ جس کا اعتراف قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا۔ **رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ** کہ دیہ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا، اُس عہد کو جو اللہ سے کیا گیا تھا، اور اس قربانی کے صلہ میں پروردگار کی جانب سے **رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ** یعنی خدا ان سے راضی ہوا، اور وہ خدا سے راضی ہوئے کا دہائی پر دانہ گر وہ صحابہ کو عطا کیا گیا، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو رہنمائی کی سند عام عطا فرمائی کہ: **اَصْحَابِي كَالنَّجْمِ مِ يَاتِهِمُ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ** کہ میرے صحابہ ایسے ستاروں کی مانند ہیں کہ ان میں سے جس کے ذریعہ بھی راستہ ڈھونڈو گے۔ منزل پر پہنچ جاؤ گے،

صاحبِ سوانح حضرت جی دین مولانا محمد یوسف قدس سرہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و واقعات سے خصوصی شغف اور لگاؤ تھا، جس کا زندہ ثبوت عربی میں ان کی کتاب **حياة الصحابة** ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی و علمی زندگی کا بہترین شاہکار ہے جس کے نتیجے میں اسلام کی دعوت اور نصرت و حمایت کے وہ تمام جذبات اور رجحانات قلب میں سما گئے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خصوصی امتیاز تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مشکوٰۃ نبوت سے بھی تعلق رہا۔ اور حدیث نبوی میں پورا پورا انہماک۔ گویا قلب کا تعلق شمع نبوت سے بھی رہا۔ اور ان پر والوں سے بھی جن کے ذریعہ دین حق کی ہدایت کی روشنی عالم میں پھیلی دل کی دنیا کو بدلنے کے لئے یہ امور اصل اصول ہیں۔ جو براہ راست مرکز رشد و ہدایت سے وابستگی ہے اور اللہ و رسول کے تعلق کی اصل بنیاد ہے پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ دین کی اشاعت اور عمومیت کا جذبہ وراثت میں باپ دادا سے بھی منتقل ہوا۔ **ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ** حضرت مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کا بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ بنگمہ والی مسجد میں قیام دین کی

اشاعت اور عمویت ہی کے لئے تھا۔ میوات جیسے جاہل خطہ میں جہاں ہر نوع کی مشرکانہ رسوم مسلمانوں میں رائج تھیں، دین کی واقفیت اور ذوق کا پیدا ہو جانا آپ ہی کی جدوجہد اور مساعی کا ثمرہ تھا، آپ صرف تعلیم ہی نہیں دیتے تھے، بلکہ پڑھنے والوں کی اس طرح تربیت فرماتے تھے، کہ ان میں دینی بصیرت، دینی واقفیت، دینی ذوق اور دینی پیشگی نمایاں نظر آتی تھی، اور وہیں بھی ان کو مسائل کی اتنی واقفیت تھی کہ غلط مسائل پھولوں کو لٹک دیتے تھے، امانت داری، دیانت داری، حق گوئی، تقویٰ و پرہیزگاری ان کی امتیازی شان تھی، میوات کے ابتدائی سفروں میں، میں نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ جس مقام پر بھی حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کا کوئی شاگرد مقیم تھا، وہ دینی مرکزیت اور مرجعیت کی شان رکھتا تھا، مگر یہ دائرہ بہت محدود تھا، آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد صاحب نے اس کو اور زیادہ وسعت دی، پھر بھی میوات کے محدود حلقہ میں یہ سلسلہ محصور رہا،

حضرت مولانا محمد صاحب کے وصال کے بعد، جب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب حضرت جی مولانا یوسف صاحب کے والد گرامی بستی حضرت نظام الدین اولیاء میں منتقل ہوئے تو اس سلسلہ کی عمویت اور افادیت اور زیادہ پھیل گئی، اور میوات کے دائرہ سے نکل کر ہندوستان کے اطراف میں پہنچ گئی، اور اب تو ایک عالمگیر شہرت اختیار کر لی ہے، جو کسی تعارف کے محتاج نہیں،

اب دنیا کے مختلف ممالک یورپ اور امریکہ اور حجاز وغیرہ سے لوگ اس دعوت کے کام کی افادیت اور اہمیت کو محسوس کر کے اور اپنے علاقوں میں عملاً تجربہ کر کے ہندوستان آ کر اسی میوات کے خطہ میں اور دوسرے علاقوں میں گھومتے ہیں، میوات کے لوگوں کو بھی اس کام کی برکت سے اٹھنے ملوں میں اس دعوت کے کام کو پہنچانے کی سعادت عطا فرمائی، یورپ امریکہ اور افریقہ سے جو حضرات تبلیغی جماعتوں میں گھوم کر واپس آئے اور اس کے بعد بھی جو جماعتیں وہاں سے آئیں، ان سب کی کارگزاری اور تاثرات معلوم ہو کر اندازہ ہوا کہ جو کام بڑے بڑے ادارے کرنے میں ناکام رہے وہ کام خدا نے اس سیدھی سادھی نقل و حرکت اور محنت کے ذریعہ کرا دیا اس لئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رض

کی محنت سے بڑی مشابہت رکھتی ہے،

دین کی اشاعت و خدمت کا جذبہ محض باپ دادا ہی سے نہیں ملا، بلکہ یہ خاندانی ورثہ

ہے، جس کا نسلاً بعد نسل حصہ ملا۔

اس خاندان کے مورث اعلیٰ مفتی ابوسعید صاحب قادری رازی رحمہ اللہ (جو حضرت امام
فخر الدین رازی کے ہم عصر تھے) ۱۱۰۰ھ میں ملک عراق شہر ارمی کے کران کے راستہ
ہندوستان تشریف لائے، اور قصبہ کیرانہ و جھنجھانہ میں آئے یہ سلطان شہاب الدین محمد غوری
کا زمانہ تھا، سلطان نے آپ کا اعزاز و اکرام کیا اور شیخ الاسلام کا خطاب عطا کر کے ان
قصبات کی دینی رہنمائی آپ کے سپرد کی اس کے بعد سے یہ خاندان ہر دور میں علم و فضل اور
اشاعت دین میں نمایاں طور پر ممتاز رہا۔ اقرار اور قضاۃ اس خاندان میں مستقل رہی مفتی
ابوسعید صاحب قادری رازی کے ایک فرزند شیخ کمال الدین تھے، جن کی اولاد سے شاہ
العالمین شاہ عبدالرزاق جھنجھانوی ہیں جو سلسلہ طریقت کے مشہور و معروف مشائخ میں سے
ہیں،

دوسرے فرزند شاہ قطب شاہ تھے، جن تک صاحب سوانح کا سلسلہ نسب پہنچتا ہے۔ اس
سلسلہ کے بعض بزرگوں کے کچھ حالات میں نے قلمبند بھی کئے ہیں جو "حالات مشائخ کاندھلہ"
کے نام سے شائع بھی ہو گئے ہیں۔

قدرت نے مزید یاد دہانی یہ کی کہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے وصال
کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذکریا صاحب دامت فیوضہم العالیہ ہمہ تن اس کام کی
جانب متوجہ ہو گئے، کیونکہ حضرت موصوف بھی آخر اسی خاندان کی شیخ ہدایت ہیں، اور اسی
سلسلہ کی کڑھی ہیں، حق تعالیٰ اس فیضان کو تادیر قائم رکھے۔ اس وقت توجہ جمعیت ولی اللہی کے
آخروی مرجع اور علم مقتدا اور امام آپ ہی کا ذات گرامی ہے۔

پروردگار عالم کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مرغوب اور مقبول دین حق کے بارے میں
جدوجہد اور جانی و مالی قربانی ہے، یہی جہاد فی سبیل اللہ کا مقصود ہے۔ کہ زور بازو، زور زبان،
زور قلب ہر طرح سے باطل کا مقابلہ کرے اور باطل کو سترنگوں کرے اور اس سلسلہ میں

ہر نوع کی قربانی بے دریغ کرے کیونکہ مومن و مسلمان کا مال اور جان، عزت و آبرو سب
جنت الفردوس کے معاوضہ میں خریدا ہوا ہے، اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ
وَأَمْوَالَهُمْ بِآتٍ لَّهُمْ الْجَنَّةِ

للہ الحمد کہ آفرید مرا : باہزاران گنہ خرید مرا

ایمان اور اس کے فروغ و عروج کے لئے جدوجہد، جانی اور مالی قربانی بھی اس
تجارت کا اصل سرمایہ ہے، جس پر آئندہ زندگی میں منافع اور ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُجْنِبُكُمْ مِّنْ عَذَابِ إِلِيمٍ تَرْتَمُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ الْآيَاتِ
مزید انعام و اکرام اور لطف و احسان یہ کہ اس سرمایہ کو لگا دینے کے بعد اس کے
سارے منافع انسان ہی کو ملتے ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ پروردگار عالم خود
اس سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ مَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ
یہ مومن و مسلمان کے لئے بھی معراج ترقی اور عروج ہے جس نے جس قدر مساعی اور قربانیاں
دیں، اسی قدر عروج و ترقی پایا اور مقرب بارگاہ ہوا۔ اس تجارت کے اصل منافع انبیاء
کرام علیہم السلام نے حاصل کئے، اس مقدس اور برگزیدہ جماعت کو بھیجا اسی لئے کیا تھا اور
ان کی امتیازی اور خصوصی شان ہی یہ تھی ان کے بعد پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت
تھی، جنہیں بنی آخر زمان کی نصرت و حمایت کیلئے منتخب کیا گیا تھا، جو عبادت و بندگی اور
اطاعت و فرمانبرداری میں نقوش ثانی تھے اور اغراض نفسانی سے پاک و صاف۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت میں بھی جو فرق و امتیاز تھا وہ اسی دعوت
دینی کی جدوجہد اور راہ مولیٰ میں جہاد کی بنا پر تھا۔ مجاہدین اولین، مجاہدین آخرین سے ارفع
و اعلیٰ شمار کئے جاتے تھے۔ صاحب حیاة عزیز گرامی نے اس سلسلہ میں کس قدر جدوجہد
کی اور اپنی قوتوں کو جس طرح اس راہ میں خرچ کیا، اس کے اجمالی نقوش، سوانح
نگار نے زیر نظر کتاب میں پیش کر دیئے ہیں، جو مولف کی جانب سے ان کی خدمت میں
عقیدت و محبت کے چند پھول ہیں اور ان کے وابستگان کے لئے بہترین یادگاری تحفہ

اور نمونہ عمل ہیں۔ مگر افسوس صد افسوس جس راستہ پر وہ گامزن تھے جس مقصد کی جانب رہنمائی کر رہے تھے، اس پر پہنچنے سے پہلے، امیر کارواں قافلہ کو درمیان راہ میں چھوڑ گیا کشتی ساحل تک نہ پہنچ پائی تھی کہ ناخدا چل بسا کیونکہ ابھی تک انبیاء کرام اور صحابہ کرام کی دعوت اور طرزِ مسرت زندگی کی مشق ہی تھی تاکہ امت مسلمہ میں دوسری قوموں کو جذب و کشش کی صلاحیت اور قابلیت رونما ہو جائے اور وہ ان کو اپنے میں مدغم کر سکیں جو انسانی خیر خواہی اور ہمدردی کا اصل تقاضا ہے، اور انبیاء کرام کی بعثت اور نبوت و رسالت کا اصل مقصود ہے۔

کیا عجب ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہم العالی کے شرف و انہماک سے کشتی ساحل سے لگ جائے اور کارواں منزل مقصود پر آجائے۔

عرض عزیز محترم گرامی قدر و منزلت نے جس قدر اس راہ میں جاٹھنائی وسیعی و قربانی دی اسی قدر پرواز نصیب ہوئی اور مرتبہ کمال پایا جس کا حقائق شناس نگاہوں نے اعتراف کیا۔

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب جنہوں نے سوانح کے نقش و نگار قائم فرمائے ہیں میرے بزرگ بھی ہیں، اور میرے بزرگوں سے وابستہ بھی، سوانح نگاری کا خاص ذوق رکھتے ہیں، مشہور اہل قلم اور صاحب تصنیف بزرگ ہیں اس لئے مجھ ایسے عامی آدمی کی توصیف و تحسین سے کتاب بالکل مستغنی اور بے نیاز ہے۔

یورپ کا سنجیدہ اور سمجھدار طبقہ آج اپنی مادی تباہ کاریوں سے خود پریشان ہے۔ اس کو اسی امن و سلامتی اور تسکین قلب کی طلب و جستجو ہے جس کے لئے مذہب اسلام کو بھیجا گیا اور عالمگیر و ہمہ گیر مذہب قرار دیا گیا، صرف سلیقہ کے ساتھ ان تک اسلام پہنچانے کی دیر ہے ان حالات میں مسلمانوں پر کیا فرض عائد ہوتا ہے؟

واقعات سے متاثر ہو کر یہ چند باتیں لکھی گئیں خدا کرے قبول خاطر ہوں۔

دَاخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

فاکسار محمد احتشام الحسن کاندھلوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدائی

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا: حضرت جی مولانا یوسف صاحب قدس سرہ د متولد ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء سے میری پہلی ملاقات ۱۹۵۸ء میں ہوئی تھی، اگرچہ دیکھنے اور مصافحہ کرنے کی حد تک ملاقات اس سے پیشتر سے تھی، لیکن گفتگو، بات چیت کی نوعیت کی ملاقات سن مذکور سے ہوئی، میں نے اس وقت ہی محسوس کر لیا تھا کہ یہ شخص اس مرتبہ کا ہے، کہ اس کے الفاظ، عادات و اطوار کو محفوظ رکھنا چاہئے، اس شخص کے لئے نہیں، بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے۔

میری ان سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا، بستی نظام الدین پہنچ کر بھی اور اجتماعات میں بھی اور مراسلت کے ذریعہ بھی، جس سے میرے مذکورہ خیال کی تصدیق ہوتی رہی، ہر اگلی ملاقات پھلی ملاقات کی تصدیق کرتی تھی اور خیال رفتہ رفتہ یقین کے درجہ پہلو اخل ہوتا رہا، نوبت بائینجا رسید کہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں سہارنپور کا اجتماع ہوا، اور یہ عاجز راقم الحروف اس میں شریک ہوا۔ حضرت جی رح تقریر سے فارغ ہوئے اور کھانے کے لئے دسترخوان پر تشریف لائے۔ رات کے گیارہ بجے ہوں گے میں حاضر تھا اور اجاب بھی تھے سب ایک دوسرے سے باتوں میں مشغول تھے حضرت جی مجھ سے مخاطب ہوئے۔

دیہ عرض کر دینا مناسب نہ ہوگا کہ میں نے حضرت جی سے کبھی اپنا خیال ظاہر نہیں کیا تھا، آج کی مجلس میں سوج رہا تھا کہ حضرت جی اپنے بچپن کے کچھ حالات بیان فرمادیتے تو میری جمع کردہ یادداشت میں ایک تسلسل قائم ہو جاتا، حضرت جی نے غالباً اس خیال کو محسوس کر لیا

اور اپنے ابتدائی حالات بتلانے شروع کر دیئے، جنکو میں نے ان ہی کی روایت سے اس کتاب میں نقل کیا ہے، انوس کہ یہ سلسلہ جلد منقطع ہو گیا اور اس کے بعد ان کی زبان کے بجائے دوسروں کے زبان و قلم کا سہارا لیتا پڑا۔

ممکن ہے کہ بعض حضرات یہ سمجھیں کہ مجھے ذوق تالیف و تصنیف سے جس کی وجہ سے میں اسی ادیٹر بن میں لگا رہتا ہوں، یہ بات نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا وجود، ضرورت نہیں ہے بلکہ ادائیگی ہی ہے، جہاں تک ضرورت کا تعلق ہے۔ خدام الدین لاہور کے حضرت جی نمبر، اور الفرقان لکھنؤ کے یوسف نمبر نے اس کو پورا کر دیا ہے یہ اگرچہ اپنی جگہ درست ہے کہ کسی دوست نے میرے خیال کو حضرت جی کے وصال کے بعد اجمیۃ اخبار میں خبر کے طور پر شائع کر دیا، اس کے بعد ہی مذکورہ دونوں نمبر وجود میں آئے اور لکھنؤ کے حلقہ کی طرف سے بھی ”جمال یوسفی“ کے نام سے ایک کتاب کا اعلان ہوا۔ بایں سہمہ میں نے یہی سوچا کہ برسہا برس سے جو خیال اس نازل تک آیا ہے، اس کو اب تشہ تکمیل نہ چھوڑنا چاہئے، اس لئے بنام خدا اس کتاب کی تالیف کو بدستور جاری رکھا،

بلا تصنع عرض کرتا ہوں اب تک سبجائہ و تقالے نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کے قلم سے جتنی کتابوں کو وجود فرمایا ہے ان میں سے ایک کتاب بھی ایسی نہیں ہے جو ایک جگہ بیٹھ کر لکھی گئی ہو، بلکہ کچھ قیام گاہ پر، کچھ بس کے اڈوں، بسوں، ریلوے اسٹیشنوں، ریل گاڑیوں، اور حدیہ ہے کہ بعض دفعہ دوکانوں کے تختوں پر قلمی کاوشوں کا سلسلہ جاری رہا ہے، اور خصوصاً یہ کتاب تو تمامہ اسی طرح لکھی گئی ہے، شاید یہ حضرت جی کے لقرناتِ روحانیہ کی وجہ ہو اہتوں نے فرمایا تھا۔

”وین ایک جگہ بیٹھ کر سمجھ میں نہیں آتا، دین قفل و حرکت کرنے سے سمجھ میں آتا ہے دیکھو قرآن ایک، مقام پر نازل نہیں ہوا ہے کبھی گھر میں، کبھی سفر میں کبھی جنگ و جہاد میں“، الحاصل یہ کتاب ضرورت نہیں بلکہ ادائیگی ہی ہے اور اس حیثیت سے اس کو ضرورت کا درجہ بھی دے دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کہ اس زمانہ میں مغربیت اور اس کا نظام جس بڑی طرح ذہنوں پر مسلط ہے جس نے سوچنے کا اسلامی طرز فکر بالکل فنا کر دیا ہے

اور حدیث ہے کہ موجودہ علماء کا ایک بڑا طبقہ اور جماعت اسی کو اپنا عقیدہ بنائے ہوئے ہے ایسے وقت میں ضرورت ہے کہ جس کثرت کے ساتھ اسلامی نقطہ نظر کی اشاعت کی جائے کم ہے، حضرت جی فرمایا کرتے تھے، ”موجودہ مغربیت کا توڑ تبلیغی جماعتوں کی سیر و حساب نقل و حرکت اور ان چھ نمبروں کی اشاعت ہے“ اس پر عاجز نے بہت سوچا بالآخر شرح صدر ہو گیا، اور اب میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں: ”دنیا آخرت کی کامیابیاں ادھر ہیں“

بعض احباب نے مجھ سے کہا ”میاں ان کی سوانح حیات میں کیا ہو گا وہی چھ نمبر اور تبلیغ“ بات سچ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی تو یہی نشر و اشاعت اسلام ہے، میں بلا جھجک کہتا ہوں حضرت جی؟ اسلام کے داعی، سراپا داعی، بلکہ ایک ایسے انسان تھے کہ جن کا نام یوسف کے بجائے ”دعوت اسلام“ رکھ دیا جائے تو درست ہو گا، لہذا اس کتاب میں ان کی حیات کے مطابق دعوت ہی دعوت ہے،

میراجی چاہتا تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات کو ان ہی کے الفاظ اور ارشادات سے ترتیب دوں، مگر میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور کام ادھورا رہ گیا تاہم میرا یہ نقطہ نظر کتاب میں موجود ہے، اسی وجہ سے میں نے اس کتاب میں بھر پور کوشش کی ہے دعوتی چیزیں تبلیغی کام اور اس کے فوائد حضرت جی کے الفاظ میں زیادہ سے زیادہ آجائیں،

آخری باب ارشادات کے عنوان کے تحت، حضرت جی کے محفوظات اور ان کی تقریروں کے ذریعہ حضرت جی کے نقطہ نظر کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کے بعد ایک تقریر بھی بعینہ نقل کر دی گئی ہے، میرے نزدیک وہ تقریر پوری دعوت کی جان ہے۔

یہ میں جانتا ہوں کہ داعی کے مرتبہ کے مطابق میں اس کتاب کو ترتیب دینے میں قاصر رہا ہوں، اس لئے میری یہ تالیف حضرت جی کے بارے میں نقشِ آخر تو نہیں ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب اس طرح کی بہت سی چیزیں جمع ہو جائیں گی تو کوئی مؤلف نقشِ آخر بھی ترتیب دے سکے گا، میری یہ سطریں ہفتہ کے دن اور حسب المرجب مسہ کو گنگوہ میں

وجود میں آئی ہیں، اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے، آمین،
 وَأَخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تحریر طبع ثانی

حضرت جی کے وصال کو دس سال ہو چکے ہیں، اور میری اس حقیر کتاب کی طبع اول کو
 بھی اتنا ہی عرصہ ہو رہا ہے، کتاب کی مقبولیت اور اس کے اقتباسات کی اخبار اور رسائل میں
 کافی اشاعت ہو چکی ہے اس عرصہ میں پوری دنیا میں عموماً اور اندرون ملک خصوصاً بہت سے
 اہم واقعات اور حالات پیدا ہوئے اور ختم ہو گئے، شب و روز کے تغیر و تبدل، حالات کے نشیب و
 فراز کے دوران ہمدردان ملت اور بی خواہان اسلام نے حضرت جی اور ان کی دعوت کی اہمیت
 کو محسوس کیا ہے۔ اور میں نے ہی نہیں بلکہ بہت سے اہل علم و فکر حضرات نے ملت کے حق میں
 حضرت جی کے عطا کردہ نسخہ کو مفید جانا ہے، یہ بات دیگر ہے کہ بعض افراد یا بعض مسلم تنظیموں
 کو تبلیغی جماعت کے نام سے دل چسپی نہ ہو بلکہ دوسرے طرز فکر اور ڈھانچے سے وابستگی ہو لیکن
 ہم نے جب ان کے دلوں کی دھڑکنوں کو محسوس کیا ہے تو تبلیغی نسخہ سے فرار پر آمیز کرتے
 نہیں پایا، بلکہ حضرت جی کے بارے میں صاف اعلان کرتے سنا ہے:-

وہ بہت صاف ذہن و دماغ رکھتے تھے، ان کے افکار نہایت پاکیزہ تھے
 اور موجودہ زمانہ میں ان سے زیادہ اچھا اور واضح لائحہ عمل پیش نہیں کیا
 جاسکتا۔

ممکن ہے بعض اس کو غلو فی العقیدت قرار دیں لیکن کسی الزام کے لئے دلیل کی ضرورت
 ہے جو الزام دلائل سے عاری ہوتا ہے وہ تعصب یا حسد کہلاتا ہے۔

طبع ثانی کے اس ایڈیشن میں میں نے جگہ جگہ قدرے وضاحتیں کی ہیں۔ اور ثابت
 کیا ہے، کہ حضرت جی کا نقطہ نظر کتنا پاکیزہ تھا، چنانچہ مختلف اقتباسات ملفوظات کی تشریح
 اسی وجہ سے کی گئی ہے

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ حضرت جی کی اس مختصر سوانح حیات کو غیر
 معمولی مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی اور اس کے مقابلہ میں بڑی سوانح یوسفی اتنی مقبولیت

حاصل نہ کر سکی، وجہ غالباً کتاب کا اختصار اور جامعیت ہے، واللہ اعلم۔
 موجودہ ایڈیشن میں میں نے مختلف حضرات کی پیش کردہ ترمیم اور اضافہ کو بھی شامل
 کر دیا ہے اب انشاء اللہ دوبارہ ترمیم اور اضافہ کی ضرورت پیش نہ آئے گی

والسلام

عزیز الرحمن بجنوری

باب اول

خاندانی تعارف

پہلے شخص و حکمت کا درخشاں آفتاب

دور حاضر کا وہ یوسف بيمثال ولا جواب

امیر الاسلام و رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیات طیبہ کے ان چند اوراق کو ان کے خاندانی تعارف سے اس وجہ سے شروع کیا جا رہا ہے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ جس خاندان کے چشم و چراغ تھے وہ اپنی دینداری، خلوص و لٹہیت اور خدمتِ خلق و اسلام میں ہندوستانی مسلمانوں کا ویسا ہی گھرانہ تھا جیسا کہ دہلی کا ولی اللہی گھرانہ، اگر اس خاندان کے تمام افراد از اصغر تا اکابر، کو گوہر شب چراغ آفتاب و ماہتاب کہا جاسکتا ہے، تو بلا شک و شبہ اس کا نڈھلوی خاندان کو "اس خاندان تمام آفتاب است" کا صحیح مصداق قرار دیا جاسکتا ہے۔ بلا شک اس گھرانے کے تمام افراد از اصغر تا اکابر نکھرے ہوئے گوہر بے بہا اور ستارگان شرمندہ آفتاب و ماہتاب ہیں، چنانچہ سطور ذیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ حضرت رئیس التبلیغ نے جس خاندان میں جنم لیا اور جن گودوں میں تربیت و پرورش پائی وہ اپنے زمانہ کی مقدس ہستیاں اور بے مثال آنکوش بھتیں،

نسب نامہ

مولانا محمد یوسف صاحب، بن مولانا محمد الیاس صاحب، بن مولانا محمد اسماعیل صاحب، بن غلام حسین صاحب، بن حکیم بخش صاحب، بن حکیم غلام محی الدین صاحب، بن مولوی محمد ساجد صاحب، بن مولوی محمد رفیع صاحب، بن مولوی محمد شریف صاحب، بن مولوی محمد اشرف صاحب، بن شیخ جمال، بن محمد شاہ، بن شیخ بابن شاہ، بن شیخ

بہادر الدین صاحب، بن مولوی شیخ محمد، بن شیخ محمد فاضل بن شیخ قطب شاہ لہ
آپ کا سلسلہ نسب جناب مفتی الہی بخش صاحب اور مولانا مظفر حسین صاحب
کانڈھلوی سے، جناب مولوی محمد شریف صاحب پر جا کر مل جاتا ہے اس طرح اٹھ پشت
بعد آپ اور مفتی الہی بخش و مولانا مظفر حسین صاحب ہم جد ہو جاتے ہیں، اس اجمال کی
قدرے تفصیل یہ ہے،

مفتی الہی بخش صاحب

مفتی الہی بخش صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد و رشید شاہانِ مغلیہ
کے نزدیک نہایت باوقار شخصیت تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے سلوک و
شریعت دونوں قسم کی تعلیم حاصل کی اور جب حضرت سید احمد شہید نے اعلان جہاد کیا
تو ان کے دست حق پرست پر بھی بیعت کی اور ۱۲۴۵ھ میں ۸۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا
آپ کم و بیش چالیس کتابوں کے مصنف ہیں، قصیدہ بانس سعاد کا اردو، فارسی، اشعار
میں ترجمہ آپ کی قابلیت کا مرقع ہے۔

مولانا مظفر حسین صاحب

حضرت مفتی صاحب مرحوم کے دوسرے بھائی مولانا محمود بخش صاحب تھے حضرت
مولانا مظفر حسین صاحب ان ہی کے فرزند ارجمند ہیں، آپ نے مفتی الہی بخش صاحب
اور ان کے بعد شاہ محمد اسحاق صاحب سے تعلیم حاصل کی مفتی صاحب کے انتقال
(۱۲۴۵ھ) کے بعد ہر دو قسم کی تعلیم کا سلسلہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب سے قائم کر
لیا لے آپ حضرت حاجی ابدال اللہ صاحب مہاجر مکی کے معاصرین اور مجتہدین مخلصین
میں سے تھے زہد و تقویٰ میں آپ کے زمانہ میں آپ کا مثل نہیں تھا لے

لہ از تسم شیخ الحدیث مولانا محرز کربا صاحب مدظلہ

۱۹۶۵ء الہیہ کراچی اپریل ۱۹۶۵ء

۱۹۶۵ء تذکرۃ المشائخ دیوبند

امی بی

آپ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کی صاحبزادی ہیں، امی بی کے بطن سے ایک صاحبزادی بی صفیہ تھیں جن کا عقد مولانا محمد اسماعیل صاحب (پدر بزرگوار حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور جد محترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب) سے ہوا تھا، امی بی، اپنے والد محترم حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کا نہ صلوٰی کی طرح نیک سیرت اور رابعہ صفت خاتون تھیں، ہر وقت ذکر الہی، اور ادب و تسبیحات میں مشغول رہتی تھیں،

بی صفیہ

یعنی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی دادی، بڑی حید حافظہ تھیں انہوں نے قرآن پاک اس وقت یاد کیا تھا، جس وقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے تائے اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب گود میں تھے یہ بھی اپنی والدہ ماجدہ اور محترم نانے کی طرح نہایت پرہیزگار، عابدہ زاہدہ تھیں،

حضرت بی صفیہ باوجود عورت ذات ہونے کے اور ان تمام مراحل و عواقب کے باوجود جو ایک حوا کی بیٹی کو پیش آتے ہیں، قرآن پاک سے گہرا شغف رکھتی تھیں رمضان مبارک میں تو قرآن پاک کا دور شباب پر ہوتا تھا روزانہ ایک قرآن پاک اور مزید دس پارے ختم کر لیا کرتی تھیں اس طرح پورے رمضان میں چالیس قرآن پاک ختم کرتی تھیں، بال بچوں اور امور خانہ داری کی مصروفیات کے ساتھ درود شریف پانچ ہزار، اسم ذات پانچ ہزار، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ایک ہزار نو سو، یا مُغْنِیْ کِیَارَہِ سُو، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بَارَہِ سُو یَا حَیُّ یَا قِیُّوْمُ و دوسو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ و سُو لَ اِلٰہِ اِلَّا اللّٰهُ و اللّٰهُ اَکْبَرُ و دوسو اَسْتَغْفِرُ پانچ سو اَقُوْمُ مِنْ اَمْرِیْ اِلٰی اللّٰہِ اَیُّکَ سُو حَبَّنا اللّٰهُ و رِغْمَ الوَکِیْلِ تُوَدِّتْ اِنِّیْ مَعْلُوْبٌ نَاثِقِرُ تُوَدِّتْ اِنِّیْ مُسْتَبِی الْقُرُوْا نَتِ اِرْحَمُ الرَّکِیْبِیْنَ تُو لَ اِلٰہِ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تُو بَارَہِ نِیْرُ قُرْاٰنِ پَاکِ

کی ایک منزل، ان کے روزانہ کے معمولات تھے لہٰذا ان ہی مقدس بی بی کے بطن سے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب پیدا ہوئے، اور ان دونوں کے پیترے بھائی حضرت مولانا محمد صاحب کی والدہ دوسری خاتون تھیں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب

آپ حضرت جی کے دادا ہیں، آپ کا قدیم آبائی وطن بھنجانہ (ضلع مظفرنگر) ہے لیکن پہلی بیوی کے انتقال کے بعد جب آپ کا عقد حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کا ندھلوی کی نو اسی محترمہ بی صفیہ سے ہو گیا تو آپ نے کا ندھلہ کی سکونت اختیار کر لی تھی، اسی وجہ سے اس سلسلہ کے حضرات کو کا ندھلوی کہا جاتا ہے۔

دہلی میں آپ نے اس وجہ سے قیام فرمایا کہ یہاں آپ مرزا الہی بخش دیہادر شاہ ظفر کے سمٹھی، کے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، اور چونکہ کھبہ کے پھانک کے اوپر کے مکان میں رہتے تھے، اسی کے قریب ایک مسجد تھی جس کو بنگلہ والی مسجد کہا جاتا ہے اور جہاں اب بھی تبلیغی مرکز ہے، وہاں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے،

حضرت مولانا ایک خرد رسیدہ سیدھے سادے بزرگ تھے، خدمتِ خلق اور اسلام کا جذبہ رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا اجتماعات اور ہجوم کے دنوں میں لوگوں کے لئے پانی اور لٹوں کا انتظام رکھتے تھے، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کسی مسلمان کی تلاش میں نکلے، باہر سے چند میواتی شہر میں مزدوری کرنے کے لئے آ رہے تھے آپ نے ان سے دریافت کیا کہاں جاتے ہو، عرض کیا مزدوری کرنے، آپ نے فرمایا جو مزدوری تمہیں شہر میں ملے گی وہ یہیں مل جائے گی، چنانچہ آپ اپنے ساتھ لائے اور نماز و قرآن پاک سکھانے لگے، جب ان کو یاد ہو گیا مزدوری دیکر رخصت کیا، یہ ہے بنگلہ والی مسجد سے شروع ہونے والی تبلیغ اور مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد،

۱۔ تذکرۃ المشائخ دیوبند، تذکرۃ اہل بیت، واضح رہے ان اور ادا اور ذکر مسنونہ کو قلب کے جاری کرنے میں خصوصیت حاصل ہے برسوں کے عہدوں سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو ان کا مسنونہ پر طرقت کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے

مولانا کی اس للہیت اور خلوص سے ان کے قلبی مقام کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے ایک مرتبہ آپ نے حضرت قطب الاقطاب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے بیعت کی درخواست کی، فرمایا تمہیں بیعت کی کچھ حاجت نہیں اس لئے کہ بیعت کا مقصود پتہ کو حاصل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا یوسف صاحب نے فرمایا ہمارے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کی دور پیہ ماہانہ تنخواہ تھی، اور تین کام تھے، یعنی امامت، اذان، تعلیم، اور یہ دور پیہ بھی محض اپنے آپ کو مقرر کر کے کی غرض سے لیتے تھے، اسی خلوص و للہیت کا نتیجہ تھا کہ جب ہم شوال ۱۳۱۵ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۸۹۸ء کو آپ کا انتقال ہوا تو ایک جم غفیر موجود تھا، دہلی کے ہر طبقہ کے مسلمان حتیٰ کہ غیر مسلم بھی موجود تھے، دہلی سے نظام الدین تقریباً ساڑھے تین میل سے لیکن جنازے میں بلیاں لگا دینے کے باوجود بہت سے لوگ کدھادینے محروم رہے،

مولانا محمد صاحب

آپ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں اپنے والد صاحب مرحوم کی طرح پاک طبیعت تھے، طبیعت منکسرانہ اور متواضع پائی تھی، اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے، لیکن عمر نے وفاتہ کی،

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب

آپ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے منجھلے صاحبزادے ہیں، آپ کی ولادت ۱۲۸۶ھ میں ہوئی، تاریخی نام بلند اختر ہے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی تھی، ادب و منطق کے علاوہ بقیہ کتابیں مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھیں، فرماتے ہیں: مجھے سلم از بر یاد ہے بتیس لے کر میں نے اس کی عبارت کو از اول تا آخر دو سو مرتبہ پڑھا ہے، تمام ادب میں استاد سے میں نے مقاماتِ حمیری کے صرف وہ مقامات پڑھے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ استاد نے کہہ دیا تھا کہ میرے مکان کو آتے جاتے راستہ میں پڑھ لیا کرو، اس لئے میں ساتھ جاتا، اور راستہ میں ان سے پڑھا کرتا تھا، اگر جگہ استاد

فرمایا کرتے تھے اس لفظ کے معنی مجھے یاد نہیں خود دیکھ لینا

میں نے حمد اللہ اٹھارہ دن میں پڑھا ہے، ظہر کے بعد اس کا سبق ہوتا تھا اس لئے میں صبح ہی سے اس کے حواشی کا مطالعہ کرنے کے لئے نانی اماں کی چھت پر جا بیٹھتا تھا، اور بارہ بجے آتر کر روٹی کھایا کرتا تھا، بسا اوقات سبق میں اتنا ڈسے بحث ہو جایا کرتی تھی

جماعت علمائے دیوبند میں آپ کے حافظہ اور ذہانت کو مثالی طور پر پیش کیا جاسکتا ہے، اتنے غضب کا حافظہ تھا کہ طلباء کو لقمہ ایمن، متبنی، حماسہ محض اپنے حافظہ سے اٹھا کر ادی بھتیں، آج بھی ان کی لکھوائی ہوئی کتابیں موجود ہیں،

حدیث شریف آپ نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے پڑھی، اور جب تک حضرت گنگوہی جیتا رہے آپ گنگوہی ہی ہی مقیم رہے حضرت گنگوہی سے بیعت ہو کر منازل سلوک بھی طے کئے، حضرت گنگوہی کو ان سے اس قدر تعلق تھا، کہ فرمایا کرتے تھے، محمد سیدی اندھے کی لاٹھی ہے

آپ نے ۱۳۷۶ھ سے مظاہر علوم سہارن پور میں پڑھانا شروع کیا، پانچ سال تک آپ نے مظاہر علوم میں مستقل تعلیم دی اور ایک پیسہ بھی اجرت کا نہیں لیا، قرآن پاک سے آپ کو خاص شغف تھا اپنے متعلقہ امور کو انجام دینے کے بعد روزانہ قرآن پاک نوبانی اس طرح ختم کر لیتے تھے، کہ ادھر مغرب کی اذان کے لئے مؤذن اٹھ اکر کہتا اور ادھر سورہ ناس کے آخری حروف آپ کی زبان پر ہوتے،

حضرت گنگوہی کی تقریر بخاری کو آپ نے عربی میں قلمبند فرمایا ہے جس کو حاشیہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہم نے شائع فرمایا ہے ہر دو کتاب کی عربیت کو دیکھ کر آپ کو ادب کا ایک کہنہ مشق اور سچتہ کار تسلیم نہ کرنا حق تلفی ہے،

باوجود ان خوبیوں کے انتہائی متواضع تھے گویا آپ علم کے ایک سمندر تھے،

جس کا سطح بالکل ساکن تھی، اور اندر موجیں تڑپتی رہتی تھیں

حضرت گنگوہی رحمہ کے انتقال کے بعد آپ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے بیعت ہو گئے تھے ان ہی سے آپ کو اجازت بیعت حاصل ہے ۱۳۳۲ھ میں آپ کا وصال ہو گیا، پس ماندگان میں ایک فرزند ارجمند، علم و عمل میں اکابر و اسلاف کا نمونہ، بطحانی پیغمبر کی سنت کی چلتی پھرتی تصویر، جانشین مشائخ چھوڑا۔ دنیا آج ان کو عالم اسلام کا شیخ الحدیث کہتی ہے **مَتَعْنَا اللَّهُ بِمَوْضِعِهِ وَبِوَكَايَتِهِ دَاطُولِ حَيَاتِهِ اِيْدِنْ**
حضرت مولانا محمد الیاس صاحب

آپ موجودہ دعوت و تبلیغ اسلام کے ہندوستان میں بانی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ کے فخر روزگار والد محترم ہیں آپ کا تاریخی نام اختر الیاس (۱۳۰۳ھ) ہے۔

آپ اسی گھرانے کے تربیت یافتہ اور انہیں مقدس گودوں کے پروردہ ہیں، جس کا تذکرہ ابھی ابھی ہوا ہے آپ جس طرح سے بڑے ہو کر مقبول عوام و خواص تھے اسی طرح سے طفلی میں بھی نور چشماں اکابر تھے، اس خاندان کی ولیہ خاتون آپ کی تانی حضرت امی بی آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرتیں اور فرماتیں ”اختر مجھے تجھ سے صحابہ کی بو آتی ہے“ کبھی فرماتیں ”کیا بات ہے، مجھے تیرے ساتھ صحابہ کی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں“ حضرت شیخ الہند رحمہ فرمایا کرتے تھے ”جب میں مولوی محمد الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یاد آجاتے ہیں“ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے پاس بیٹھ کر مطالعہ کرنے کی اجازت دینے ہوئے فرمایا، ”محمد الیاس کی وجہ سے میری خلوت میں فرق نہیں آئے گا“

آپ نے ابتدائی تعلیم تو کاندھلہ رہ کر ہی حاصل کی، لیکن ۱۳۱۲ھ یا ۱۳۱۵ھ میں آپ اپنے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰ کے ہمراہ گنگوہ تشریف لے گئے اور وہاں ان سے پڑھنا شروع کر دیا۔

درمیان میں آپ بیمار ہو گئے اور کافی عرصہ جناب حکیم مسعود احمد صاحب رحمہ صاحبزادہ حضرت گنگوہی رحمہ کے زیر علاج رہے انہوں نے پانی پینے کا پرہیز بتلایا مگر اللہ اکبر

آپ کا یہ استقلال کہ سات سال تک آپ نے پانی نہیں پیا ۱۳۲۶ھ میں آپ نے حضرت شیخ الہند سے دورہ حدیث پڑھا، اور ان کے بعد اپنے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے بھی دورہ پڑھا،

باوجودیکہ حضرت گنگوہی بچوں کو بیعت نہیں فرماتے تھے، لیکن یہ آپ ہی کو خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کو بچپن ہی میں بیعت کر لیا تھا، حضرت گنگوہی کے انتقال کے بعد آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے بیعت ہو گئے، انہیں سے آپ کو اجازت بیعت و خلافت حاصل تھی، حضرت شیخ زمر الہند کے ہاتھ پر بھی آپ نے بیعت جہاد کی تھی، قیام گنگوہ میں حضرت گنگوہی کے انتقال کے بعد آپ نے، اپنے فخر زمانہ بھتیجے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کو فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھائیں، اور ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں بھی درس دیا اور ۱۳۳۶ھ میں اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب کے انتقال کے بعد سبقتی نظام الدین تشریف لے آئے، اور اس کام کو شروع کیا، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا فرمایا تھا، بالآخر اصلاح امت کے ایک بہت بڑے کام کو پھیلایا کر جولائی ۱۹۲۲ء میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، اور اپنے پیچھے اپنے نور چشم، مقبول بارگاہ نبوی، یوسف ثانی یعنی حضرت مولانا محمد یوسف قدس سرہ کو چھوڑا جنہوں نے مولانا کے نقوش پر کام کر کے اس تحریک و دعوت کو عالمگیر بنا دیا، یاد رہنا چاہئے، کوئی چیز اسی وقت رواج پاتی ہے، جب اس کی پشت پر کوئی دعوت ہو جو موجودہ زمانہ میں پردیگنڈہ کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، کوئی چیز کتنی مفید کیوں نہ ہو اگر اس کو دعوت یا پردیگنڈہ کی پشت پناہی حاصل نہ ہو تو وہ زندہ نہیں رہ سکتی، اور کوئی چیز کتنی ہی مضر کیوں نہ ہو، لیکن اس کو دعوت اور پردیگنڈہ کی حمایت حاصل ہو تو وہ رواج پا جائے گی، چنانچہ موجودہ زمانہ میں ایک چیز کو پیدا ہونے میں دیر لگتی ہے، لیکن رواج پانے میں دیر نہیں لگتی،

اسلام کی افادیت مسلم اس کی حقانیت اور صداقت کا اعتراف اور اقرار، مگر اس پر یقین کو مستحکم کرنے کے لئے ہمارے ہاتھوں اس کی دعوت نہیں ہے، نتیجہ اس کا یہ ہے، کہ اسلام کے ثلاث غلط نظریات و انکار رواج پاتے ہیں، اور اسلام کے نظریات اور انکار

بیچھے ہی نہیں رہتے، بلکہ محسوس ہوتے جاتے ہیں

اس جگہ یہ خیال نہ ہونا چاہئے کہ ہم موجودہ مغربی طرز کے پروڈیکٹس کی کسی شق کی طرف بلا تے ہیں، لغو و باطلہ، بلکہ ہمارا منشا دعوت سے صرف اس قدر ہے، کہ اشاعت اور حفاظتِ اسلام کی عملی تشکیل ہونا چاہئے ہمارے نزدیک موجودہ دعوت و تبلیغ سے زیادہ آسان اور مفید کوئی تشکیل نہیں ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم اسلام کے لئے دوسری کوششوں اور خدمتوں کو حقیر جانتے ہیں، حاشا و کلا، ہاں یہ ضرور عرض کریں گے، کہ غور کر لینا چاہئے،

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب

آپ حضرت مولانا یحییٰ صاحب کے صاحبزادے اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے چھتے اور حضرت مولانا یوسف صاحب کے چچا زاد بھائی بھی ہوتے ہیں، حضرت مولانا، روف الرحمن صاحب کی (جو آپ کے حقیقی ماموں ہوتے تھے) چھوٹی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا، اور بڑی صاحبزادی سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا ۱۹۲۳ء میں عقد ہوا تھا، اس طرح حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ آپس میں چچا زاد اور خالہ زاد بھائی بھی ہوتے ہیں

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم کی جب پہلی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا، تو ان کے بعد آپ کا دوسرا عقد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی ہمیشہ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی صاحبزادی سے ہو گیا اس طرح حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ کے برادر نسبتی یا بہنوئی بھی ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا پہلا عقد حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم کی پہلی اہلیہ محترمہ کی بڑی صاحبزادی سے ۳ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ہوا اور ایجاب و قبول حضرت شیخ الاسلام مولانا یحییٰ حسین احمد صاحب مدنی رحمہ نے فرمایا، شوال ۱۳۶۶ھ میں ان اہلیہ محترمہ کا وصال مسجد کی حالت میں ہو گیا جو ہم نے ایک لڑکا صاحبزادہ مولانا محمد ہارون صاحب چھوڑا ۱۳۶۹ھ میں حضرت شیخ الحدیث

صاحب زید مجدہم کی دوسری صاحبزادی سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا عقد ثانی ہوا، ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی، اس طرح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کے ذی النورین ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی ولادت باسعادت ۱۱۲۵ھ المبارک ۱۳۱۵ء میں ہوئی، آپ نے اکثر کتب درسیات اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد کبھی صاحب سے پڑھیں، اور قرآن پاک بھی ان ہی کے سامنے حفظ کیا، اور فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے عم محترم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے پڑھیں آپ کے ایام طفولیت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی صحبت بابرکت میں گزرے،

شعبان ۱۳۳۳ھ میں حدیث شریف کے علاوہ آپ تمام درسیات سے فارغ ہو چکے تھے، شوال ۱۳۳۴ھ میں جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے تو دورہ حدیث بھی اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد کبھی صاحب سے پڑھا۔ مگر یہ خواہش باقی رہی کہ بخاری اور ترمذی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے پڑھیں چنانچہ یہ خواہش بھی پوری ہو گئی

جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات بھی عرض کر دوں کہ حضرت شیخ الہند کا دصال ۱۳۳۹ھ میں ہوا، اس طرح اس وقت حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی عمر تقریباً ۲۴، ۲۵ سال کی تھی اس بنا پر میں نے ان سے ایک سوال کیا، وہ یہ کہ حضرت ابریشی خطوط کی تحریک کا تقریباً تمام زمانہ آپ کے سامنے سے گزرا ہے اگر آپ کو اس کے متعلق کچھ معلوم ہو تو ارشاد فرمائیں۔ — جواباً ارشاد فرمایا:۔

مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، ہاں ہمارے پڑوس میں ایک بڑے میاں رہتے تھے وہ اس تحریک کے ایک رکن تھے، ان سے سنا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ یاغخان د آزاد قبائل کا علاقہ، میں پیغام رسائی کی خدمات ان کے سپرد تھیں، ان کو کاغذ کے خوبصورت پھول بنانے کی مہارت تھی، ان پھولوں کو وہ فروخت کرتے ہوئے سرحد پہنچتے تھے اگر کوئی اسی پیغام والے پھول کو خریدنا چاہتا تو اس سے کہتے کہ اس پھول میں یہ خرابی ہے، اور

اس سے اچھا پھول دکھاتے اور اس پیغام والے پھول کو اس طرح محفوظ کر کے پاکستان پہنچاتے۔“

شیخ الحدیث کا خطاب

آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: ”والد صاحب نے جب مجھے مشکوٰۃ شروع کرائی، تو بڑے اہتمام سے غسل فرما کر اور دو رکعت نفل پڑھ کر شروع کرائی تھی اور بسم اللہ پڑھانے کے بعد دیر تک قبلہ رو ہو کر دعا مانگی تھی، اس کا تو مجھے علم نہیں کہ انہوں نے کیا دعا مانگی تھی، مگر میں نے اس وقت دیر تک صرف ایک دعا مانگی تھی، کہ یا اللہ اب مجھ سے یہ حدیث کا مشغلہ ترک نہ ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی، چنانچہ آپ روز اول ہی سے اب تک اسی مشغلہ میں لگے رہے **بِأَذْنِ اللَّهِ فِي مَكْنُوزِهِ وَبِرَّكَاتِهِ آمِينَ**۔ چنانچہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ بذل الجہود کی تالیف میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے شریک کار رہے، بالآخر انہوں نے آپ کو یہ خطاب مرحمت فرمایا، اور ارشاد فرمایا: ”ما شاء اللہ مولوی زکریا اس خطاب کے اہل ہیں، اور میں خوب جانتا ہوں کہ حدیث میں ان کو کتنا تبحر حاصل ہے۔“

عجیب اتفاق ہے، باپ بھی شیخ الحدیث اور بیٹا بھی شیخ الحدیث، پھر تمام عمر والد محترم نے بھی تعلیم دینے پر کسی سے اجرت نہیں لی۔ ما شاء اللہ ہو نہ ہاں فرزند ارجمند، تاج المحدثین الیٰ یومنا ہذا باپ کے نقش قدم پر ہے مشائخ ذیوبند میں اسی گھرانے کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جس نے درس و تدریس کو ذریعہ کسب معاش نہیں بنایا، آج یہ حضرات خیر القرون کی زندہ جاوید مثالیں ہیں رزق کفایت لینا چہ معنی وارد، بلکہ اس طرف سے بالکل آڑ کر لینا مردانگی ہے ایسے ہی حضرات کی بدولت آسمان پر رحمت کے بادل منڈلاتے ہیں اور زمین رزق کے دریا بہاتی ہے۔

تصنیف و تالیف

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم کی زندگی کا محبوب مشغلہ یہی حدیث ہے،

جس کے انہوں نے دعا کی تھی آپ نے اردو زبان میں متعدد کتابیں لکھیں، آج وہ کتابیں تبلیغی نصاب میں داخل ہیں، آج تک مشائخ دیوبند کی کتابوں میں ہستی زلیور کی اشاعت کو فوقیت حاصل تھی، مگر اب وہ ان کتابوں سے بہت پیچھے جا پڑی ہے۔ یہ کتابیں دنیا کی مختلف زبانوں میں زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں اور دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں یہ کتابیں نہایت شوق و رغبت کے ساتھ نہ پڑھی جاتی ہوں، موجودہ لسنل میں دینداری، دین کی تڑپ، عملی قوت، یہ سب کچھ ان کتابوں کا طفیل ہے، متعدد چھوٹے چھوٹے رسالے جن کی زبان سادہ اور صاف ہے، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں،

(۱) فضائلِ تبلیغ (۲) فضائلِ نماز (۳) فضائلِ ذکر (۴) فضائلِ قرآن (۵) فضائلِ حج (۶) فضائلِ صدقات، دو حصہ (۷) حکایات صحابہ (۸) شمائلِ ترمذی،

فنِ حدیث میں عربی زبان میں چند معرکہ الآراء کتابیں آج محدثین کے لئے خضرِ راہ کا کام کر رہی ہیں،

۱) آلکوکب الداری: حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی تقریر جس کو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے قلمند کیا تھا، اس کو عربی حاشیہ کے ساتھ آپ نے شائع کیا ہے

(۲) لا یمع الدارمی بخاری شریف پر حضرت گنگوہی رحم کی تقریر جس کو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے قلمند کیا تھا اس کو طویل حاشیہ کے ساتھ آپ نے شائع فرمایا ہے،

۳) ادجد المسائل: امام مالک کی مشہور عالم کتاب موطعہ کی زبان عربی میں، چھ ضخیم جلدوں میں عظیم الشان شرح ہے،

سلوک اور تصوف

آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے خلیفہ ہیں اور جی یہ ہے کہ ہر اعتبار سے ان کے سچے جانشین ہیں، اخلاق و عادات، زہد و تقویٰ، غرضیکہ وہ تمام چیزیں جن کو تصوف کی جان اور روح کہنا چاہئے وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں ودیعت فرمادی ہیں، تواضع، انکساری، تحمل اور ضبط و صبر، طلبا سے

محبت، خلق سے مستغنی ہونا، مہمان نوازی، عز با پروری، اور نہایت ادب و درجہ کا کشف اور روشن ضمیری وغرضیکہ متقدمین اکابر میں جو کمالات ہو سکتے تھے وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ نے سمیٹ کر آپ کی شخصیت میں مرکوز فرمادئے اگر ہمیں یہ خوف نہ ہو ہوتا کہ حضرت جی قدس سرہ کے تذکرہ میں دیر ہو جائے گی تو ہم بلاشبہ حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی زندگی کے تمام شعبوں کو مختصراً اظہار تے تفصیل کے لئے حضرت شیخ کی سوانح پر ہماری کتاب ڈلی کامل میں ملاحظہ فرمائیں،

امیر تبلیغ مولانا انعام الحسن صاحب

آپ کی جائے پیدائش کا مذہلہ تاریخ ولادت ۱۹۱۸ء ہے، والد محترم کا اسم گرامی مولانا اکرام الحسن ہے، جو حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے حقیقی بھانجے ہوتے ہیں، مولانا انعام الحسن صاحب، عمر کے اعتبار سے حضرت مولانا محمد یوسف سے اگرچہ ایک سال سچھے ہیں، لیکن اس قدرتی فرق کے علاوہ زندگی کے تمام مراحل میں حضرت جی کے ساتھ ساتھ رہے،

آپ نے قرآن پاک اور فارسی میں بوستاں تک تعلیم کا مذہلہ میں رہ کر اپنے نانا عبد الحمید صاحب سے حاصل کی، اس کے بعد ۱۹۲۸ء میں مرکز نظام الدین نئی دہلی میں چلے آئے اور عربی و فارسی کی لقیہ تعلیم نہیں رہ کر حاصل کی اور شوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۱ء میں مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ سے ابو داؤد شریف پڑھنے کے لئے داخل ہوئے ۳ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ کو حضرت جی اور مولانا انعام الحسن صاحب کا عقد حضرت شیخ الحدیث صاحب کی صاحبزادیوں سے حضرت شیخ الاسلام رحمہ نے پڑھایا، اور قریباً ایک سال بعد دونوں کی رسم رخصتی ایک ساتھ ادا ہوئی، دونوں کا ولیمہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی ساتھ ہوا۔ اس کے علاوہ دونوں حضرات شاہ محمد الیاس صاحب سے ایک ہی ساتھ بیعت ہوئے، دونوں نے حج بھی ایک ہی ساتھ کئے، تبلیغ و دعوت میں دونوں ایک ساتھ رہے، اور اس سفر میں، جس میں حضرت مولانا یوسف صاحب کا انتقال ہوا ہے، حضرت مولانا انعام الحسن

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے ارشاد فرمایا:-

”میں اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، ۱۹۲۸ء سے آخر تک بجز چند مواقع کے ایک ہی ساتھ رہے، بچپن سے ہم دونوں میں نہایت محبت تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے، کہ جب میں کاندھلہ تھا، تو میں نے سنا، صبح کو یوسف دلی سے آرہا ہے، تو وہ رات میں نے جاگ کر گذاری اس وقت میری عمر دس سال سے کم تھی۔

۱۹۲۸ء میں، میں نظام الدین آگیا تھا، مولانا محمد یوسف صاحب ان دنوں کافہ پڑھتے تھے، اور میں نے آکر بڑے حضرت جی سے میزان شروع کی تھی اور تین دن میں میزان اور پانچ دن میں مشعب ختم کر لی تھی، ہدایتہ النخوتک میں نے بڑے حضرت جی سے پڑھا ہے مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے مجھ سے پہلے پڑھ لی تھی، البتہ جلالین میں میرا اور ان کا ساتھ رہا ہے، اس کے بعد بڑے حضرت جی سے دورۂ حدیث پڑھا، اور اس کے بعد ۱۳۵۲ھ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ سے ابو داؤد شریف پڑھی، اور دونوں نے سہ ماہی امتحان میں کامیابی کے اعلیٰ نمبر حاصل کرنے کی وجہ سے کوکب درستی انعام میں حاصل کی

۱۹۴۶ء میں حب میں بیمار ہوا تو کاندھلہ چلا آیا تھا کچھ عرصہ کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب دلی سے کاندھلہ تشریف لائے، اور جس چارپائی پر میں لیٹا ہوا تھا، اسی پر میرے برابر لیٹ گئے اور فرمانے لگے تمہارے جانے کے بعد تو ہم بات چیت سے بھی ترس گئے تھے اس کے بعد ۱۹۵۰ء سے آخر تک میرا اور ان کا ساتھ رہا دھندھی سانس لے کر فرمایا، بجز اس سفر کے جس میں وہ تنہا ہی سدھارے اور ہمیں

داغ مفارقت دے گئے۔“

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں کے مالک ہیں آپ نے پانچ مرتبہ ”عمدۃ القاری“ اور ”فتح الباری“ شروحات بخاری کا مطالعہ کیا ہے، اور فتاویٰ عالمگیری کو دو مرتبہ کمال اور ایک مرتبہ نصف تک پڑھا ہے مدرسہ کاشف العلوم مرکز تبلیغ میں برسوں سے بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، بخاری شریف کے پڑھانے اور اس کے ابواب التراجم میں بہت کافی مہارت رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات میں تو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بالکل خاموش رہتے تھے، البتہ مشوروں اور اجتماعات میں ضرور شرکت فرماتے تھے، لیکن حضرت جی کے انتقال کے بعد جب آپ کی جانشینی عمل میں آئی تو میں نے ایک ساکت اور خاموش انسان کو متحرک اور فعال پایا، آنے والوں کا خیال، اور ہر صادر، وارد کو ہدایات تبلیغ کرنا اور اجتماعات میں تقریریں عرض کرنا مولانا اب ناقابل تسخیر عزم و حوصلہ کے انسان ہیں، امید ہے کہ آپ کی رہنمائی میں یہ کام اور زیادہ بڑھ جائے گا

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جیسے محبوب اور مخلص رہنما کا انتقال اور ان کی جگہ حضرت مولانا انعام الحسن مدظلہ کا تقرر کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ جس سے معاصرین اور حاسدین کے دلوں کو دھچکانہ پہنچا ہو، بعض حضرات ایسے بھی تھے کہ جو اس منصب کے لئے اپنے کچھ طرح سے موزوں سمجھتے تھے اور اس کا حقدار جانتے تھے، امیدیں ختم ہو جانے کی وجہ سے تخریبی ذہن کو حرکت میں آجانا ہی تھا، اور کچھ ناشائستہ امور ظاہر ہونے ہی تھے، ان مفادات کے سدباب کے لئے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد ان بعض حضرات کو علیحدہ کر دیا،

یہ ایسا فیصلہ تھا کہ جس نے ہر دو بزرگوں کے خلاف بھڑکتی ہوئی آگ برہمی کے تیل کا کام کیا تبلیغی کام کے خلاف زبانی پروپیگنڈہ کے علاوہ پمفلٹ، کتابچے اور رسائل

واخبارات میں مضامین شائع ہونا شروع ہوئے اور بعض مولانا صاحبان نے اپنی قدیم کٹ کھتی افتاد طبع کی بنا پر تقریروں میں زہرا گلنا شروع کر دیا، ان ایام میں حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ایک مجلس میں بیان فرمایا تھا:

”ان لوگوں (دخارجین) کا کہنا ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو مکانات اور بلڈنگ بنانے کی وجہ سے علیحدہ کیا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ ہمارے خود مکانات موجود ہیں، بلکہ ان لوگوں کو ان کی مخصوص عادت کی بنا پر علیحدہ کیا ہے، جو لوگوں کو عام طور سے معلوم ہے“

بہر حال اس جزوی واقعہ کی وجہ کچھ بھی ہو، لیکن اس میں شک نہیں کہ تبلیغ میں کام کرنے والے قدیم خدام ان لوگوں کے اخلاقیات سے مطمئن نہ تھے، اسی وجہ سے سب کے مشورہ سے یہ فیصلہ ہوا تھا، اس ناخوشگوار واقعہ کے باوجود تبلیغی کام میں پہلے سے زیادہ ترقی ہوئی، اجتماعات اور مرکز میں لوگوں کی آمد اور تبلیغی کام سے لوگوں کی وابستگی پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی، یہ اگرچہ اس کام کی برکت اور حقانیت کی دلیل ہے لیکن یہ ہونے والے امیر کی محنت اور کوشش اور حسن تدبیر و عمل کا بھی نتیجہ ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسفؒ نے کام کو جس جگہ چھوڑا تھا کام وہاں سے اور زیادہ آگے نکل گیا، خود مولانا عام الحسن صاحب کے یورپ اور افریقہ اسپین اور ممالک اسلامیہ کے متعدد دورے ہوتے اسی طرح ہندوستان کے قریب قریب اور شہر شہر میں گئے اور کام کی بنیادوں کو مزید مستحکم بنا کر آگے بڑھا دیا اللہ تعالیٰ اور زیادہ ترقی عطا فرمائے، آمین

مولوی محمد ہارون

آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہم کی بڑی صاحبزادی کے لطن سے ۲۳، ۲۴، ۲۵ رمضان المبارک کو پیدا ہوئے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بس یہی ایک فرزند ہیں، دوسری اہلیہ محترمہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی،

عزیز ممولوی محمد ہارون صاحب کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت شیخ الحدیث صاحب کی بڑھی صاحبزادی کا انتقال سجدہ کی حالت میں ہوا، ہمدینہ شوال ۱۳۶۷ھ تھا ان کے انتقال کے بعد حضرت شیخ... نے اپنی دوسری صاحبزادی کا نکاح مولانا مدوح سے ۱۳۶۹ھ میں کر دیا تھا اس طرح آپ شیخ الحدیث کے ذی التورین ہوئے

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ مولوی محمد ہارون بیمار ہوا، اس کے سر پر ایک ایسا خطرناک پھوڑا نکلا تھا، کہ صورت حال نازک ہو گئی تھی، میں نے یہ دیکھ کر مولوی محمد یوسف صاحب کو بلایا، جلد آؤ، مولوی محمد یوسف صاحب کو گھر میں پہنچنے میں کچھ دیر ہو گئی، اور دیکھ کر باہر آئے اور تبلیغی سفر پر باہر جانے لگے تو میں نے کچھ توقف کے لئے کہا تو جواب دیا:-

حضرت! جب یہ پیدا ہوا تھا تو میں نے اپنے خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ اے خدا اگر اس لڑکے سے تجھے دین کی خدمت لینی ہے تو اسے زندہ سلامت رکھ ورنہ مجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی دعا قبول ہو گئی ہے، بھدا اللہ سب وہی آثار ہیں، میں نے ایک دن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے عرض کیا، کہ میں نے خواب میں مولوی محمد ہارون صاحب کو آپ کے پیروں سے چمٹے دیکھا ہے، فرمایا مفتی صاحب مجھے اس کی طرف سے فکر بہت ہے۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف کے جب یہ کام سپرد ہوا تھا تو ان کی عمر بھی اس وقت غالباً اتنی ہی تھی جتنی اس وقت مولوی ہارون کی تھی،

باب دوم

ایک طفولیت، تعلیم و تربیت اور نکاح وغیرہ

مکتوب شیخ الحدیث

اس جگہ بزرگ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے حالات پر مشتمل، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب زید مجدہم کا ایک مکتوب گرامی پیش کیا جا رہا ہے جو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی پوری زندگی کا اجمالی خاکہ ہے، اور یہ پوری کتاب اسی مکتوب کی تفسیر و شرح ہے، حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں

”عزیز مولانا محمد یوسف مرحوم کی ولادت ۲۵ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۶ء شنبہ کو ہوئی، ۲ جمادی الثانی دوشنبہ کو عقیقہ ہوا تھا، اس کے بعد اس کے سوا کیا کہوں،

کان مملوکی فافحنی مالکی : اتھنا من اعاجیب الزمن
ابتدا میں وہ میرا چھوٹا بھائی تھا، داماد تھا، شاگرد تھا، زیر تربیت تھا، وہ میری نالائقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اپنے والد یعنی میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ کی بہ نسبت اس ناکارہ سے بہت ڈرتا تھا، چچا جان کے احکام کو وہ پدرانہ ناز کی وجہ سے اور بچپن کی وجہ سے کبھی ٹال دیتا تھا، لیکن اس ناکارہ کی سخت مزاجی کی وجہ سے میرے کہنے کو ٹالتا تھا، چچا جان کو لبا اوقات یہ ارشاد فرماتا پڑتا تھا، یوسف سے فلاں کام لینا ہے

تمہارے کہنے سے جلدی کر دے گا،

دہلی کے احباب کا چچا جان پر بہت اصرار ہوا کرتا تھا کہ صاحبزادہ سلمہ کو خاندان کی ہر شادی بیاہ میں ضرور ساتھ لائیں، مگر مرحوم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے طلب علم میں اس قدر منہمک تھا، کہ اس کو یہ حرج بہت ناگوار ہوتا، بسا اوقات اسکی نوبت آتی کہ ان اوقات میں اگر اس ناکارہ کا دہلی جانا ہوتا تو عزیز مرحوم مجھ سے جاتے ہی یہ وعدہ لے لیتا، بھائی جی خلاف جگہ جانے کو نہ کہیں "چچا جان مجھ سے ارشاد فرماتے یوسف کو بھی ساتھ لے لیجئے" تو میں یہی معذرت کرتا کہ اس نے آتے ہی مجھ سے یہ وعدہ لے لیا ہے، کہ میں نہ کہوں،

اس کے بعد مرحوم نے ہوائی جہاز سے وہ پرواز کی کہ وہ آسمان پر پہنچ گیا، اور یہ ناکارہ زمین پر ہی پڑا، اور اس کی بلندی کو دیکھتا رہا، چچا جان کے وصال کے بعد ہی اس نے ایک پرواز کی جس کے متعلق اس ناکارہ کا اور حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ کا یہ خیال ہوا کہ چچا جان نور اللہ مرقدہ کی نسبت خاصہ منتقل ہوتی ہے اور ہر بات پر اس کا خوب مشاہدہ ہوتا، اس کے بعد اس کی ترقیات کو دیکھتا رہا، حضرت مدنی قدس سرہ کے وصال کے بعد سے مرحوم میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہوتی، اور کسی بڑے سے بڑے ذی وجاہت شخص کے سامنے بھی اپنی بات کو نہایت جرات اور بے خوفی سے کہنے کا ظہور ہوا، اور وہ بڑھتا ہی رہا اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے بعد اس کی گفتگو اور تقاریر میں انوار و تجلیات کا ظہور ہوا، کیا بعید ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات اور مرحوم کے ساتھ خاص شفقت اور محبت کا یہ مژدہ ہو،

ان ہی چیزوں کا یہ اثر ہوا کہ جو اس ناکارہ نے شروع شعر میں ظاہر کیا

کہ پھر یہ ناکارہ اس سے مرعوب ہونے لگا کہ اس کے اصرار پر مجھے مخالفت
 دشوار ہوگئی، اسی کا اثر تھا، کہ گذشتہ سال اپنی اتھانی معذوریوں،
 مجبوریوں، امراض کی شدت کے باوجود جب مرحوم نے اس پر اصرار کیا کہ
 تمہیں حج کو میرے ساتھ ضرور چلنا ہے تو مجھے انکار کی ہمت نہ پڑی، اور
 جب میں نے اپنے امراض کا اظہار کیا اور کہا میرے اعذار کو نہیں دیکھتے
 ہو تو مرحوم نے یہ کہا خوب دیکھ رہا ہوں، مگر میرا جی چاہتا ہے کہ آپ ضرور
 چلیں، آخر میں اللہ جل شانہ نے اپنے لطف و کرم کی وہ بارش فرمائی، کہ
 مجھ جیسے بے بصیرت کو بھی بہت سی چیزیں کھلی محسوس ہوتی تھیں، اس
 قسم کی چیزیں لکھنی آتی ہیں، اور نہ لکھنے کو جی چاہتا ہے صرف ایک عورت
 کے خواب پر اس عرصہ کو ختم کرتا ہوں، خواب تو مرحوم کے حادثہ کے
 بعد لوگوں نے عجیب عجیب دیکھے اور لکھے، لیکن یہ خواب چونکہ اس
 ناکارہ کے نزدیک لفظ بہ لفظ واقع ہے، اس لئے لکھوار رہا ہوں۔ اس
 حادثہ پر اپنے تعلقات کے موافق نیز اپنے قلبی ضعف و تحمل کے موافق
 اثرات تو بہت ہی عام ہوئے لیکن ایک عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ
 وہ کسی وقت چپ نہ ہوتی تھی، ہر وقت روتی رہتی تھی، بار بار دھنوکرتی
 اور تسبیح لے کر بیٹھ جاتی وہ اسی حال میں ایک دفعہ دھنوک کر کے تسبیح
 لے کر بیٹھی تھی کہ اس کو غنودگی آگئی، اس نے عزیز مرحوم کو دیکھا، کہ وہ
 فرما رہے ہیں، کہ کیوں پاگل ہوگئی ہے مرنا تو سبھی کو ہے، تعلق مالک
 سے پیدا کرنا چاہئے، اس پر اس نے والہانہ انداز میں یوں کہا حضرت
 جی! یہ ایک دم کیا ہو گیا، مرحوم نے کہا کچھ بھی نہیں، کچھ دنوں سے
 جب میں تقریر کیا کرتا تھا، تو مجھ پر تجلیات الہیہ کا خاص ظہور ہوتا
 تھا، اس مرتبہ جب میں رات کو تقریر کر رہا تھا، تو ان کا اتنا زیادہ
 ظہور ہوا، کہ میرا قلب ان کا تحمل نہ کر سکا اور دورہ پڑ گیا، اس

کے بعد مجھے گلاب کا ایک بہت بڑا پھول دکھایا گیا، اس کے ساتھ میری
روح نکل گئی، بس اتنی سی بات ہوئی،

عزیز مرحوم کی پہلی شادی میری سب سے بڑی لڑکی ۳ محرم ۱۳۵۲ھ
کو مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ میں ہوئی تھی، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ
نے نکاح پڑھایا تھا، چونکہ پہلے سے کوئی تجویز نہ تھی، عین وقت پر چچا
جان نے فرمایا، نکاح کا ارادہ ہے، اس لئے اس وقت رخصت نہ ہوئی
تقریباً ایک سال بعد چچا جان نور اللہ مرقدہ کی ایک آمد پر اسی طرح
فوری طور پر بلا سابقہ تجویز کے رخصت ہو گئی، ۲۳، ۲۴، رمضان المبارک
۱۳۵۸ھ دو شنبہ، ماہ شنبہ کی درمیانی شب میں ۱۲ بج کر چالیس
منٹ پر عزیز ہارون سلمہ کی ولادت ہوئی، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و
کرم سے اس کو اپنے باپ اور دادا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق
عطا فرماتے،

فقط والسلام زکریا د مظاہر علوم، ۲۱ محرم ۱۳۸۵ھ

دوسرا مکتوب گرامی

عزیز یوسف کی اہلیہ یعنی والدہ ہارون تقریباً ایک سال تک تپ دق میں مبتلا رہ
کر ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں نظام الدین ۲۹ شوال ۱۳۶۶ھ شب دو شنبہ مغرب
کی نماز کے سجدہ میں جب کہ وہ اشارے سے نماز پڑھ رہی تھی، اور سجدہ کے لئے
اشارے سے سر جھکا رکھا تھا دفعتاً انتقال کر گئی، اس کے انتقال کے بعد میں نے عزیز
مرحوم کو حکماً منع کر دیا تھا، کہ دوسرا نکاح نہ کیجئے، اس لئے کہ تمہارے مشاغل کا ہجوم
مہیں حقوق کی ادائیگی کی اجازت نہیں دیتا ہے اس وقت تو اس نے بڑی خوشی
سے قبول کر لیا، مگر چند سال بعد اس نے ضرورت کا اظہار کیا، تو میں نے کہا بڑے
شوق سے، جہاں تمہاری رائے ہو، وہاں تحریک کروں، مرحوم نے کہا اگر کروں گا

تو آپ کے ہاں محروں گا، کہیں اور کرنے کا ارادہ نہیں ہے،



ایام طفولیت

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ۲۵ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۴ء بروز منگل کاندھلہ میں پیدا ہوئے، بعض اخبارات نے آپ کی ولادت نظام الدین دہلی کی بتلائی ہے، وہ غلط ہے، آپ کا حقیقہ ۲ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ کو ہوا،

عام طور سے بچوں کے حالات کو بچپن میں، اس وجہ سے بھی نظر میں نہیں رکھا جاتا، کہ کسی کو معلوم نہیں ہوتا، کہ زیر تربیت بچہ آئندہ چل کر کیا بننے والا ہے اس وجہ سے بڑے بڑے قائدین لیڈروں کے بچپن کے حالات اور ان کے جزئیات سے دنیا ناواقف ہوتی ہے، حدیث ہے کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کے عالم طفلی کے جزئیات دنیا کے سامنے نہیں ہیں، اس میں بھی شک نہیں ہے، کہ ان نفوس قدسیہ کے تمام حرکات و سکنات عالم طفلی ہی میں خیر اور نورانیت کا پہلو اپنے اندر نمایاں طور پر لئے ہوئے ہیں، لیکن ان نفوس قدسیہ کے مستقبل سے بجز ذات گرامی حق سبحانہ و تعالیٰ کے اور کوئی واقف نہیں ہوتا،

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بچپن میں کیسے تھے، ان کے حرکات و سکنات کیا تھے ان سب کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے، کہ وہ بھی ایک انسان کا بچہ تھے، ان کی فطرت بھی بچوں کی سی فطرت تھی، وہی ہنسنا بولنا، کھیلنا، کودنا، رونا۔ ان کو بھی آتا تھا، لیکن ان سب چیزوں کے باوجود یہ کہنا زیادہ دشوار نہیں ہے کہ حضرت مولانا نے جن آغوشوں میں پرورش پائی تھی، اور جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی، وہ خاندان خیر القرون کا نمونہ تھا، عورتوں، مردوں، لڑکیوں، لڑکوں میں ذکر، تلاوت قرآن، نماز، مذاکرہ علمی سنت اور اسوۂ صحابہ کے چرچوں کی نورانیت، اور خیر و برکت سے کاندھلہ بھر پور تھا، بھلا خیال فرماتے جس گھر کی عورتوں کا مشغلہ کھانا پکانے جھاڑو دینے میں بھی تسبیح اور تلاوت قرآن ہو جو سینے پر دئے کے وقت حضرات صحابہ کے واقعات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مذاکرہ کرتی ہوں، جن کی شب و روز کی

زندگی سادہ اور سنت کے مطابق ہوان کا دودھ پینے والے اور ان کی آغوش میں پرورش پانے والے بچے یقیناً عام بچوں کی طرح نہ ہوں گے، حضرت جی نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا:-

”میری والدہ جب میں بہت چھوٹا تھا، مجھے صبح کی نماز کے لئے اٹھایا کرتی تھیں، اور میں پھر سو جایا کرتا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوتا، کہ میری صبح کی نماز قضا ہو جاتی ایک دن میری والدہ نے حضرت جی (والد صاحب) سے کہا کہ میں یوسف کو روزانہ اٹھاتی ہوں، مگر یہ پھر سو جاتا ہے، فرمایا یوسف لوگوں کو نماز کے لئے اس قدر اٹھائے گا، کہ تھکے گا نہیں لے۔“

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کی یہ پیشین گوئی حرفاً حرفاً صادق آئی، اور اللہ کے اس مخلص بندے نے لوگوں کو کلمہ و نماز کے لئے اس قدر اٹھایا کہ دنیا کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا، جہاں کلمہ و نماز کی آواز نہ پہنچا دی ہو، بلکہ ہمت مردانہ تو ملاحظہ فرمائیے، کہ اس علاقہ میں جہاں زندگی اور الحاد ہی پیدا ہوتا ہے، یعنی یورپ اور امریکہ، روس تک ہیں، اللہ کے اس محبوب بندے نے اللہ کا نام پہنچا دیا، بلاشبہ دعوت الی اللہ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسرے شاہ ولی اللہ ہیں،

مثلاً مشہور ہے، ”ہو نہار بردا کے چکنے چکنے بات“ بچپن کا زمانہ جو اپنی غیر شعوری کے لئے مشہور ہے، اس میں بھی حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے اس اکلوتے فرزند کا عجیب و غریب مشغلہ تھا، جب مولانا کی عمر تین سال کی ہوگی، آپ والدہ محترمہ کے ساتھ سہارن پور، حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے یہاں آئے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری دریافت کرتے کہ ”ہاں بھائی کہاں جاؤ گے؟“ تو کہتے حج کو جاؤں گا، فرماتے، ”کس پر بیٹھ کر جاؤ گے؟“ تو کہتے اس بکری کے بچہ پر بیٹھ کر جاؤں گا، اس پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری بہت خوش ہوتے تھے

لے روایت بذریعہ مکتوب از محمد زبیر صاحب کیرانوی ۱۵ حضرت جی نمبر خدام الدین لاہور

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے ایک مرتبہ مجھ سے ارشاد فرمایا: "ایک مرتبہ میں سہارن پور تھا، میرے ادپرے کیا ضد سوار ہوئی، کہ میں نے کھانا نہیں کھایا، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مجھے اپنے ساتھ کھلایا کرتے تھے، مجھے بہت سمجھایا، بہلایا، مگر میں یہی کہے گیا کہ میں تو آپ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاؤں گا، گھر کی عورتوں نے سمجھایا بھی ڈرایا بھی مگر میں اپنی بات پر قائم رہا، بالآخر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اٹھے اور اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ سے آٹا گوندھا، روٹی پکائی اور مجھے اپنے ہاتھ سے کھلاتی تب جا کر میں سویا لے

عالم طفلی کی یہ چند باتیں اگرچہ کوئی اہمیت کے قابل نہیں ہیں، لیکن یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری جو حضرت گنگوہی رح کے اجل الخلفار اور شیخ وقت تھے، جن کی روحانیت کے تمام اکابر معتقد تھے، حضرت تھانوی اور حضرت شیخ الہند جن کو شیخ وقت سمجھتے تھے، ان کی گود، ان کی شفقت، ان کی خصوصی نظر التفات بیکار نہیں ہو سکتی تھی، میرا عقیدہ تو یہ ہے، کہ ان بزرگانہ نظروں نے مولانا محمد یوسف صاحب کو یوسف ثانی بنا دیا تھا، طالب علمی کا زمانہ

جب مولانا کی عمر سات سال کی ہوئی تو آپ اپنے والد ماجد کی خدمت میں بستی نظام الدین چلے آئے، اور یہاں قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا، اور گیارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن پاک سے فارغ ہو گئے، اس کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے ان کو اور ان کے چند ساتھیوں کو میزان الصرف شروع کرائی، پندرہ بیس دن میں اس کتاب کو مولانا نے اپنے مخصوص طریقہ درس کے ساتھ ختم کرا دیا، اس کے بعد صرف میر شروع کرائی، اور اس میں تعلیلات، ہفت اقسام کی پوری مشق کرا کر بیچ گنج دوسرے استاد سے پڑھوائی،

۱۲۔ روایت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ آپ کو مدینہ منورہ سے مولانا سید احمد صاحب نے حفظ قرآن پاک کی اعزازی سند بھی ارسال فرمائی تھی،

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے پڑھانے کا مخصوص طرز تھا وہ سبق کی پوری تیاری طلباً ہی سے کراتے تھے، یہی معاملہ ابتدائی کتابوں کا تھا، طلباء کو کاپی دیدی جاتی اور قرآن پاک دے دیا جاتا، اور حکم ہوتا، کہ قرآن کے الفاظ کو لکھو اور یہ بتلاؤ کہ اس کا صیغہ کیا ہے۔ کون سے باب سے ہے اور اسی قسم کی دوسری چیزیں جمع مفرد وغیرہ، اس طرح چھ پاروں تک ابتدائی کتابوں کی مشق کی جس کی وجہ سے قرآنی الفاظ اور ان کے معنی یاد ہو گئے

نحو میر پڑھانے میں بھی بہت مشق کرائی گئی، اس میں سولہ اقسام، منصرف، غیر منصرف اسمائے اشارات، موصولات وغیرہ کو خوب مشق کرا کر اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا جاتا تھا، نحو میر کے بعد قضیہ بردہ شروع کرایا، اور اس کو اس طرح پڑھایا، کہ طلباء از خود بتلا میں، مثلاً

آمِنٌ تَدَّ كَرَّ حَيِّانٍ بِنْدِى سَلَمٍ مَزَجَتْ دَمْعًا جَرَى مِنْ مَقْلَةٍ بِيَدِ مِ

ہمزہ استفہام کے لئے، من حرف جار، تذکرہ باب تفعّل سے، یعنی یاد کرنا،

حیران جمع جار کی وغیرہ، قضیہ بردہ کے بعد قضیہ بانت سعاد، اور حضرت شاہ

ولی اللہ کی چہل حدیث، عرض کہ طالب علم سے پوری محنت لی جاتی تھی، مولانا

عبید اللہ صاحب کا بیان ہے، کہ اگر طالب علم نظام الدین کے مدرسہ کاشف العلوم

سے دوسرے مدرسہ میں جا کر داخل ہونا چاہتے تو ان کا امتحان داخلہ نہیں لیا جاتا تھا

اور یہ بات مدراس میں مشہور ہو گئی تھی، کہ نظام الدین کے مدرسہ کاشف العلوم

کے بچوں کی استعداد اتنی پختہ ہے کہ ان کے امتحان کی ضرورت نہیں ہے

یہ تو ہے ابتدائی کتابوں کا حال، بڑی کتابوں کی تیاری بھی طلباء ہی سے کرائی

جاتی تھی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔

حضرت جی د حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے جب ہمیں مشکوٰۃ شریف

شروع کرائی، تو میرے ذمہ سبق کی تیاری میں حضرات صحابہ کے حالات کی جمع تھی،

اور دوسرے ساتھیوں کے ذمہ مسائل اور اختلاف مذاہب رکھے، جب ہم پڑھنا شروع

کرتے تو ہم میں سے ہر ایک سے حدیث کے متعلق ان چیزوں کو دریافت کیا جاتا تھا جو جس کے ذمہ تھیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا فرمانا تھا، کہ پڑھانے سے عرض طلباء میں مطالعہ کی استعداد پیدا کر دینا ہے، آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے، کہ جس طرح قرآنی آیات کی تفسیر، قرآنی آیات ہی سے کرنا چاہئے، اسی طرح حدیث کی تفسیر، حدیث شریف سے بھی کرنی چاہئے۔ اس لئے مولانا نے اپنے یہاں نصاب میں بہت سی کتابیں حدیث کی داخل کر لی ہیں، لہ

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، کہ مولانا کو حدیث اور دینی کتابوں سے بہت زیادہ لگاؤ تھا، ادب میں دیوان علی، دیوان حسان پڑھاتے تھے، حدیث میں مستدرک حاکم وغیرہ بھی پڑھاتے تھے، حضرت مولانا عام الحسن صاحب نے ارشاد فرمایا:۔

”میں نے اور مولانا محمد یوسف صاحب نے مستدرک حاکم کا سبق حضرت جی (مولانا محمد الیاس صاحب) سے صبح کی نماز سے قبل پڑھا ہے“ لہ

پڑھانے میں بڑے حضرت جی اس قدر مستعد تھے کہ تینتیس تینتیس سبق پڑھاتے تھے ایک سبق تو مسواک کرتے ہوئے ہی پڑھا دیتے، قرآن شریف کا حفظ تو صبح کی اذان سے پہلے ہی سن کر فارغ ہو جاتے تھے،

طلباء باوجودیکہ آس پاس کی مسجدوں میں بٹھا دیئے جاتے لیکن مولانا کا اس قدر رعب تھا، کہ طلباء کوئی شرارت نہیں کر سکتے تھے، مولانا کا فرمانا تھا، جس استاد کا طلباء پر رعب نہ ہوگا، وہ نہیں پڑھا سکتا لہ

سہارن پور میں آمد

سوال ۱۳۵۱ء میں جب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب حج کے لئے تشریف

۱۱ لہ روایت مولانا عبید اللہ صاحب ۱۲ لہ روایت مولانا الغام الحسن صاحب

۱۲ لہ روایت مولانا عبید اللہ صاحب

لے گئے تو آپ مظاہر علوم سہارنپور میں تشریف لے آئے اور مختلف کتابیں یہاں پڑھیں
 ۱۳۵۳ھ میں اپنے والد صاحب سے مشکوٰۃ شریف اسی شان سے پڑھی، جس کا ذکر اوپر ہو
 چکا ہے، اس کے بعد شوال ۱۳۵۴ھ میں ابوداؤد شریف وغیرہ پڑھنے کے لئے حضرت
 شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے،

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں، میں نے اعلان کیا کہ جس طالب
 علم کے سہ ماہی امتحان میں سب سے اعلیٰ نمبر آئیں گے اس کو نیدل البھودہ کمال دی
 جائے گی، اور اگر ان اعلیٰ نمبروں میں چند طلباء شریک ہوئے تو ہر ایک کو کوکب درمی
 انعام میں دی جائے گی، اس سال چار طلباء کے یکساں اور اعلیٰ نمبر آئے، وہ چار
 طالب علم یہ ہیں، ۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (۲) حضرت مولانا انعام الحسن
 صاحب (۳) حضرت مولانا منظور احمد صاحب بھانگلپوری (۴) حضرت مولانا ابرار الحق
 صاحب ہردوئی (مجاز حضرت تھانویؒ) چنانچہ ان چاروں کو ایک ایک نسخہ
 کوکب درمی کا دیا گیا،

نکاح

۳، محرم الحرام ۱۳۵۴ھ کو مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کا سالانہ جلسہ تھا، جس میں
 شرکت کے لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت
 مولانا شاہ محمد الیاس صاحب جیسے اکابر تشریف لاتے ہوئے تھے موقعہ غنیمت
 جان کر حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے
 ارشاد فرمایا، حضرت مدنی موجود ہیں، جی چاہتا ہے کہ یوسف و انعام کا عقد ہو
 جائے، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا، مجھے کیا عذر ہے، بندہ
 جناب کی مرضی کے تابع ہے، چنانچہ حضرت مدنی رحمہ سے عرض کیا گیا، حضرت
 نے دونوں کا ایجاب و قبول کرایا، اور اس دن کے جلسہ میں آپ نے پڑھتی
 تقریر نکاح اور اس میں سادگی کے متعلق فرمائی،

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا،

ہمارے خاندان میں کچھ دستور سا ہو گیا ہے، کہ لڑکی کا عقد اس کے اقرب نامحرم سے کیا جاتا ہے،

اقرب نامحرم

ہندوستان میں ہنود و مشرکین کا یہ شعار ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کی شادیاں ابعَد ترین رشتہ داریوں میں کرتے ہیں، بلکہ ان کا طریقہ ہے کہ بالکل چنبی سے شادی کرتے ہیں، ہم نے تو یہ بھی دیکھا ہے بلکہ ایسا اکثر ہوتا ہے، کہ شہر کی شہر میں شادیاں نہیں ہوتیں، لہذا بمقتدایان ملت اور علمائے اسلام کو اجیار شریعت بنویہ کا ذوق ہوتا ہے، وہ ہر اس طریقہ کی مخالفت کرتے ہیں جو غیر اسلامی ہوتا ہے، خیر القرون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کے یہاں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ سے کیا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحشؓ (جو آپ کی چچی امیمہ کی بیٹی ہیں) سے ہوا، ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ بھی رشتہ میں آپ کے چچا ابوسفیان کی بیٹی ہوتی ہیں، غرضیکہ حضرات صحابہ میں اس قسم کی بکثرت مثالیں موجود ہیں، لہذا اقرب نامحرم سے نکاح کرنے میں جہاں مشرکین کے شعار کا رد ہے، وہاں ایک قسم کی سنت بنویہ اور سنت صحابہؓ کا اجیار بھی ہے،

ولیمہ

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کے ایک سال بعد چچا جان حضرت شاہ محمد الیاس صاحب پھر سہارن پور تشریف لاتے، اور حضرت کے لئے فرمایا تو میں نے عرض کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شبِ عروسی تو ان کے والدین کے یہاں ہو گئی تھی، اس لئے یہیں یہ رسم ادا ہو جائے گی پھر ولیمہ کے لئے فرمایا تو میں نے عرض کیا، ولیمہ بھی یہیں ہو جائے گا، اس پر فرمایا، یہ تو آپ کی طرف سے ہو گا، میں نے عرض کیا کیا مضائقہ ہے، آپ قیمت ادا کر دیکھئے گا۔

اس جگہ قابل غور یہ چیز ہے، ولیمہ بھی ہوا اور رخصتی و نکاح بھی ہوا، لیکن ان سب چیزوں میں سنت اور اسوۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر خیال ہے جو کام بھی کیا جا رہا ہے، اس میں براہ راست مشکوٰۃ بنوت سے نور حاصل کیا جا رہا ہے، ہمیں فخر ہے کہ ہمارے تمام اکابر کی زندگیاں ظاہری بزرگانہ ٹیپ ٹاپ سے پاک ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کی زندگیوں کے عین مطابق ہیں،

باب سوم

حضرت جی کا علمی مقام

حضرت جی مولانا یوسف صاحب غیر معمولی علمی صلاحیتوں کے مالک تھے جنہیں تو اس ایک عالمگیر تحریک کی سربراہی کر رہے تھے، جس کی بنیاد کلاب و سنت اور اسوۂ صحابہ پر ہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ ان کی دعوت کو دنیا میں بلا سوچے سمجھے قبول کر لیا گیا ہو، یا ان کی تحریک پر کوئی اعتراض نہ ہوا ہو، بلکہ جب لوگوں نے اس تحریک کو خوب بھونک بجالایا اور عملی طور پر، و نیز حضرت جی کے بیانات میں لوگوں کو اپنے شکوک و شبہات کے جوابات شافی و کافی مل گئے، تب یہ تحریک مقام مرجعیت میں داخل ہوئی ہے، جس نے بڑے بڑے نقادوں کی تحریریں پڑھیں، کہ جن کے اقلام نے حضرت جی کی تحریک کے سامنے اپنی سپر ڈال دی اور بجز کلمات خیر کے اور کچھ نہ لکھ سکے، لہ

اس جگہ ہم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے علمی مقام پر بحث کرتے ہوئے ان کی تصنیفات و تالیفات، درس و تدریس اور بعض علمی مسائل کا ذکر کرنا چاہتے ہیں ان پر چیزوں سے کسی آدمی کا علمی مقام معلوم ہو سکتا ہے۔

حضرت جی کو شروع ہی سے کتب بینی اور مطالعہ کا بہت زیادہ شوق تھا، باوجود دعوتی، مجرم کار کے وہ مطالعہ کتب کے لئے وقت نکال ہی لیتے تھے، اسفار میں وہ مشغور سے سے وقفہ کو مطالعہ کتب کے لئے غنیمت شمار کرتے تھے، ایک مرتبہ میں نے

۱۔ ملاحظہ فرمائیے ترجمان القرآن، ۱۹۳۹ء، قلم کراچی جون ۱۹۶۶ء، معارف اعظمیہ، ۱۹۶۵ء

ان کی خدمت میں اپنی کتاب "حیاتِ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ" پیش کی، دوسری ملاقات میں فرمایا
 اس کو میں نے فلاں سفر میں پڑھ لیا ہے، اچھی کتاب ہے اور محنت سے لکھی ہے
 مطالعہ کتب کا یہ ذوق حضرت جی روم کو ابتداء ہی سے تھا، دہلی کے بازار میں جاتے
 تو کتب خانوں کا چکر لگاتے دلی کے کباڑیوں کی دوکانوں پر اچھی اچھی کتابیں معمولی
 قیمت پر مل جایا کرتی تھیں چنانچہ آپ کباڑیوں کی دوکانوں پر اسی شوق میں چکر لگایا
 کرتے تھے، طلب کتب اور مطالعہ کا یہ ذوق آپ کا اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اس کے
 سامنے اپنے والد صاحب کی دعوت و تبلیغ کی پرواہ تک نہیں کرتے تھے، بلکہ چھپے
 چھپے پھر کرتے تھے، اس اشتغالِ بالعلم کی وجہ سے حضرت جی کی نظریں بہت
 وسعت پیدا ہو گئی تھیں، درس و تدریس، تصنیف اور تقریر میں علمی رنگ بہت
 نمایاں نظر آتا تھا،

مولانا کے تحریری ذوق کے متعلق تو اتنا عرض ہے کہ آپ کو ابتدائے طالب
 علمی سے اس کا ذوق تھا، درسیات کا ترجمہ کرنا ان پر حواشی اور نوآند لکھنا، مضامین
 لکھنا یہ سب چیزیں آپ کی طالب علمی کا محبوب مشغلہ تھیں لہٰذا حضرت جی نے ایک مرتبہ مجھے
 ارشاد فرمایا:-

» بڑے حضرت جی! جب مجھے میوات جماعتوں کے ساتھ بھیجا کرتے تھے، تو
 میں بیل گاڑی کے چھکڑے میں اپنی کتابیں رکھ لیتا تھا، اور راستہ
 بھر پڑھتا پلا جاتا تھا، اور قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد جو کچھ مجھ کو لکھنا ہوتا تھا
 لکھ لیتا تھا:»

بیل گاڑی کا سفر اور اس کے جھٹکے پھر اس میں مطالعہ کا شغل دشوار کام ہے، لیکن
 مولانا کا ذوق ان تمام دشواریوں پر غالب تھا، جب ہی تو چند بیش قیمت کتابیں وجود
 میں آگئیں،

۱۔ روایت حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید عجم

امانی الاحبار

یہ امام طحاویؒ کی کتاب "شرح معانی الآثار" کی عربی شرح ہے، جس کو حضرت جیؒ نے تحریر فرمایا ہے، اب تک کتاب کی دو جلدیں چھپ سکی ہیں، تیسری جلد کا مسودہ موجود ہے، غالباً ابھی اس حصہ پر کام ہو رہا تھا، کہ قاصداً اجل آگیا، پہلے حصہ میں بڑے سا بڑے کے ۳۶ صفحات، اور دوسرے حصہ میں ۴۴ صفحات ہیں،

اس کتاب کی شرح کو مولانا نے کیوں اپنا مشغلہ بنایا، اس کے بارے میں اشارہ تو کتاب کے نام ہی میں موجود ہے، یعنی بزرگوں کی آرزو تھی کہ اس کتاب کی شرح لکھی جائے، چنانچہ رالم الحروف کی جتنے اکابر سے ملاقات ہوئی، ان کو متمنی پایا، کہ کوئی کسی طرح سے اس کتاب کی شرح لکھ دے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو تو اس کتاب سے ایک گونا گونا عشق سا تھا، انہوں نے خود بھی اس کتاب کے سلسلے میں کچھ کام کیا تھا، جیسا کہ سطور ذیل سے معلوم ہوگا، حضرت جیؒ نے اپنی اس شرح کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے:-

"كَانَ رَأْيِي فِي سَالِفِ الزَّمَانِ لَمَّا كُنْتُ مُشْتَغِلًا بِالْكَتَابِ الْمَدْرَسِيَّةِ كُنْتُ اخْتَارُ كِتَابًا مِنْهَا لَعَلِّي عَلَيْهِ تَعْلِيْقًا يَتَكَوَّنُ اَدْقَاتِي غَيْرَ اَدْقَاتِ الدَّرْسِ مَصْرُوفَةً فِي هَذَا التَّعْلِيْقِي حَتَّى وَصَلْتُ النَّوْبَةَ اِلَى كِتَابِ الْمَدِيْنَةِ فَاخْتَارْتُ كِتَابَ مَعَانِي الْاَثَارِ" (مقدمہ ص ۲۸ ج ۱)

دجب میں گزشتہ زمانہ میں کتب درسیہ میں مشغول تھا تو میری عادت یہ تھی، کسی کتاب کو سواشی و فوائد لکھنے کے لئے منتخب کر لیتا تھا، تاکہ ادقات درس کے علاوہ میرے ادقات مصروف و مشغول رہیں، یہاں تک کہ کتب حدیث کی نوبت آئی، تو میں نے شرح کے لئے کتاب معانی الآثار کو اختیار کیا۔
اس کتاب کی شرح میں حضرت جیؒ نے نہایت انہماک سے کام کیا اور بہت کافی ردیہ بھی صرف کیا، حضرت جیؒ کو معلوم ہو کہ مصر کے کتب خانہ میں علامہ عاقل بدر الدین عینی

کی اس کتاب پر ایک ضخیم شرح موجود ہے، چنانچہ ڈیڑھ ہزار روپیہ کے مصارف سے اس کتاب کے فوٹو حاصل کئے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم نے فرمایا: ”یہ مولانا محمد یوسف صاحب ہی کی ہمت تھی کہ اتنا روپیہ صرف کر کے اتنی دور سے اس کتاب کے فوٹو حاصل کئے“

میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم سے دریافت کیا کہ علامہ عینی ہی کی شرح کیوں نہیں شایع کر دی، تو ارشاد فرمایا، کتب خانے والوں نے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ اس کو شایع نہیں کریں گے، اور اتفاق سے یہ کتاب آخر میں حاصل ہوئی تھی، حضرت جی؟ اس کتاب کی شرح کو مختلف اوقات میں لکھتے تھے اور کتابیں اتارنے کے لئے دو تین طلباء کو اپنے پاس بٹھا لیتے تھے، ایک دفعہ معرب کے بعد پونچنے کا اتفاق ہوا تو اوپر بلایا، کیا دیکھتا ہوں کہ چاروں طرف کتابیں کھلی رکھی ہیں، اور حضرت جی؟ باری باری سے ان کا مطالعہ کر رہے ہیں، خود ہی ارشاد فرمایا: ”یہ امانی الاچار کی تیاری کر رہا ہوں“

کتاب کی خوبی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حدیث میں حنفی مسلک میں یہ نہایت عمدہ کتاب ہے، میں نے سیدی وسندی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ سے سنا ہے، کہ شرح معانی الآثار از امام طحاوی، حدیث کے فن میں ہائی کورٹ کا درجہ رکھتی ہے، ایسی عظیم الشان کتاب کی شرح بھی اتنی ہی شاندار ہونا چاہئے، سو الحمد للہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اس کا حق ادا کر دیا، اس شرح کے شروع میں حضرت جی نے ۶۸ صفحات پر کتاب کا عظیم الشان مقدمہ لکھا ہے، جس کے دو باب ہیں، پہلے باب میں سولہ فائدے یعنی سولہ فضلیں ہیں اور دوسرے باب میں دو فائدے یعنی دو فضلیں ہیں، پہلے باب کے فوائد میں امام طحاوی اور ان کی کتاب کے متعلق تفصیل کلام کیا ہے، اور دوسرے باب کے دو فائدوں میں سے

ایک میں سند کا ذکر ہے، اور دوسرے فائدے میں ان امور کا ذکر ہے، جن کا التزام دایم تمام حضرت جی نے اس کتاب میں فرمایا ہے تقریباً ۳۶ صفحات پر کتاب کے اسماء الرجال اور اشارات کی فہرست ہے، جو خود مستقل ایک اہم عنوان ہے میری ناقص رائے میں حضرت جی کی یہ کتاب فن حدیث میں اسلاف کے طرز پر نہایت عمدہ اور غیر فانی شاہکار ہے، جب زمانہ مستقبل کا مورخ اور محدث اس کتاب کو

دیکھے گا، اس کو فن حدیث میں حضرت جی کی جلالت علمی کا نہ صرف اعتراف کرنا پڑے گا، بلکہ اس کو معتقد ہونا پڑے گا،

اس جگہ میں یہ بات عرض کر دینا مناسب سمجھا ہوں کہ جس دن حضرت جی کا وصال ہوا اس دن میرے ایک دوست مولانا زاہد حسن صاحب نے فرمایا کہ رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ ملک گھر حضرت نانوتوی اور حضرت شیخ الہند کا جنازہ رکھا ہے، میں نے

عرض کیا کہ — ہمارے یہ دونوں اکابر ہندوستان میں دو بڑی تحریکوں کے مالک ہیں، حضرت نانوتوی علمی تحریک کے اور شیخ الہند جہاد کی تحریک کے، اور حضرت جی کی ذات میں یہ دونوں تحریکیں موجود تھیں اور ان کا انتقال ہو گیا ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

۲۔ حیاہ الصحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کو حضرات صحابہؓ کی ذوات قدسیہ سے خصوصی تعلق بچپن ہی سے تھا، یہ جب بچہ ہی تھے، اُمی بی فرمایا کہ تی تھیں، الیاس کیا بات میں تیرے ساتھ حضرات صحابہؓ کی صورتیں چلتی پھرتی دکھتی ہوں، حضرت شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے: جب میں مولوی محمد الیاس صاحب کو دیکھتا ہوں، تو فوراً حضرات صحابہؓ یاد آجاتے ہیں، یہی وجہ تھی، کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب حضرات صحابہؓ کے واقعات پڑھوا کر سنا کرتے اور ان سے کیف و سرور کی کسی دوسری دنیا میں مستغرق ہو جاتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے فخر زمانہ بھتیجے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

صاحب مدظلہ سے ایک کتاب "حکایات الصحابہ" لکھوائی،

حکایات الصحابہ اردو زبان میں پہلی کتاب ہے، جو حضرات صحابہؓ کے مختلف احوال پر مختلف عنوان کے تحت "ترتیب دی گئی ہے، یہ وہ کتاب ہے، جس کے تراجم انگریزی، جاپانی، اور دنیا کی مختلف متعدد زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کی حضرات صحابہ سے عشق و محبت کی نہ بچنے والی پیاس نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ حضرات صحابہؓ کی زندگیوں کو دعوت کے طرز پر پیش کیا جائے، اس کام کے لئے انہوں نے اپنے فخر زمانہ لائق فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو منتخب کیا اور امانی الاجارہ کا کام بیچ میں رکھا کہ اس کتاب کو ترتیب دلوانا شروع کیا، جس کا نام "حیۃ الصحابہ" حضرت مولانا مولوی ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نے رکھا، ۱۹۷۰ء

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو خود حضرات صحابہؓ سے عشق تھا بچپن ہی سے حضرات صحابہ کے حالات و واقعات کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور دوسروں کو سنایا بھی کرتے تھے، چنانچہ بچپن میں مصمام الاسلام اور محاربات الصحابہ کے پڑھنے اور سنانے سے بہت زیادہ دل چسپی تھی، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی حیات میں عشرہ کی نماز کے بعد سیرت کی کتابوں کے سنانے کا دستور تھا، اور اس خدمت پر مولانا کی حیات میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ مامور تھے، اور ان کے بعد بھی، اپنی سیرت تک انہوں نے اپنا یہی معمول بنائے رکھا، پھر والد محترم نے جب مشکوٰۃ شریف پڑھانی شروع کی تھی، حضرات صحابہؓ کے حالات کی تتبع ان کے ذمہ کر دی تھی، ... یہی وجہ تھی، کہ امانی الاجارہ کی شرح کو بیچ میں چھوڑ کر حیۃ الصحابہ کو والد محترم کے تعیین ارشاد میں ترتیب دینا شروع کیا،

حیۃ الصحابہ کیا ہے اس کے متعلق اپنی ناقص رائے تو یہ ہے، کہ اس طرز پر اسلامی

لٹریچر میں اب تک کوئی کتاب ترتیب نہیں دی گئی، حضرت مولانا علی میاں صاحب نے عربی کی اس کتاب پر عربی ہی میں ایک مبسوط تبصرہ فرماتے ہوئے آخر میں تحریر فرمایا ہے،

وَقَدْ جَمَعْتُ هَذَا الْكِتَابَ مِنْ أَحْبَابِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَسِيرَتِهِمْ
وَتَقْصِيرِهِمْ وَحِكَايَاتِهِمْ مَا يَنْدَامُ وَجُودُكَ فِي كِتَابٍ وَاحِدٍ الْمَخ

د مولف نے اس کتابت صحرات صحابہ رضی کی وہ خیریں، سیرت، قصے، حکایتیں جمع کر دی ہیں کہ جن سب کا وجود ایک کتاب میں نا در تھا،

سیرت، تاریخ، حدیث، رجال، طبقات کی کتابوں سے حضرات صحابہ رضی کے وہ حالات کہ جن میں دعوت کا پہلو سب سے زیادہ نمایاں ہے چھانٹ چھانٹ کر اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں، بڑے بڑے علماء کو میں نے یہ کہتے سنا ہے کہ ”کیا اس قسم کے واقعات موجود ہیں، لیکن انہوں نے جب اس کتاب کو مع حوالہ دیکھا تو انہیں اپنی کم علمی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی جلالت قدر کا اعتراف کرنا پڑا۔“

حضرت جی کے پاس وقت بہت کم تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات میں برکت دی تھی وہ اپنی مصروفیتوں میں سے بھی وقت نکال لیتے تھے جولائی ۱۹۶۲ء میں جب میں حاضر ہوا، تو حیاة الصحابہ پر نظر ثانی اور لفظی کا وقت انہوں نے عشاء کی نماز کے بعد نکالا تھا، چونکہ کتاب سنانا ان کے معمولات میں تھا، اس لئے وہ اس وقت حیاة الصحابہ سنایا کرتے تھے، شروع میں بہت دیر تک عبارت پڑھتے اور جہاں ضرورت ہوتی ٹھیک کرتے، اس کے بعد باب پر ایک تفصیلی تقریر کرتے، اس دن اتفاق سے علم کا بیان تھا، مولانا نے غالباً میری طبعی مناسبت کی وجہ سے بیان فرمایا:-

”اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال مطلوب ہیں، اور اعمال والی زندگی فضائل سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلے فضائل کو بیان کرنا چاہئے تاکہ اعمال زندہ ہوں اعمال کے وجود میں آنے کے بعد صحت و فساد کا سوال پیدا ہوتا ہے، اس وقت مسائل کی ضرورت ہوگی“

تقریر فرمانے کے بعد جب حجرہ میں تشریف لے گئے، تو مجھ سے دریافت کیا، کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کیا، اگر تعریف نہ سمجھی جائے تو عرض کروں میں نے آپ کی تقریر کو بہت غور سے سنا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ اردو میں قرآن پاک پڑھ رہے ہیں، آپ کے بیان کے وقت میں یہی سوچ رہا تھا کہ قرآن کی جو آیت آپ دلیل میں پیش کر رہے ہیں، وہی اس کا شان نزول ہے، اس پر مسکرا دیئے،

اصل عربی میں، حیاة الصحابہ کی تین جلدیں ہیں پہلی جلد ۲۰×۳۰ کے ۶۱۲ صفحات پر اور دوسری جلد ۱۲، ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے، تیسری جلد بھی اتنی ہی ضخیم ہے حیاة الصحابہ کی تینوں جلدوں کا اردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے، جو بہت مقبول ہے، اور پاکستان میں مولانا سہیل احمد صاحب نے حیاة الصحابہ کو جدید عربی میں شائع کرنے کی اجازت بھی حضرت جی رح سے حاصل کر لی ہے۔

۳۔ مختصر الطحاوی

امام طحاوی رح کی کتاب ”شرح معانی الآثار“ متاخرین و متقدمین سب ہی کی منظوری نظر ہے پہلے حضرت مولانا الیاس صاحب نے اس کتاب کی تلخیص مترجم کی، ان کے بعد حضرت جی رح نے اس کی تلخیص کی،

حضرت جی رح نے اختصار و تلخیص میں یہ کیا کہ پہلی فصل میں احادیث، دوسری فصل میں آثار صحابہ اور تیسری فصل میں امام طحاوی کی بحث و نظر کو لکھا ہے، حضرت جی رح نے باب صلوة مسافر تک اس کی تلخیص کی، اس کے بعد مولانا عبید اللہ صاحب نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے

احقر راقم الحروف نے زمانہ طالب علمی میں شرح معانی الآثار کی دونوں جلدوں کی اسی انداز میں تلخیص کی تھی، انیسویں کہ وہ مسودہ ضائع ہو گیا،

۴۔ چھ نمبر

حضرت جی مرحوم نے احادیث کی روشنی میں تبلیغی جماعت کے چھ نمبروں پر بھی

کچھ لکھا ہے یہ رسالہ عربی زبان میں ہے، اس کی فہرست یہ ہے،

۱	کلمہ طیبہ	از صفحہ ۱ تا ۱۶	۵	اکرامِ مسلم	از صفحہ ۱۷ تا ۷۴
۲	الصلوة	۱۷ تا ۲۰	۶	نفرتی سبیل اللہ	۲۱ تا ۳۰
۳	العلم	۲۱ تا ۲۲	۷	الینتہ	۲۳ تا ۲۴
۴	الذکر	۲۵ تا ۳۰	۸	ترک لایعنی	۳۱ تا ۳۳

درمیان میں کہیں کہیں خالی صفحات بھی ہیں، اور کہیں کہیں حواشی پر اضافہ بھی ہے، کتاب کا انداز بیان یہ ہے کہ ہر ایک عنوان پر بکثرت احادیث اور آثار صحابہ کا ذکر کیا ہے، گویا احادیث و آثار سے ان نمبروں کی اہمیت کو ثابت کیا ہے یہ کتاب ابھی مسودہ کی صورت میں ہے۔

دو کتابوں کی خواہش

مذکورہ الصدر دو کتابیں مطبوعہ اور دو کتابیں غیر مطبوعہ ہیں، ان کے علاوہ

حضرت جی کی خواہش تھی، کہ دو کتابیں اور تحریر فرمائیں

۱، ما ذایرید ان اللہ یرسلکم منہم، ما ذایرید ان اللہ یرسلکم منہم

بات دراصل یہ ہے کہ آج کل دنیا میں یہود و نصاریٰ کی تہذیب اس کثرت

سے رائج ہے کہ بڑے بڑے علماء صلحاء اور محدثین، کہ خالق ہوں میں گوشہ گیر حضرات

بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں ہیں، جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ جہاں دشمنوں کی تہذیب

نے تہجے گاڑ دیئے ہیں، وہاں سے اسلامی تہذیب رخصت ہو چکی ہے اور انوس کی بات

بھی ہے کہ ہم اسی میں خوش ہیں، اگر اتفاق سے ٹوک دیا جائے، تو اسلامی تہذیب کی

تحقیق پر اتر آتے ہیں، حضرت جی نے اس مرض کو اچھی طرح محسوس کیا، اور اس کے

علاج کے لئے ان دو کتابوں کی تالیف کی خواہش ظاہر فرمائی،

درس و تدریس

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کا طریقہ درس و تدریس

طریقہ درس سے ذرا کچھ مختلف تھا وہ طلباء سے زیادہ محنت کرانے پر بہت زور دیتے

تھے، یہی وجہ تھی کہ ان کی درسگاہ سے نکلے ہوئے طلباء جب کسی دوسرے مدرسہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دہلی وغیرہ میں جا کر داخل ہوتے تو ان درسگاہوں میں ان کو بلا امتحان داخل کر لیا جاتا تھا، لہ

ان کے طریقہ درس میں یہ بھی داخل تھا، کہ وہ منتهی طلباء سے ابتدائی طلباء کو درس دلایا کرتے تھے لہٰذا اس سے جہاں ابتدائی طلباء کی تعلیم ہو جاتی تھی وہاں منتهی طالب علم کی استعداد میں اضافہ ہوتا تھا، اور اپنے استاد کی نگرانی میں ایک لائق استاد بن جاتے تھے گویا ایک نسیم کی ٹریننگ ہو جاتی،

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے زمانہ طالب علمی ہی سے پڑھانا شروع کیا، اور آخر وقت تک اس کو اپنا محبوب مشغلہ بنائے رکھا، تقریروں اور بیانات، جماعتوں کی نگرانی اور انتظام نیز تصنیف و تالیف سے جتنا وقت بچتا طلباء کو پڑھانے میں صرف کرتے ایک دنہ راقم الحروف نے مولانا سے اپنی درسی مصدر و نیات کی شکایت کی، اور عرض کیا کہ میں پڑھانے سے اس قدر تھک گیا ہوں کہ جی چاہتا ہے کہ تھوڑے دنوں کے لئے کوئی آدمی مل جائے تو درسی ذمہ داری اس کے سپرد کر کے کچھ دن تبلیغ میں لگا دوں، تو نہ پایا۔

”ہرگز نہیں تبلیغ سے پہلے بھی یہی کام کرنا ہے اور تبلیغ کے بعد بھی یہی کام کرنا ہے، لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم مدرسوں کے مخالف ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے، ہم پڑھانے کو بنیادی کام سمجھتے ہیں اور حد یہ ہے کہ خود پڑھاتے ہیں، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پڑھانے کے کام کے ساتھ تبلیغ کو بھی لگائے رکھو۔“

حضرت جی اکشر و عبیشراہی داؤد شریف کا درس دیا کرتے تھے، میں نے دیکھا ہے کہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر میں حضرت درس کی تیاری کرتے، درپہر طلباء کو اپنے پاس بلا لیتے تھے حضرت جی کے سامنے پڑھنے والے طالب علم کا بیان ہے کہ حضرت جی نے ابتداً ابواب تفسیری کلام کیا کرتے تھے، اور اس کے بعد حدیث کے ساتھ اختلاف مذاہب اور متفقہ مسائل کی

دیسلیں بیان فرمایا کرتے تھے کہ

ایک تفسیری مسئلہ

ایک مرتبہ آیت مبارکہ :-

وَكَمْ فِيهَا مَا قَشَّهِيَ أَنْفُسُكُمْ ۗ ۝ الْآيَةُ

الآیۃ کے ذیل میں ایک طویل تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا،

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو انسان کی ضرورت کے لئے بنایا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ

جتنی چیزیں دنیا میں ہیں وہ سب انسان کی ضرورت کے لئے ہیں اور محدود ہیں۔ لیکن انسان

ضرورت سے آگے بڑھ کر خواہش کی منزل میں جب داخل ہوتا ہے تو خواہش لا محدود

ہیں، ایک محدود جگہ میں لا محدود خواہشوں کو پورا نہیں کیا جاسکتا، خواہشیں پوری ہونے

کی جگہ جنت ہے اور جنت کی تمام چیزیں حیرت انگیز ہیں اور لا محدود ہیں اسی چیز کو

قرآن پاک میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَكَمْ فِيهَا مَا قَشَّهِيَ أَنْفُسُكُمْ ۗ ۝ الْآيَةُ (جنت میں وہ سب چیزیں موجود ہیں جس کی تمہارے

نفوس خواہش کریں گے)

میرے ایک دوست بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت جی سے دریافت

کیا کہ ہمیں آپ کے مبلغ، آیت مبارکہ اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا رِجَالًا اور بجاری ہر حال

میں خدا کی راہ میں نکل جاؤ، سننا کر لائے ہیں تو کیا احکام جہاد سنانے کا وقت آگیا ہے

اس پر حضرت جی نے فرمایا، کہ یہ سوال مجھ سے صرف دو آدمیوں نے کیا ہے ایک شامی

دوست کے قائد نے اور دوسرے آپ نے، میں نے ان کو جواب دیا تھا، وہی آپ کو سنا

ہوں، اس کے بعد حضرت جی نے آیت مبارکہ "اَلتَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْمَأْمُونُونَ

السَّامِعُونَ الرَّكُوعُونَ اهْتَاجِدُونَ اَلْاُمُودُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالتَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ،

وَ اَلْمَخَافُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ" پر پورے ڈھال گھنٹہ اپنی خصوصی

۱۔ روایت مانظ محمد شفیع صاحب میواتی ۱۱۱۱ اتفاق سے ریڑھ بجنور میں، ارجمون کو جناب محمد ثانی کے الفاظ

میں ضرورت اور خواہش کے عنوان کے تحت اس تقریر کا خلاصہ شایع ہو گیا ہے

مجلس میں تقریر فرمائی، نیز فرمایا کہ "اَلَّذِي كَوَّنَ السَّاجِدَ دُونَ" سے عام مفسرین نے جو کچھ مراد لیا ہے، میری رائے اس کے برعکس ہے، یعنی رکوع و سجدہ سے مراد یہ بھی ہے کہ اللہ کی راہ میں تھوڑا بھی جھکو اور پورا بھی جھکو یعنی اللہ کی راہ میں حسب تقاضا جان و مال تھوڑا اور سارے کا سارا خرچ کر دے، غرض کہ اس طرح اس آیت کی تفسیر فرمائی، کہ جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت پوری طرح روشن ہو گئی،

سیرت کا ایک مسئلہ

منہجی طور ضلع بجنور کے علماء کے خصوصی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے وفود لشکر قبائل اور علاقوں میں بھیجے ہیں وہ سب دعوت کے لئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جہادوں کی تعداد ایک روایت کی بنا پر ۲۳ ہے اور دوسری روایت کی بنا پر ۲۹ ہے، ان میں سے نو کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "بعث مقاتلا"

"آپ نے جنگ کے لئے بھیجا،" بقیہ سب بارے میں یہی لکھا ہے کہ دعوت کے لئے بھیجا تھا، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک جنگ میں ایک کافر کو زخمی کیا تھا۔"

اس جگہ بتلانا یہ مقصود ہے کہ حضرت جی ۴ نے سیرت کو کس پنچ سے پڑھا اور اس کا کس طرح تجزیہ کیا ہے، یہ بات دراصل ایک عظیم مطالعہ اور اس میں بڑے عمور و خوض کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

ملفوظات اور تقریریں

ان تمام چیزوں کے علاوہ حضرت جی ۴ کی تقریریں، خصوصی مجالس میں علماء اور ہر طبقہ کے لوگوں سے ان کے مرتبہ اور سمجھ کے مطابق بات کرنا۔ اور اسی دوران میں اپنے تبلیغی کام کو نہایت احسن طریقہ سے پیش کر دینا یہ ان کی عالمانہ سمجھ بوجھ کی دلیل ہے۔ چند تاجروں سے گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

”اسلام کے ارکان“ میں کسبِ معاش داخل نہیں ہے، لیکن حیرت یہ ہے، کہ ہم لوگ ارکانِ اسلام کو تو ضائع کر رہے ہیں اور جو غیر ارکان ہیں ان میں اپنی زندگیاں گھپا رہے ہیں۔“

پاکستان میں آخری دورہ میں چند افسرانے ان کا تعارف آپ سے کرا دیا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا:-

”نیر القرون میں تو تعارفِ اعمال کے اعتبار سے کرایا جاتا تھا، کہ یہ تہجد گزار ہیں، یہ قائم اللیل ہیں یہ صائم النہار ہیں“ لے

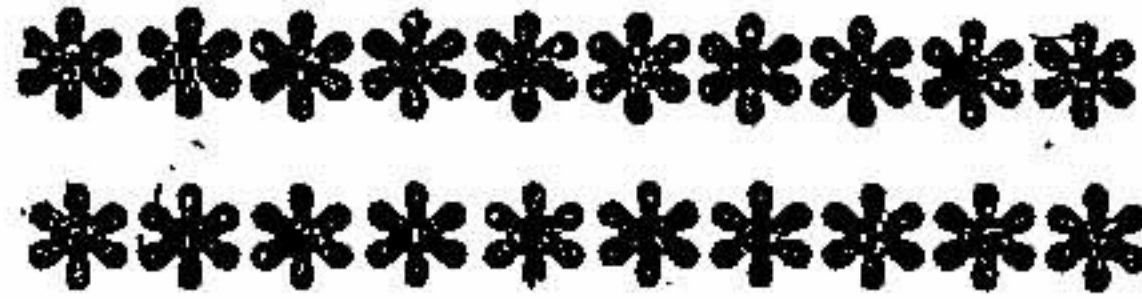
تاریخ عالم اور سیرت پر حضرت جبریلؑ کی گہری نظر تھی وہ دنیا کے گوشہ

اور موجودہ حالات سے بخوبی واقف تھے، اور واقف ہی نہیں بلکہ ان کے بارے میں اپنی رائے بھی رکھتے تھے، دیکھنے والے بظاہر ان کو نماز ہی کا آدمی سمجھتے تھے، راقم الحروف کے ایک دوست بیان فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ نے ابتدائے اسلام سے لے کر موجودہ زمانہ تک کی ان تمام تحریکاتِ اسلامیہ کو بیان فرمایا جو دنیا کے مختلف حصوں میں پیدا ہوئیں، اور ختم ہو گئیں، اور پھر ہر ایک کے متعلق اپنی رائے بھی ظاہر فرمائی کہ فلاں تحریک میں یہ خامی تھی، آخر میں انخوان المسلمون کی تحریک کے بارے میں بیان فرمایا:-

”حسن النبا الشہید نے جب مصر میں اپنے متبعین کے زبردست مظاہرے کا اعلا^ن کیا تو میں نے ان کو اپنے آدمیوں کے ذریعہ سے رد کیا، اور کہلوا یا کہ اُجیا دین کا جو کام آپ کر رہے ہیں اسے جاری رکھیے وہ ایک عظیم الشان کام ہے، طاقت کا مظاہرہ نہ کیجیے، ورنہ حکومت کی طاقت آپ کی مفید تحریک کو بھی کچل ڈالے گی، لیکن وہ نہ مانے“

بالآخر یہی ہوا کہ انخوان المسلمون کی تحریک کچل دی گئی، اس کے بعد حضرت نے میرے دوست کو مخاطب کر کے کہا کہ اب تم خود بتلاؤ کہ ہم نے عملیہ کار اختیار کیا

ہے، اس کے علاوہ اجیار المسلمین و اسلام کا دوسرا طریقہ اور کونسا ہے؟
 ان واقعات سے حضرت جی کی بالغ نظری اور بصارتِ علمی اور تدبیر و فکر کا
 بخوبی اندازہ ہو رہا ہے،



باب چہارم

افکار اور نظریات

یہ باب پہلے باب کا تکملہ ہے، یعنی اسی کا ایک جزو۔ مقصود ان سطور کے اضافہ سے جہاں حضرت جی رح کے علمی مقام کو ظاہر کرنا ہے وہاں یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ حضرت جی رح کے بارے میں بعض حضرات کا یہ خیال ”وہ تو صرف کلمہ و نماز کے آدمی تھے“ غلط ہے حضرت جی رح کے بارے میں یہ خیال کوئی حاسد یا متعصب ہی رکھ سکتا ہے، یا بالکل ان پڑھ کیونکہ معمولی صلاحیت والا آدمی صاحب فکر و نظر نہیں بن سکتا اور اختیار کے نظریات کو یاد کر لینے سے بھی آدمی بال بصیرت نہیں ہو سکتا، یہ تو خدا داد ایک ملکہ ہے، جو علم و تقویٰ کے بعد پیدا ہوتا ہے

موجودہ زمانہ میں ہمارے یہاں جہاں اور بہت سی خرابیاں ہیں ایک کم مائیگی یہ بھی ہے، کہ صاحب فکر و نظر ہمارے درمیان بہت کم ہیں، بلکہ نہیں ہیں، ذاتی طور پر میں ان حضرات کو قابل قیادت نہیں سمجھتا، جو ہیں تو ہمارے ہی، لیکن نظریات دوسروں کے رکھتے ہیں، حضرت جی رح میرے نزدیک بہت بڑے صاحب فکر اور بال بصیرت مسلمان تھے، دُور سے دیکھنے والا ان کو کچھ بھی کہہ دے، لیکن جن کو چند منٹ بھی ان کی صحبت حاصل رہی وہ یہی کہے گا:۔

وہ کم نصیب مقام نظر کو کب جانے

جو ان کے دل کی ملتدی کاراز نہ جانے

میرے نزدیک اس قسم کی فکر و نظر والے صدیوں کے پیدا ہوتے ہیں، اور وہی

ملت کو بنا جاتے ہیں، حضرت جی؟ کی نظر و فکر کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے۔
 اُمت بننے کا تصور

موجودہ زمانہ میں علاقوں اور التالوں کی تقسیم کے ساتھ ساتھ الفاظ اور محاوروں تک کی تقسیم ہو گئی ہے، چنانچہ ہمارے درمیان ایک گروہ ایسا ہے جو اردو ادب کے ذریعہ ہی طبقات کی تقسیم کرتا رہتا ہے، اگرچہ زبان و محاورے کسی کی ملکیت نہیں ہوتے، مگر انہوں نے ایسا ہی کر رکھا ہے، چنانچہ اگر کوئی آدمی لفظ اُمت یا ملت بولتا ہے، تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں ہے، اگر کوئی لفظ، قومیت، بولتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں ہے
 ”خسر د کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خسر د“

ایسے زمانہ میں حضرت جی رحم نے ایک تقریر فرمائی، جس کا ایک ٹکڑا ذیل میں درج ہے، غور فرمائیں:-

یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے اس کو امت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مشقتیں اٹھانی ہیں اور ان کے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوشش کی ہے کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں، بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔“

غور فرمائیے! حضرت جی رحم نے موجودہ نظریات اور ان کی تخریبی کارروائی اور اس کا پس منظر کس طرح بیان فرمایا ہے یہ بات کوئی معمولی نظر والا نہیں کہہ سکتا، ان جملوں میں حضرت جی؟ نے ”مسک قومیت“ کی تردید فرمائی ہے، اور صاف طور سے بیان فرما دیا ہے کہ ”قومیں اوطان سے بنتی ہیں“ یہ نظریہ یہودیوں اور نصرائیوں کا ہے مسلمانوں کا نہیں ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہے
 ”امت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سینکڑوں، ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر امت بنتی ہے، جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ امت کو ذبح کرتا ہے، اور حضور اور صحابہؓ کی محنتوں پر

پانی پھرتا ہے، امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہلے خود ہم نے اپنے کو ذبح کیا، یہود و نصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے۔“

یعنی یہود و نصاریٰ نے اپنے نظریہ کی پھری ہمارے ہاتھ میں دے کر چلوادی اور بعد میں خود خیر خواہ بن کر ہمارے ساتھ شریک ہو گئے، اس طرح امت مسلمہ کا مکمل زوال کر دیا، اور ہم یہی سمجھتے رہے، کہ یہ بھی کوئی خدمت دین ہے، اس کے بعد ارشاد فرمایا:-

”یہ امت اس طرح بنی ہے، کہ اس کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی

برادری، اپنی پارٹی، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان کا حامی نہ تھا۔“

غور فرمائیے! حضرت جی کیا فرما رہے ہیں، بلاشک حضرت جی اس صدی کے مجدد تھے، مجدد وہی ہوتا ہے کہ اعمال میں تبدیلی کرے، اور نظریات اور عقائد کو پھیر کر پھرتیزہ سو سالہ قبل والا منظر دکھائے

”یہی تیرے زمانہ کا امام برحق

حضرت جی رح نے ارشاد فرمایا:-

”میرے بھائیو! اور دوستو! اللہ اور رسول نے ان باتوں سے منع فرمایا

ہے، جن سے دلوں میں فرق پیدا ہو اور پھوٹ کا خطرہ ہو۔“

ان تمام امراض کو شمار کرانے کے بعد جو خرابی کی جڑیں فرماتے ہیں:-

”اس کا علاج اور توری ہی ہے کہ تم اپنے کو حضور والی محنت میں لگا دو اور

مسلمانوں کو مسجد میں لاؤ ایمان کی باتیں ہوں بتلیم اور ذکر و حلقہ دین کی محنت

کے مشورے ہوں۔“

بات بظاہر ذرا سی معلوم ہوتی ہے، اور کہنے والے کہہ دیتے ہیں، یہ تو ٹاپنے کی بات

نہے، لیکن کوئی مفکر اور مجدد اپنی بات کہنے کے بعد اصلاح کے لئے سب سے پہلے پہلی

اینٹ کو درست کرتا ہے، دیکھنے والے بھلے ہی کہیں کہ یہ اس اینٹ سے پہلے کس

طرح بنائے گا، اور کس طرح اس خلیج کو پاٹے گا، مگر خلیج کو پاٹنے کے لئے سب سے

پہلے بنیاد کی اینٹ درست کرنی پڑتی ہے،

اسلام میں لچک

موجودہ زمانہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو زمانہ حال کی لچک دنگ دیکھ کر کہتے رہتے ہیں، اسلام میں لچک پیدا کرنی چاہئے اور اس کو حالات اور زمانہ سے ہم آہنگ بنانا چاہئے اس کے اندر سے فرسودہ پن دور کرنا چاہئے، حضرت جی رحم نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا:

”آج کہتے ہیں، کہ اسلام موجودہ زمانہ میں چلنے والا نہیں ہے، ٹھیک ہے! لیکن کا ذہن رکھنے والوں میں دینے کا طریقہ کیسے چلے، اسلام کو اپنی خواہش اور اپنی حالت کے مطابق بناؤ گے، تو وہ اسلام ربیکا ہی نہیں، وہ تو تمہاری بنائی ہوئی، ایک چیز بن جائے گی۔“

مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی مذہب ہو اس کے وجود میں آنے کا منشا ہی صرف ایک ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ زمانہ کے لوگ اپنے اعمال اور کردار کو مذہب کا پابند بنائیں اور اگر ایسا نہ ہو سکے، بلکہ جس زمانہ میں جیسے لوگ ہوں اور جس قسم کے ان کے اعمال اور کردار ہوں، دلیسے ہی اس مذہب کے اصول اور قانون ہو جائیں، تو پھر مذہب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، کیونکہ پھر زمانہ کے چلن کا نام ہی مذہب ہو جائے گا، اور اس مذہب کا جو بھی نام رکھا لیا جائے، چنانچہ یہ دیکھ کر کچھ لوگوں کا کہنا ہے، کہ مذہب کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے لئے ایک آرڈر اور رکاوٹ اور نفرت کی دیوار کھڑی کر دیتا ہے ایسے پاگلوں سے کیا بات کہی جائے؟

ہماری گزارش صرف موڈرن مولاناؤں اور موڈرن مسلمانوں سے ہے، وہ یہ کہ حضرت جی رحم نے پتہ کی بات کہہ دی ہے کہ مذہب اسلام ایک آسمانی اور خدائی مذہب ہے اس کے اصول اور قوانین خدا اور اس کے رسول کی عطا ہیں ان کو رائج ہونا چاہئے تاکہ بگڑے ہوئے انسان اس کے پابند ہو کر انسانیت کا نمونہ پیش کر سکیں، ان میں لچک جس قدر ہے، وہ مقرر شدہ ہے، اب مزید لچک پیدا کرنے کا مطلب تبدیل اور تحریف

کے سوا کیا ہے؟ تبدیلی اور تحریف کی صورت میں اسلام نہ ہوگا، بلکہ لوگوں کی خواہش کے مطابق کوئی دوسری چیز بن جائے گی،

کامیابی اور ناکامی

آج کل ایجادات کی کثرت کی وجہ سے اور جدید نظام معیشت کو دیکھ کر لوگ اشیاء کی کثرت میں عزت اور کامیابی دیکھتے ہیں، حضرت جبریل نے فرمایا۔

یہ خیال غلط ہے کہ ملک و مال ہاتھ میں آئے گا تو اسلام چلے گا، ملک و مال تو اسلام کو زندہ درگور کر رہے ہیں، آج جن کے ہاتھوں میں حکومت اور اس کے خزانے ہیں، وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نمائندے نہیں، بلکہ وہ فقیر کسری، شداد، مزود کے نمائندے ہیں، ان سے حیاتِ اسلامی کی توقع بالکل غلط ہے، ان کے ہاتھوں اسلام کا حال دیکھ کر دل کہتا ہے،

اِنِّیْ اَسْـَٔلُکَ اَللّٰہَ بَعْدَ مَوْتِہَا "اللہ اس مردے میں جان کیسے ڈالے گا؟"

ایک دوسری تقریر میں ارشاد فرمایا،

"آدمی سمجھتے ہیں کہ کھیتی اور باغات سے زندگی بنتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کو کھیتی اور باغات کے باوجود ہلاک کر دیا"

اسی تقریر میں آگے چل کر ارشاد فرمایا۔

عزت اور ذلت روم اور امریکہ کے نقشوں پر لائوں، میں نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے، اور اس کے یہاں اصول و ضوابط ہیں جو شخص یا قوم یا خاندان چمکانے والے اصول لائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو چمکا دے گا، اور جو مٹنے والے کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دے گا۔ یہود کی اولاد نے اصول توڑے تو اللہ تعالیٰ نے انکو مٹو کر مار کر ہلاک کر دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بت پرستوں کی اولاد تھے، انہوں نے چمکانے والے اصول اختیار کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چمکا دیا، اللہ کی رشتہ داری کسی سے

نہیں ہے اس کے یہاں اصول و ضوابط ہیں، جو بھی ان کو اختیار کرے گا، جکے گا۔“

اس کے بعد کامیابی کا راز بتلاتے ہیں۔

”کامیابی اور ناکامی انسان کے اندر کا حال ہے، باہر کی چیزوں کے نقشہ کا نام کامیابی اور ناکامی نہیں، انسان کے اندر کی مایا اس کا یقین اور اس کے اعمال ہیں، انسان کے اندر کا یقین اور اس سے نکلنے والے اعمال اگر ٹھیک ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کامیابی کی حالت پیدا کر دیں گے، خواہ چیزوں کا نقشہ کتنا ہی لپست کیوں نہ ہو۔“

مثلاً عروہ بدر میں سائیل اور چیزوں کے اعتبار سے تو حالات بہت کمزور تھے مگر شکر کار بدر کے یقین اور اعمال نہایت مضبوط تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے کمزور والے ناکام ہوئے، اور کمزور سامان والے کامیاب ہوئے، اس کے بعد ارشاد فرمایا:۔
”ایمان ظواہر پر اور ظواہر کے مطابق، یقین کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ ظواہر اور رواج، مشاہداتِ انسانیہ کے خلاف خداوند قدوس کی ذات و صفات اور ان کے والے اعمال اور ان اعمال کی خبروں پر یقین رکھنے کا نام ایمان ہے۔“

حضرت جی اعمال کے اوپر کیسا یقین رکھتے تھے؟

”دور حضور سے صادر ہونے والے اعمال کو خدا نے ایٹیم بم سے زیادہ طاقتور بنایا ہے، اور ایک ایک عمل کو عالم میں تغیر کا ذریعہ بنایا ہے، زیادہ ہے، صلوة استسقاء زمین کے حالات میں تغیر کا ذریعہ ہے۔“

حضرت جی رح کے یہ خیالات اور افکار تو تقریر اور ملفوظات کی روشنی میں ہیں اب ان کے مکاتیب کی روشنی میں ان ہی چیزوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

مکتوب ۱۱

بستی حضرت نظام الدین

۱۶ ربیع الثانی

محترم و مکرم بندہ و فقنا اللہ و ایاکم لما یحب و یرضی لہ
 السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ ملا، حالات کا علم ہوا، اللہ
 تعالیٰ جملہ پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے، میرے بھائی دعا کی قبولیت کے
 لئے، دعا والا راستہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اگر دعا والا راستہ نصیب
 ہو جائے تو پھر دعا کے ذریعہ تمام پریشانیاں دور ہو سکتی ہیں، اور حقیقی کامیابی
 نصیب ہو سکتی ہے، دعا والا راستہ مال و ملک والا راستہ نہیں ہے، بلکہ
 اعمال والا راستہ ہے، جس کو لے کر حضرات انبیاء علیہم السلام تشریف لائے
 انہوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا جامع اور مکمل طریقہ پیش فرمایا اور
 ایسی محنت چھوڑ کر تشریف لے گئے کہ اگر وہ محنت ہوتی رہے، تو پھر انشاء اللہ
 ہماری زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کے احکامات داخل ہوں گے، تو پھر ہماری
 انفرادی اور اجتماعی زندگیاں سب درست ہو جائیں گی، اور سکون والی
 زندگی نصیب ہوگی، اب ضرورت ہے کہ پہلے یہ محنت زندہ ہو، اور اس
 کے لئے اوقات فارغ کر کے مقامی اور بیرونی نقل و حرکت میں پوری طرح
 شریک ہو جائے، باہر جماعت میں نکل کر پہلے صحیح جذبہ اور اصول کی پابندی
 پیدا کی جائے، اور ان کی مشق کی جائے، اور مقامی اجتماع اور گشت اور
 روزانہ کی تعلیم میں خود شریک ہوتے ہوئے متعلقین کو پوری کوشش کر کے
 شریک کیا جائے۔

بندہ محمد یوسف عفرلہ تعلیم عقیل احمد

مکتوب ۲

بستی نظام الدین

۲۲ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ

محترم و مکرم بندہ و فقنا اللہ و ایاکم لما یحب و یرضی

۱۷ مکتوب لغایۃ بنا بنام نواب محمد صمیر الدین صاحب منجلی ہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جماعتوں کی نقل و حرکت، چہل پہل کا حال سن کہ بہت خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ سب کی کوششوں میں دن و رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، آپ نے تحریر فرمایا تھا، کہ اول جون میں ایک چلہ کی جماعت آنے والی ہے، اس کا انتظار ہے، امید ہے کہ جناب خود بھی تشرف لائیں گے، جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے پوری کوشش کر کے اس جماعت میں زیادہ سے زیادہ احباب کو جوڑ کر لایا جائے،

”حزب البحر“ اور کتاب ہے اور ”الحزب الاعظم“ الگ کتاب ہے، ابھی فی الحال حزب البحر کی اجازت نہیں ہے اور الحزب الاعظم کا درد فرمائیں، اشارہ اللہ سارے خواب اچھے اور مبارک ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی پوری حیرت برکت سے آپ کو سرفراز فرمائے، مقامی کام گشت و تعلیم، قرب و جوار کی کی تین تین دن کی جماعتوں میں نکلنے کی طرف بھی احباب کو جوڑتے رہیں، اس جماعت میں جتنے احباب کو زائد سے زائد جوڑ سکیں جوڑ کر لائیں، فقط

بندہ محمد یوسف عفرہ بقلم محمد مبین

مکتوب ۳

از لیبتی حضرت نظام الدین

۲۷ رمضان المبارک

محترم و مکرم بندہ زید مجید کم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ مزاج اچھے ہوں گے، آپ کا گرامی نامہ صادر ہوا، کاشف احوال ہوا، مسرت ہوئی، اللہ پاک آپ کی مساعی جمیدہ کو قبول فرما کر ہدایت کو عام فرمادیں، اور ہم سب کو مزید ترقیات اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

اصل اجتماع ابھی سے شروع ہے وہ آئندہ ایام تو اختتام اجتماع کے ہیں قبل از اجتماع حقیقی محنت ہوگی کام متعدی ہوگا، اور جتنا یہ کام پھیل

جائیگا اس کے بقدر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی نسبت نصیب ہوگی،
 لہذا آپ اپنے یہاں سے ابھی سے احباب کو چلوں کے لئے نکالیں
 خصوصاً عید الفطر کے موقع پر ضرور نقد جماعتیں نکالیں، اور اجتماع سے
 پہلے مضامین میں خوب جماعتیں پھرائیں، ہر ہر گاؤں میں جماعتیں کام
 کریں، اور مضامین والوں کو اس پر آمادہ کریں، کہ وہ اجتماع میں جماعت
 بنا کر شرکت کریں، اور تشکیل کی صورت میں اپنے ہاں کے مقام پر ہر
 ماہ کے تین یوم اور ہر ہفتہ کے دو گشت روزانہ کی تعلیم تسبیحات کا اہتمام
 کریں، حالات سے مطلع فرماتے نہیں، آپ کے ماموں صاحب کو اللہ
 پاک صحت کاملہ عنایت فرمائیں، احباب کو سلام مسنون، بندہ محمد یوسف

عفزلہ

مکتوب ۱۱۱

محترم و محرم بندہ زید عبد کرم
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا
 تمہارا خط ملا، حال معلوم ہوا، اور تمہارے کام سے بہت مسرت ہوئی، اللہ
 رب العزت تمہاری مساعی جمیلہ کو بہت ہی قبول فرماوے، اور رمضان
 شریف میں جو علم اجتماع کر رہے ہو، اللہ پاک بہت ہی کامیابی کی صورت
 پیدا کریں، اور اہل عالم کے لئے ایمان و عمل صالح علم و ذکر اور اخلاص احقان
 کو امت میں زندہ فرماوے، مقامی کام کو خوب بڑھایا جائے، نقد جماعتیں
 چلوں کی بنا کر یہاں روانہ کریں، رمضان شریف قرآن و ہدایت اور اعمال
 کی صحت کا مہینہ ہے، اگر ہم اس ماہ مبارک میں نکل کر اصولوں کے ساتھ
 دین کے لئے محنت کریں گے، تو اللہ رب العزت کی ذات سے امید
 ہے کہ اہل عالم کے لئے ہدایت کا راستہ کھل جائے گا، اس لئے اس
 ماہ مبارک میں ضرور جماعتیں نکالی جائیں، احباب کو سلام مسنون،

فقط والسلام، بندہ محمد یوسف، بقلم رحمت اللہ

مکتوب ۵

از بنگلہ دالی مسجد

محترمی و مکرمی، سلام مسنون

الحمد للہ خیریت سے ہوں، امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، بھائی بڑی سعادت اس میں ہے، کہ اللہ رب العزت دین کی فکر عطا فرمادیں، اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اعمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر متقل اخلاص سے محنت کے بعد مسجد دل لے نقشہ کو زندہ کیا جائے، اور چوبیس گھنٹہ کے اوقات کا محاسبہ کیا جائے کہ کہاں خرچ ہوتا ہے، اور کہاں خرچ ہونا چاہئے تھا، اپنی ضرورتوں کے حصول کے بعد جو وقت بچے وہ غلط طریقہ سے خرچ نہ ہو۔ بلکہ مسجد میں تعلیم و نماز، ذکر و دعا میں صرف ہو اور لوگوں کو اس میں مشغول رکھا جائے، ہفتہ کے دو گشت، ہینہ میں تین دن کی جماعتیں بنا کر برابر اپنے آس پاس کے علاقوں میں نقل و حرکت کرتی رہیں، اس سے کام کی ایک فضا پیدا ہوگی۔ خوب حجم کردعا میں کریں، اور وقتاً فوقتاً نظام الدین ضرور آتے رہیں۔ تمام احباب سے سلام عرض کریں،

بندہ محمد یوسف عفی عنہ بقلم نسیم اختر

مکتوب ۶

مکرم محترم بندہ وقتنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضی
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ خط سے حالات معلوم ہوئے، علالت طبیعت سے رنج و افسوس ہے، یہ مصائب اور بلایا تو مومن کے درجات بڑھانے کے لئے ہیں بس صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے ہر حال میں دین اور دعوت کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہوا اور ان

اعمال مسجد ہی سے اللہ سے ملنے کا یقین کامل ہو، جیسے آج کل
تجارت، زراعت سے نفع ملنے کا یقین ہوتا ہے، اجتماع کی کامیابی
کے لئے ہم سب دعا کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ، اسی دیر اور دور
کے لئے جماعتیں نقد نکالیں اور دین متین کے پھیلنے کا ذریعہ بنائیں
اللہ پاک آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے

فقط بندہ محمد یوسف، بقلم احسان الحق

مکتوب ۲: محترم و مکرم بندہ و فقنا اللہ و ایاکم لما یحب دیر صفا

سلام مسنون، امید ہے، کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے، نامہ آپ کا ملا۔
حالات پڑھ کر خوشی ہوئی، دعا ہے اللہ تعالیٰ آئندہ ہونے والے اجتماع
میں بھی کامیابی نصیب فرمائے، اصل میں اللہ رب العزت اس آدمی کی
محنت پر دین کو زندہ فرمانے کا اور ہدایت کو عام کرنے کا ارادہ فرماتے
ہیں، جو اس کے دین کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے والا ہو، اللہ
پالنے والے ہیں، جو اس یقین کے ساتھ اپنے تقاضوں کو دبا کر اور آگے
پھیپے کر کے، دوکان اور بیوی بچوں کی مشغولیت میں کم وقت لگا کر اور اللہ
کے دین کے لئے زیادہ وقت لگائے گا۔ اپنے آرام و راحت کو دین
کے مطالبہ پر قربان کرے گا، اللہ رب العزت ایسے شخص کو اس کی قربانی
سے خوش ہو کر اس کی دعاؤں پر لوگوں کے قلوب کو ہدایت کے لئے
اور دین کی طرف پھیرنے کا ارادہ فرماتے ہیں، اس لئے الحمد للہ آپ
جتنی محنت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، اور اس میں
اور زیادتی فرمائے، مقامی کام کی ترتیب کو بھی قائم کریں، فقط والسلام

بندہ محمد یوسف بقلم الطاف احمد

مکتوب ۲

مکرم و محترم بندہ۔ و فقنا اللہ و ایاکم لما یحب دیر صفا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا حفظ طاعتی جہد و جہد اور دین کی
سرسبزی اور آخرت کے سدھار کے لئے سعی و کوشش کا معلوم ہو کر
مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں، اور مزید توفیق بخشیں، آمین
الحمد للہ علی احسانہ یہاں پر بھی رمضان المبارک میں ادوات فارغ کر کے
آنے والوں کی اس قدر کثرت ہے کہ ۱۸، ۲۰ سال کے عرصہ میں دیکھنے
میں نہیں آئی، اللہ تعالیٰ اس مبارک مہینہ اور اسی کے ساتھ شوال، ذیقعدہ
ذوی الحجہ چاروں مہینوں کی خیر و برکات میں ہم آپ سب اہل علاقہ کا
پھر پورہ حصہ نصیب فرمادیں۔ اور تمام عالم اسلام میں تفریح اوقات کی
توفیق حاصل ہو اور اعزاء و اہل و عیال کو فلاح دارین بخشیں اور
صحت و عافیت عطا فرمائیں، فقط والسلام، نیز احباب کی خدمت میں
ہدیہ سلام مسنون پہنچادیں، اور تبلیغی حالات سے برابر مطلع فرماتے رہیں
بندہ محمد یوسف عفی عنہ بقلم محمد شفیع

مکتوب ۹

مکرم بندہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
جناب کا گرامی نامہ کاشف احوال ہوا، حالات سے بڑی مسرت ہوئی
یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی فضل ہے کہ بیک وقت تین جماعتیں آپ کے
یہاں پہنچ گئیں، اللہ تعالیٰ ان کے پہنچنے کو قبول فرما کہ آپ کے
یہاں کام کو انتہائی ترقی عطا فرمائیں، امید ہے کہ ان جماعتوں سے
خوب فائدہ اٹھایا گیا ہوگا، اور نقد جماعتیں بھی نکلی ہوں گی،
میرے محترم دین کی یہ مبارک محنت سارے عالم کے لئے باعث
برکت و رحمت ہے۔ بلکہ زیادہ امت کے اندر اس کا رواج پڑے گا
اور نقل و حرکت ہوگی، اللہ تعالیٰ کے قہر کے دروازے بند ہوں گے
اور امن و عافیت کے دروازے کھلیں گے، اس لئے محنت کو خوب بڑھائیں

مقامی طور پر مسجدوں میں پابندی کے ساتھ تعلیم، ہفتہ کے دو گشت، سویرے شام شبیحات کی پابندی کی کوشش اور ہفتہ میں ایک شب تمام احباب کے ساتھ مسجد میں شب کذاری کا اہتمام فرمائیں، اور پینے میں تین دن کی جماعت کا اطراف میں پھینے کا نظم بنائیں، کوشش فرما کر زیادہ سے زیادہ افراد کو یہاں روانہ فرمائیں، جو لوگ جماعتوں میں وقت لگا کر واپس ہوں، ان کو مقامی کام میں پورے طور پر جوڑنے کا آپ بھی اور آپ کے تمام رفقاء کوشش فرمائیں ورنہ تبلیغ کے زمانہ میں جو اثرات قائم ہوتے ہیں، وہ مقامی کام میں نہ جوڑنے کی وجہ سے بہت جلد ختم ہو جاتے ہیں، آپ کے لئے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے، اور دین کی محنت کو پورے طور پر قبول فرمائے، تمام رفقاء اور مقامی کارکنوں کی خدمت میں ہمارا سلام عرض کر دیں، فقط والسلام

بندہ محمد یوسف یقلم محمد خالد

مکتوب نما

مکرمی و محترمی ارشدنا اللہ فی سبیلہ جدّاً وسیعاً
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ باعث مسرت ہوا
اللہ جل شانہ محض اپنے فضل و کرم سے اعمال میں مزید ترقی فرمائیں، زیادہ
سے زیادہ محنت کر کے اپنے علاقہ سے فی گھر ایک ایک آدمی نکالنے
کی سعی کی جائے، اور ان کو تین چلوں کے لئے آمادہ کیا جائے۔ اگر
یہ رواج دنیا میں پڑ جائے، تو امت کی تمام پریشانی دور ہو کر تمام عالم
میں راحت و سکون آویں گے، ورنہ ایسے حالات آویں گے، جیسے
آج کل آرہے ہیں، جو لوگ پہلے کام کر چکے ہیں، انہوں کو زیادہ
تمام نکال کر یہاں کی کوشش فرمادیں، کیونکہ میری غیر موجودگی

میں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو کہ پورے ہندوستان میں لقلو
 حرکت کر سکیں، حق تعالیٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم کو دین
 کی سرسبزی راہے کام کے لئے قبول فرمایا، اس شکر گزاری میں اگر ہمارے
 تمام مال و جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگا دیا جائے، تب بھی کم ہے۔ حجاز
 مقدس عمرہ کے لئے میری روانگی ۸ اکتوبر رات کے ۹ بجے متیقن ہے
 میری طرف سے سب جماعت والوں کو سلام اور دعا کہہ دیں، فقط
 بندہ محمد یوسف عفی عنہ، بقلم محمد ابوالقاسم

باب پنجم

سُلوک اور تصوّف یا بالفاظ دیگر طریقت کا مقصود انسان کے قلب میں ملکہ یادداشت

پیدا ہو جانا ہے، جس کو شرعی اصطلاح میں احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ کیفیت، جس طریقہ عبادت سے بھی، حاصل ہو جائے، وہی محمود ہے اس کے بعد اور اہم مسنونہ اور اذکار مسنونہ میں زندگی گزارنا حاصل عبدیت سے اس لئے اس جگہ ہم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تعلیمات سلوک و تصوف کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں،

ان تعلیمات کا ذکر اس جگہ اس وجہ سے بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ جو اپنے زمانہ کے شیخ دقت تھے، ان ہی کی تعلیمات اور ہدایات کی بدولت اس مقام پر فائز ہوئے تھے، اب یہی یہ بات کہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کی تعلیمات کن بزرگوں کی تعلیمات سے مقتبس ہیں، اس کے اثبات کے لئے ابتداءً بطور تمہید ان بزرگوں کی تعلیمات کا ذکر بھی لازمی ہے،

حضرت گنگوہی رح

حضرت گنگوہی رح حضرت شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے شیخ ہیں، ان کے متعلق

آپ فرماتے ہیں،

حضرت گنگوہی رح اس دور کے قطب الارشاد اور عہد دتھے، لیکن مجدد کے لئے ضروری نہیں ہے، کہ سارا تجزیہ کام اسی کے ہاتھ پر ہو، بلکہ اس کے آدمیوں کے ذریعہ جو کام ہو وہ سب بھی بالواسطہ اسی کا کام ہے جس طرح

خلفائے راشدین بالخصوص حضرات شیخین کا کام فی الحقیقت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کام ہے۔“ لے

حلقہ علمائے دیوبند میں سلوک و تصوف، شریعت و طریقت میں سنت کے مطابق مذاق صرف حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا مرہون منت ہے، انہوں نے اپنے متبعین میں دین کا وہی تصور چھوڑا جو حضرات صحابہؓ اور خیر القرون میں تھا، حضرت گنگوہیؒ کا نظریہ تصوف

حضرت گنگوہی سلاسل اربعہ میں بیعت فرماتے تھے، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے بیعت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا،

”میں چاروں سلسلوں میں اس وجہ سے بیعت کرتا ہوں تاکہ مرید کے قلب

میں دوسرے سلسلوں کی الہامت کا جذبہ پیرا نہ ہو جائے“ لے

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے ذکر و فکر اور تسبیحات کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

”ذکر جہر کی اب کچھ حاجت نہیں، ذکر اصل میں تذکر قلب ہے اور

جب ذکر قلبی حاصل ہوا، اب زبان کی کچھ ضرورت نہیں خصوصاً جب ذکر جہر

سے دل گھبراوے، اس وقت ذکر زبانی کا ترک لازمی ہے جس ذکر سے

دل کو سرور ہو اس کو کرنا چاہیے، مثلاً ”تسبیح، تحلیل، تمجید میں یا فکر میں یا شکر

میں یا جس پیرایہ میں حضور حاصل ہووے، اس پر ہی قناعت کر، اصل سب

کا حضور ہے لے

دوسرے خط میں حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:

”اور شغل آپ کے واسطے بجز تلاوت قرآن شریف و اذکار ماثورہ و

نوافل کوئی ضرورت نہیں، یہی موجب ترقی اور باعث ازدیاد یقین

ہوں گے، لے

تفسیر سے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں،

لے ملفوظ ۱۲۴ لے ملفوظ ۱۲۴ لے مکتوب شیخ الاسلام معناسکھ مکتوبات رشیدی

”اب یہ شغل ہے جس کا مظہر کلمہ توحید لالا اللہ ہے اور قرآن پاک،

درود، حزب الاعظم اور وظائفِ حدیث، لے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے بڑے بھائی، جناب مولانا محمد صاحب جن کو اورادِ مسنونہ، نماز، تلاوت قرآن پاک سے بڑا شغف تھا، وہ جب حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا:-

آپ کو اس کی حاجت نہیں، جو اس طریقہ اور ان ذکر و اذکار کا مقصود ہے۔ وہ آپ کو حاصل ہے، لے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقصود بالذات انسان میں عبودیت اور صفت انسان کا پیدا ہونا ہے یعنی جسم انسان تابع فرمان الہی اور مطیع ارشاد نبوی رہے، اور شریعت پر عمل کرنا اس کی عادت ثانیہ بن جائے، اور قلب انسان ہر حال میں ذکر خداوندی اور اس کے تصور میں لگا رہے، انسان میں یہ کیفیت جس طرح بھی حاصل ہو جائے وہی محمود ہے،

حضرت مجدد الف ثانی کا طریقہ

حضرت مجدد الف ثانی کا طریق سلوک بھی یہی ہے، کہ وہ اذکارِ صوفیہ کے ساتھ اذکارِ ماثورہ اور مسنونہ اور اتباعِ شریعت کو ضروری قرار دیتے ہیں، میں نے حضرت مجدد الف ثانی رح کے مکتوبات پڑھے ہیں اور حضرت گنگوہی رح کے مکتوبات بھی میں دونوں حضرات کے مکتوبات اور ان کی تعلیمات میں ذرہ برابر فرق نہیں پاتا،

اس سے انکار نہیں ہے کہ حضراتِ صوفیہ نے جو اذکارِ تعلیم فرمائے ہیں، ان کو تصفیہ قلب میں بڑا دخل ہے، لیکن تصفیہ قلب ان پر ہی منحصر نہیں ہے، اگر شیخِ کامل ہو تو وہ محض تلاوت قرآن پاک، کثرتِ نوافل، کثرتِ استغفار اور کثرتِ درود شریف سے سلوک کے تمام منازل طے کر سکتا ہے، ہم مشائخ دیوبند کی تعلیمات

مکتوبات گنگوہی لے مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت ص ۳

تصوف کو دیکھتے ہیں، مگر کسی شیخ کے یہاں پشتیت کا غلبہ ہے تو کسی کے ہاں قادریت اور نقشبندیہ کا غلبہ ہے۔ اور ان کی تعلیمات میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے انجام کار

سب کا وہی ہے جو مومن کا مفقود حیات ہے اور بس

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا طریقہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے خود بھی صوفیاء کے اذکار کئے ہیں اور

اپنے مریدین کو بھی، چنانچہ انہوں نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور حضرت

مولانا محمد یوسف صاحب کو ۱۹۳۵ء میں بیعت کیا اور بیعت کرنے کے بعد پاس

انفاس تعلیم فرمایا، اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کو تین ہزار اسم ذات اور

حضرت مولانا انعام الحسن کو بارہ ہزار اسم ذات تعلیم فرمایا، اس کے علاوہ وہ حزب الائم

اور حصن حصین کے پڑھنے پر بھی زور دیتے تھے، لہ

لیکن مولانا محمد الیاس صاحب کا طبعی رجحان اعمالِ مستوثہ اور اورادِ مستوثہ کی

طرف زیادہ تھا، چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:-

میں ابتداء میں اس طرح ذکر کی تعلیم دیتا ہوں، ہر نماز کے بعد تسبیح فاطمہ

اور تیسرا کلمہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ اور صبح و شام سو سو مرتبہ درود شریف

استفقار، تلاوت قرآن مع تصحیح قرأت اور نوافل میں تہجد کی تاکید اور

اہل ذکر کو پاس بانا۔ علم بدون ذکر کے ظلمت ہے، اور ذکر بدون علم

کے بیٹ سے فتنوں کا دروازہ ہے لہ،

علم و ذکر کی حقیقت

ذکر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب

نے ارشاد فرمایا ہے:-

علم و ذکر کا معنی کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے مگر علم و ذکر کی

لہ روایت مولانا انعام الحسن صاحب لہ ملفوظات ص ۵

حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے، ذکر کی حقیقت ہے، عدم عقلمت،

اور فرائض کی ادائیگی میں لگا رہنا اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے،

حضرت مجدد الف ثانی نے بھی اپنے بعض مکتوبات میں یہی ارشاد

فرمایا ہے، ان کا ارشاد ہے کہ "نوافل میں اشتغال اور فرائض میں کوتاہی یہ اللہ سے

روگردانی ہے" اپنے ایک مکتوب میں وہ ارشاد فرماتے ہیں "فرائض اس وجہ سے

زیادہ افضل ہیں کہ ان کا تعلق براہ راست وحی خداوندی سے ہے" حضرت شاہ محمد

الیاس صاحبؒ ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :-

"حقیقی ذکر اللہ یہ ہے کہ آدمی جس موقع پر اور جس حال میں اور جس مشغلہ

میں ہو اس کے متعلق اللہ کے جو احکام ہوں ان کی نگہداشت رکھے

اور میں اپنے دوستوں کو اسی ذکر کی زیادہ تاکید کرتا ہوں" لہ

اور تبلیغ میں نکال کر یہی کراچا جاتا ہے کہ خدا سے باغی زندگیوں میں

تالبداری اور اطاعت خداوندی کا جذبہ اس قدر غالب ہو جائے کہ وہ کسی بھول

سے بھی متاثر نہ ہو کر اپنے اوقات کو شریعتِ حقہ کے مطابق صرف کرنے لگیں، اور یہ

ظاہر ہے کہ یہ ریاضت ایک بڑی ریاضت ہے اور یہ مجاہدہ بڑا سنگین مجاہدہ

ہے مزید یہ کہ اس کا نفع متعدی ہے۔

ریاضت کا مفہوم

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ نے ریاضت کے مفہوم کو اس طرح

بیان کیا ہے :-

"یہ تحریک درحقیقت اپنے لئے بہت بڑی ریاضت ہے افسوس کہ لوگ

اس کی حقیقت کو سمجھتے نہیں" لہ

اور چونکہ حضرت پر اللہ کی حقیقت پورے طور پر منکشف ہو گئی تھی، اس لئے

وہ اپنے مریدین کو اس راہ میں زیادہ محنت کرنے کی طرف توجہ دلاتے تھے ان

کے یہاں سلوک کے تمام مراحل اور منازل، تبلیغی جدوجہد میں طے ہو جاتے تھے وہ صوفیاء کے مقرر کردہ مراقبات کو زیادہ نہیں کرتے تھے، ان کا فرمان تھا کہ جب تم گشتوں میں جاؤ اور منکلم کلام کہو تو تم خدا کا ذکر دھیان کر کے کرو، تمہارے قلوب کے اثرات اور ذکر کی برکتوں سے شیطانی اثرات ختم ہو جائیں گے، اور یہی حکم وہ تعلیمی حلقوں کے وقت دیا کرتے تھے، اور یہی ان کے ہاں مراقبہ محققا

(پردایت تارمی محمد رشید صاحب خورجوری)

مراقبہ کا مفہوم

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مراقبہ کا حاصل اس قدر ہے کہ جو دھیان اور تصور ایک مخصوص ہئیت کے ساتھ کیا جاتا ہے، وہی تصور ہمہ وقت باقی رہے اسی کو شریعت میں احسان کہا جاتا ہے اور حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ اسی پر زیادہ زور دیتے تھے، ارشاد فرماتے ہیں :-

”نماز سے پہلے، کچھ دیر نماز کا مراقبہ، کرنا چاہئے جو نماز بلا انتظار در مراقبہ کے ہوگی وہ پھس پھسی ہوگی“

جب یہ کیفیت اور خصوصیت حاصل ہو جائے تو پھر انسان کے اندر سے شرارت کا مادہ تقریباً سب ہی نکل جاتا ہے۔ اب اس سے جو کچھ صادر ہوتا ہے وہ خیر ہی خیر ہے۔ مولانا ارشاد فرماتے ہیں :-

”طریقت کی خاص غایت اللہ تعالیٰ کے احکام و اوامر کا مرغوب طبعی

اور نواہی کا مکروہ طبعی ہو جانا ہے“

اور یہی ایک مومن کی زندگی کا حاصل ہے، حضرت مولانا نے عام طریقہ نقویں سے ذرا کچھ آگے مریدین کے لئے ایسی چیزیں مقرر کی تھیں کہ جن کا نفع بھی مستعدی ہو اور تاثیر بھی زیادہ، اس کے لئے ان کے یہاں تبلیغی جدوجہد، کثرت نوافل، کثرت اذکار، مسنونہ مقرر تھی، اور ان ہی تمام راہوں پر انہوں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو پلایا تھا، جس کے نتیجے میں ہم نے دیکھا کہ مولانا در اذکار، مسنونہ، نوافل، مسنونہ کے بہت زیادہ پابند تھے، حد یہ ہے، کہ جس دن آپ کا انتقال ہونے والا

تھا، انہوں نے اس دن کی حسرتِ الاعظم کی منزل پڑھ لی تھی لہ
حضرت جی کی تعلیمات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی تعلیمات تصوف سے خود ظاہر ہو رہے ہیں کہ ان
کے لائق فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی تعلیمات سلوک کیا ہوں گی، مگر
اس جگہ ہم ان کے چند خطوط نقل کرتے ہیں، جو انہوں نے اپنے ایک مرید کو تحریر
فرمائے ہیں،
پہلا مکتوب

محترم و مکرم بندہ۔ وقتنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضی السلام علیکم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ، خداوند کریم سے امید ہے کہ مزاج گرامی لبائیت ہوں گے
گرامی نامہ کاشف احوال ہوا، دعا گو ہوں کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل و
کرم سے آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے، اور بار آور بنائے دونوں
جہاں میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ہمیں مال و جان کے خرچ کے طریقے بتا کر گئے ہیں کہ جان کا سب سے
بڑا موضوع دعوت دین کے لئے نقل و حرکت ایمان کی مجلس، مال بخلت
کی باتیں، انبیاء کرام و صحابہ کے تذکروں میں جان کو لگا دیا جائے، پھر اعمال
کی قیمت، اثرات اور اعمال کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے اور دوسروں کو
بتانے کے لئے جان خرچ ہو، اللہ کے ذکر تلاوت، عبادات، نمازوں میں
ہماری جان بچے، ہم اپنے جتنے تقاضوں پر اپنے لئے جان لگاتے ہوں
دوسروں کے ان سب تقاضوں میں جان لگائی جائے، جانی خدمت میں،
مذہب، رنگ، زبان وطن کے لحاظ سے کوئی تفریق نہیں، پھر جیسے جان
کو کمائی اور گھر کے تقاضوں میں خرچ کیا جائے، ایسے ہی اپنے مال کو
دین کی نصرت، نقل و حرکت علم لینے اور علم دینے میں خرچ کریں ضرورت مند

کی مال سے خدمت کی جائے ایسے تقاضوں پر مال بقدر حاجت قناعت کے ساتھ لگے پھر مال کو گھر اور کمائی کے تقاضوں پر خرچ کیا جائے، معاشرہ میں تعلقات اور بھدردی صرف اللہ والے شکر اللہ کے تمام بندوں سے انصاف محمدل کے لحاظ سے ہو، اگر مظلوم کی مدد کریں، اسے ظالم سے بدلہ دلائیں چاہے ظالم اپنے خاندان یا قوم یا وطن یا زبان والوں میں سے ہو جان و مال کے خرچ کی یہ ترتیب دوست و دشمن سب کے دلوں میں محبت ڈال دے گی ایسے ہی دنیا کی نعمتیں، دولتیں حکومتیں قدموں پر آکر پڑیں گی صحابہ کرام رضی میں بھی یہی ترتیب تھی اسے چھوڑ کر جان کا موضوع مال کمانا اور مال کا موضوع نفسانی تقاضوں پر لگا دینا ہی بنا کر یہ امت ذلت و مصائب میں مبتلا ہو چکی ہے۔

اس تبلیغ کے عنوان سے ہونے والی مقامی اور بیرونی محنت کا مقصد امت میں اس ترتیب سے جان، مال کو خرچ کرنا ہے اس ترتیب سے قلوب میں نور کا فیضان عام ہوگا، طبائع شر سے خیر، تخریب سے تعمیر، کفر سے ایمان، فسق و فجور سے طاعت، غفلت سے علم و ذکر، نفسانیت سے اخلاص کی طرف متوجہ ہوں گی، اس محنت کو وجود میں لانے والوں کو دارین میں درجات محبوبیت سے نوازا جائے گا،

مقامی کام میں اتنی ہی جان پڑے گی جتنے مقام سے احباب اور دوسرے علاقوں میں جا کر محنت کریں گے اور اصول و بیج کو پرائیوں کے اختلاط سے کام چلائیں گے، اس راہ میں نکلنے میں تمام پریشانیوں کا حل ہونا سمجھ کر آخرت و جنت کے درجات و اجور کی ترغیب دلا کر اپنے ہمراہ احباب کو لانے کی سعی کریں اور جس مسجد کے قریب رہتے ہوں، اس مسجد میں پابندی سے کسی نماز کے بعد فضائل کی تعلیم روزانہ

کر لیا کریں، ہر ہفتہ مسجد والے احباب کے ہمراہ ایک گشت اپنی مسجد کے ماحول میں کر لیا کریں، ہر ماہ اپنی مسجد کے احباب کی جماعت بنا کر اس پاس لے کر جانے کی سعی کریں، اکرام، ترغیب تو اس کی مشق کرتے ہوئے ہر ایک سے صرف نمبروں ہی میں بات کی جائے، تلاوت ذکر، تسبیحات، نوافل کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام کریں، انشاء اللہ یہ کام اپنے لئے خود ہی راستہ نکال لے گا، اصولوں پر چھنے کی کوشش کی جائے

والسلام،

دوسرا مکتوب

جن اجتماعات کے متعلق آپ نے دعا کے لئے تحریر فرمایا ہے، ان کیلئے دعا کی جائے گی، خداوند کریم ان کو زیادہ سے زیادہ کامیاب کرے، لیکن میرے بھائی دعا کے ساتھ ساتھ اجتماعات کے لئے پوری محنت و کوشش کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بھائی کو صحت کاملہ عاجز مستمرہ عطا فرمائے،

جن خوابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کا دیکھنا مبارک ہے، جس کے لئے آپ نے تحریر کیا ہے وہ قرآن پاک کی آیت نہیں، البتہ اس کا مطلب دوسری آیت سے ملتا ہے، درود شریف کے متعلق جو تحریر کیا ہے تو درود شریف برکت کا ذریعہ ہے، امید ہے کہ روزانہ کی تعلیم، ہفتہ کے دو گشت، چھینے کے تین دن، سال کا چلہ برابر دے رہے ہوں گے، اجتماع سے ایک جماعت لے کر یہاں آنے کی سعی کریں، والسلام

تیسرا مکتوب

آپ کا منظر ملا، اصل میں بھائی متلوب کے پلٹنے والے صرف اللہ ہیں ہم کو ضابطہ کے طور پر دو چیزیں عطا کی ہیں، ایک محنت اور اس کے بعد دعا، آپ اخلاص کے ساتھ محنت کرتے رہیں، اور رات کی دعاؤں

کا بھی اہتمام کریں کام جتنا اصولوں کی پابندی سے ہوگا، انشاء اللہ اتنی ہی حفاظت ہوگی، بزرگان دین سے بدظن نہ ہوں بلکہ ان کی خدمت میں محض استفادہ کے طور پر جاتے رہا کریں، ان کے پاس جب جائیں تو وہ بیان میں یہ نہ ہو کہ میں ان کو کچھ دینے جا رہا ہوں، بلکہ ہمیشہ یہی خیال رہے کہ مجھے کچھ حاصل کرنا ہے اور ان حضرات کو دعوت نہ دیا کریں، جب کوئی زیادہ پریشانی سامنے آئے تو اپنے بڑوں یعنی صحابہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبتوں کو یاد کر لیا کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے، والسلام

چوتھا مکتوب

مکتوب آپ کا ملا، تراویح سے قبل فضائل رمضان سنانے سے مسرت ہوئی، البتہ تعلیم کے ساتھ گشت اور دعوت کا انتظام بھی کیا جائے، اس سے عمل کے جذبات بنتے ہیں، اور گشتوں کے اہتمام سے دعوت کی استعداد پیدا ہوتی ہے، اور مقصود اس کام سے امت کے اندر دعوت کی استعداد کا پیدا کرنا ہے، فضائل رمضان، رمضان کے ایام میں اور فضائل حج، حج کے موسم میں پڑھنا بہت مفید اور ضروری ہے، اس کے ساتھ دوسری کتابوں کو بھی سنانے اور سننے کا اہتمام فرمائیں، گشت کر کے مسجد میں لوگوں کو جوڑ کر ایمان و اعزت کی عنایت پر تیار کرنے کی سعی کی جائے، رمضان المبارک کی عنایت و نقل و حرکت کو اسلام کے وجود میں آنے اور کفر و ضلال کے ختم ہونے کے ساتھ خاص مناسبت ہے، عبادت اور عنایت کو بڑھا کر دعاؤں کا خوب اہتمام کیا جائے، والسلام

پانچواں مکتوب

خط موصول ہو کر کاشف حالات ہوا، کام کے حالات معلوم ہوئے، جن سے از حد مسرت ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ قبول فرما کر کام کا صحیح سلیقہ اور ایمان

کابل سے نوازے آئیں آج امت کو گرانے کے لئے دین سے ہٹا کر
 اللہ کی نصرتوں سے محروم کرنے کے لئے اس میں سے اجتماعیت کو ختم کر
 دیا گیا ہے، اور مرحوم کے مسلمانوں کو علاقائی، لسانی، مذہبی محدود گروہوں
 میں تقسیم کر دیا گیا ہے، دکھا گیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس عالی کام سے
 مختلف طبقات، گروہوں میں جوڑ و اتفاق کی غلط شکلیں پیدا فرمادیتے ہیں
 کہ کسی سے بات چیت کرتے وقت اس رخ پر بات چیت نہ کی جائے جس
 میں اسے اختلاف ہو اور اگر کوئی اختلافی بات لائے بھی تو اسے کہہ دیا
 جائے کہ ہم صرف چھ نمبروں پر بات چیت کرتے ہیں، مسلمان ہونے اور
 حضور کے امتی ہونے کے لحاظ سے اکرام کرنا دوسرے کو بہت زیادہ
 قریب کرنے والا ہے۔ دونوں خواب مبارک ہیں، درخت سے مراد دین
 متین ہے۔ اور شیر سے مراد مہلکات و حوادث ہیں جن سے بچنے کی
 بھی ضرورت ہے کہ دین پر چلنے اور دین پر محنت کرنے میں کسی قسم
 کی کوتاہی نہ کی جائے، جس کی طرف سے دوسرے خواب میں صراحتاً
 بتایا گیا ہے، احباب کو یہاں بھیجے کی سعی کرتے رہیں، دین کی محنت کے
 لئے قربانی پر آمادہ کرنا آسان ہے، جب اس محنت سے زندگی کے
 تمام مسائل حل کرنے کا یقین آجائے، فقط والسلام

چھٹا مکتوب

خداوند قدوس سے امید ہے کہ آپ کے مزاج اب بخیریت ہوں گے،
 تفصیلی مکتوب موصول ہوا دینی مساعی سے از حد مسرت ہوئی، اور
 بیماری و مرض کی خبر سے رنج و قلق ہے، اللہ جل مجدہ اپنے فضل و
 کرم سے صحت و قوت باطناً و ظاہراً نصیب فرمائیں، میرے بھائی ناگواری
 اور تکالیف کے نامساعد حالات، میں ایمان و عمل کی محنت کے تقاضوں

لے یہ اس نقطہ نظر کی تردید ہے کہ ہمارے درمیان ہمارے مبارک کا ایک طبقہ بیان کرتا ہے

کو پورا کرنے میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے اور اسی پر اللہ جل شانہ کی طرف سے خصوصی نصرتوں و رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، خصوصاً رمضان المبارک کے ماہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا افتتاحی سفر ہجرت کا اور

فقہی سفر فتح مکہ کا ہوا دنیا میں

حالات کو شر سے خیر، اور فساد سے اصلاح، شرک سے ایمان کی طرف لانے کا جب ہی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا، اس ماہ مبارک میں اس کے لئے اپنا علم نورانی کتابوں میں اتارا، فرشتوں اور کتابوں کا نزول اس میں ہوا اس ماہ کی تیاری میں سارے سال جنت سجائی جاتی ہے اس کی آمد پر جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے طاغوتی اور سرکش طاقتیں دنیا کے اندر مقید کر دی جاتی ہیں رحمتوں کی مخصوص ہوا میں جلتی ہیں، مخلوق کی طرف خدا کی شفقت والی نظر ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس ماہ میں خاص طور سے ہدایت لینے کی محنت کو، مساجد کے اندر اعمال کو، عبادات و نقل و حرکت کو، قرآن اور علم میں اشتغال کو اور دعاؤں کو خوب بڑھایا جائے اس ماہ کو اللہ کی راہ میں لگا دینا درہ اثرات و برکات و ثمرات دلائل ہے، جو دوسرے سینکڑوں مہینوں میں نہیں ملتے اور گھر کے تقاضے کو پورا کر کے سارا وقت مسجد میں لگا دیا جائے یا ہر نکلنے کی دعوت ہر ایک کو قوت سے دی جائے اور نیت یہ ہو کہ میرا مخاطب میرا اپنا دل ہے روزانہ کی تعلیم، ہفتہ کے دو گشتوں مہینہ کے تین دنوں کو ہر ایک مسجد میں قائم کرنے کی سعی کی جائے اور اپنی مسجد میں اس کو اصولوں اور قربانیوں سے چلایا جائے، یہاں آمد و رفت اور خط و کتابت سے تعلق بڑھانا بہت مفید رہے گا، حزب الا عظم کے لئے باد صحر، قبلہ رخ اول آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کریں، والسلام

مسائل و مکتوب

بعد سلام مسنون امید ہے کہ آپ بجائیت ہوں گے، خط سے حالات معلوم کر کے خوشی ہوئی، اللہ رب العزت آپ کو سرہنگی میں سبقت کی توفیق عطا فرمائے، خواب مبارک ہے ہمت سے کام کرتے رہیں، چند اعمال میں اگر ان کی پابندی کر لی جائے تو انشاء اللہ زندگی کا رخ صحیح لائن پر آجائے گا، وہ یہ کہ فرض نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرنا، تہجد، اشراق، چاشت، اداہین کے نوافل کا اہتمام قرآن پاک کی تلاوت، ایک پارہ روزانہ، وقت مقرر کر کے فرماتے رہیں، تلاوت قرآن پاک کا بہترین وقت تہجد کے وقت دیکھ کر پڑھنا ہے، استغفار، درود شریف سوئم کلمہ کی دو بتیج ایک صبح کے وقت ایک شام کے وقت پڑھا کریں، باقی چاہے کسی ایک وقت میں اجتماعی اعمال میں پابندی کرنا وہ یہ ہیں فضائل کی کتابوں مثلاً فضائل نماز، فضائل ذکر، فضائل صدقات وغیرہ کتابوں میں سے روزانہ کسی ایک نماز کے بعد مسجد میں تمام نمازیوں کو ٹھہرا کر اہتمام سے عظمت کے ساتھ سنانا یا سننا، ہفتہ میں دو دن گشت ایک دن اپنی مسجد میں دوسرے دن دوسری مسجد میں، مہینہ میں تین دن قرب و جوار کے دیہات قصبات میں جماعت لے کر جانا اور وہاں بھی شکر و حمد و ثناء کو چالو کرانا سال میں ایک چلہ یہاں آکر گزارنا اور ساری عمر میں تین چلے یہاں کے مشورہ سے گزارنا، میرے دوست اگر ہمت کی جائے تو یہ کام نہایت آسان اور بے حد مفید ہے، اور نہ کرنے والوں کے لئے دشوار ہے مٹنے والی دنیا کے لئے آج اس سے کہیں زیادہ محنت اور ہمت کی جارہی ہے، لیکن کام آنے والی چیزوں کو دشوار بنا رکھا ہے یہ ہے ہماری عقل کا فتور، آپ ہمت فرما کر ان تمام امور کو انجام دیتے رہیں، اور ہر مہینہ بذریعہ خط اپنے حالات تحریر فرماتے رہیں یہاں سے جواب جائے

بجائے خط والسلام

آنکھوں مکھوتب

آپ کا خط ملاحظا حالات معلوم ہوئے، اللہ رب العزت آپ حضرات کی کوششوں کو قبول فرما کر ایک ایسے طبقہ کو وجود بخشنے جو انبیاء والی محنت کے لئے اپنی جان اور اپنے مال کو قربان کرنے والا ہو، بھائی مقامی کام بہت اہم ہے اور اس میں صحیح ترتیب کے ساتھ محنت کرنے میں اوقات وصول ہوتے ہیں، اس کی ترتیب یہ ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد کے لئے جماعت بنائی جائے، اور روزانہ تعلیم کا وقت مقرر کر کے اس کا اہتمام ہو اور ہفتہ کا ایک گشت اپنے محلہ میں اور دوسرا گشت کسی دوسرے محلہ میں کریں، وہاں کے مقامیوں کی جماعت بنائیں اور اپنے روزانہ کی تعلیم کا وقت کسی نماز کے بعد مقرر کریں، اگرچہ اس طرح کرنے پر شروع میں زیادہ سادگی مستقل نہ ہو سکیں گے، لیکن اگر آپ اصولوں کی رعایت رکھتے ہوئے کریں گے تو ضرور اللہ پاک راستہ نکالیں گے مہینہ کے تین دن کی جماعت اپنی مسجد

علیحدہ، اور دوسری مسجد والوں کی علیحدہ نکالیں اور اپنی دعوت میں پورے چار ماہ کا مطالبہ رکھیں، لیکن اس پر اتنا زور دیں جتنی لوگوں میں استعداد ہو اگر وہ اس دعوت کے بعد صرف ایک گھنٹہ روز کا بھی لگانے پر آمادہ ہو جائیں تو اس کی قدر کریں، اور اس کا وقت اتنا قیمتی بنا دیں کہ اس کے سامنے اس محنت کی قیمت اچھی طرح کھل جائے، پھر ان سب باتوں کے ساتھ خصوصی ملاقاتوں کا بھی اہتمام کریں، اور ایک ایک فرد کو کام سمجھانے کی اور اس پر محنت کرنے کی کوشش کریں، انشاء اللہ اس طرح محنت کرنے پر اللہ رب العزت کام کی شکلوں کو دہرے بنائے گا اور اس کے پڑھنے کی صورتیں پیدا ہوں گی، اپنی نمازوں کو خوب جاندار بنانے کی فکر فرمائیں، اور وقتاً فوقتاً یہاں بھی آتے رہیں۔ والسلام

یہ چند مکتوب حضرت جو کے ایک مرید جناب ابو الانصار صاحب بہاری نے عنایت فرمائے تھے، فخر الہ الخیر

تبصرہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔
 یقیناً ذکر خداوندی افضل ترین عبادت ہے، لیکن جس محنت سے دنیا
 ذاکر ہو جائے وہ محنت اس سے بھی زیادہ افضل ہے، مولانا نے لوگوں
 کو انفرادی محنت سے ہٹا کر اجتماعی فائدے کو ترجیح دی، وجہ اس کی یہ ہے کہ معزب
 کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے امت میں غیر اسلامی زندگی فروغ پا رہی ہے، نیک اور
 علمی خاتقا ہی گھرانے تک بھی غیر شعوری طور پر عیسائیت اور مغربیت کی لپیٹ میں آچکے
 ہیں، ایسے دور ابتلا میں خاموش رہنا اور دین کی بربادی پر سکوت کر لینا ایسے انسان سے
 ناممکن ہے جو اپنے قلب میں امت کی فز و فلاح کا درد رکھتا ہو۔ اس سے یہ ہو ہی
 نہیں سکتا کہ دشمنوں کی تہذیب گھروں میں آباد اور گھر کا بڑا صرف اپنے ہی تسلیم و
 مصدے میں لگا ہو۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے ایسے وقت میں وہی کیا، جو ایک بڑا صاحب
 دل اور عبور مومن کرتا ہے، انہوں نے لپکار اپنی انفرادی زندگیوں کو بھی بدلو لیکن اسی
 کے ساتھ اجتماعی زندگی بدلنے کے لئے محنت کر دی اور کھوا سلام اجتماعیت کا داعی
 ہے، وہ انفرادیت کا داعی نہیں ہے، خود حضرات صحابہؓ اپنی انفرادی زندگی میں
 کامل و مکمل تھے، لیکن ان کو گھر سے نکالا گیا، اور ماحول سے جہاد کرنے کے لئے میدان
 میں لاکھڑا کیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب کے جاہلانہ اور مشرکانہ ماحول نے شکست
 کھائی اور تہذیب اسلامی فتحیاب ہوئی، اور اسی محنت کے طفیل میں آج کو شہائے
 عالم میں مسلمان ہیں۔

خیال فرمائیں جب خاتقا ہی پیردں کے گھر تکد سے بن جائیں اور جب درسگاہی علماً
 نصرانیت کا شکار بن جائیں تو ان کے ذکر اور ان کے درس میں نورانیت اور حیرت و بکت
 ۱۵ اس موضوع پر حضرت جی کی ایک تقریر ہے، اجتماعیت کے بارے میں اس سے زیادہ بہتر اور عمدہ
 تقریریں نے اپنی زندگی میں نہیں سنی، اس کتاب میں اس تقریر کو شائع کیا جا رہا ہے۔

کہاں سے آئے گی، آج کون سے خانقاہی پیر کا گھر ایسا ہے کہ جس کے گھر میں تصویریں نہ ہوں اور کون عالم ایسا ہے کہ مثلاً، جو بائیں ہاتھ میں گھڑی نہ باندھے اور یہ چیزیں نہایت ادنیٰ درجہ کی ہیں کہ جن کی طرف نظر بھی نہیں جاتی یہیں سے مرض کی جڑ معلوم ہو جاتی ہے، حینال فرمائیں ایسے بیمار قلوب کے ذکر اور ایسے مریض نفوس کے قال اللہ اور قال الرسول میں نورانیت کہاں ہوگی؟

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اس مرض کو محسوس کیا، اور لوگوں کو گھروں سے نکالا، اور مسجدوں میں لا بٹھلایا، ان میں حرکت پیدا کی اور ان پر محنت کی کہ تم خود بھی بدلو، اور اپنے متعلقین کو بھی بدلو،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

ایمان والو! تم بھی دوزخ سے بچو اور اپنے متعلقین کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

یہ یاد رہے کہ حضرت جی امہ خانقاہی نظام کے مخالف تھے، بلکہ وہ خود خانقاہی تھے، اور نہ وہ درسگاہی نظام کے مخالف تھے، بلکہ وہ خود درسگاہی تھے، وہ تو یہ جانتے تھے، یہ سب کچھ کرو، لیکن امت کے سدھار کی فکر، تبلیغی محنت کو بھی اپنے ساتھ رکھو، اور وہ اس پر خود بھی عامل تھے وہ جہاں پڑھاتے تھے وہاں باہر نکل کر امت کے لئے محنت بھی کرتے تھے اور جہاں باہر گلی گلی کوچہ کوچہ پھرا کرتے تھے وہاں رات کی مسجدوں کو ذکر و تلاوت اور نوافل کی کثرت سے خود بھی زندہ رہتے تھے، اور اسی کو اپنے مریدین، معتقدین کو ترغیب دیتے تھے، بلکہ انہوں نے لاکھوں انسانوں کو اس زندگی کا عادی بنا دیا ان سے ان کے ماحول کو بھی بدلوایا، اور خود کو بھی اور یہی ایک مومن کا مقصود حیات ہے کہ وہ خود بھی مومن بنے اور دوسروں کو بھی مومن بنائے،

حضرت جی کے شب و روز کیے گئے تھے؟ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آ جاتی ہے کہ اس اللہ کے محبوب بندے کو تنہا اپنی ہی فکر نہ تھی بلکہ پوری امت کی فکر تھی اور ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ اپنی فکر سے بے نیاز ہو بلکہ زندگی کے دونوں رخ بھر پور تھے اور اسی کی وہ تعلیم دیتے تھے، اس جگہ ہم مضمون کی مناسبت سے ان

کے نظام الاوقات پیش کرتے ہیں

حضرت جی کا نظام الاوقات

رمضان المبارک

۱۳۷۷ھ کے رمضان المبارک میں دستور سے زیادہ ملک کے لوگوں کا مسجد منگلہ والی مرکز تبلیغ میں اجتماع ہو گیا قرب دجوار کے علاوہ ملک کے گوشہ گوشہ سے جماعتیں اللہ کا دین سیکھنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ایمان و یقین اور کلمہ والی زندگی پیدا کرنے کے لئے آئیں تھیں..... راوی کا بیان ہے کہ اس سے قبل کبھی لوگوں کی کثرت نہ ہوئی تھی مہمانوں کو رات گزارنے کے لئے جگہ نہ ملتی تو سبھی نظام الدین کی دوسری مساجد میں چلے جاتے اور وہاں آرام کرتے تھے،

نماز فجر اول وقت ہوتی تھی اور اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا بیان ہوتا تھا، بیان طویل ہوتا بہت سے سونے لگتے تھے مگر بقول مولانا محمد عمر صاحب حضرت جی نے اکتاتے تھے اسی جوش و خروش سے بیان جاری رکھتے بیان کیا تھا، ایمان و یقین کا ایک سیلاب تھا، جس کی تیزی میں ان چیزوں سے فرق نہ آتا تھا، جب بیان کے بعد تشکیل ہوتی اور لوگ دقت دینے میں کمی کرتے تو ٹھنڈی سانس بھرتے، امنوس کرتے مگر اس سال تو لوگوں نے خوب نام لکھوائے، حضرت جی نے رمضان المبارک کے پہلے ہی عشرہ سے تین چلوں کا مطالبہ اس شدت سے کیا کہ اس سے پہلے کبھی بھی نہیں کیا تھا،

رات کو عشر اور تراویح سے فارغ ہو کر کتاب سناتے اور ختم کرنے کے بعد فرماتے ہر ایک آدمی تین چلوں کی نیت کر کے سوئے، اور تہجد کی نماز میں دعائے مانگے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ ڈال دے، صبح کو نام لکھو ادینا چنانچہ لوگ رات کو دعا کا اہتمام کرتے صبح کو منبر پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے حضرت جی لوگوں سے دریافت کرتے رات کس کس نے دعائے مانگی ہے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بات

ڈال دی ہو وہ کھڑے ہو کر تین چلے لکھوائے، چنانچہ لوگ نام پیش کرتے حضرت جی
ان کو بہت دعائیں دیتے

بمبئی، کلکتہ، راجستھان، بہار، یوپی کے لئے پیدل چلنے والی تین چلوں والی جماعتیں
روانہ فرمائیں، اور سواری کی جماعتوں کا تو کوئی شمار نہ تھا، چنانچہ جس قدر اس رمضان
میں جماعتیں روانہ ہوئیں کسی رمضان میں نہیں ہوئیں،

صبح کی تقریر کے بعد اشراق کے نوافل ادا فرماتے اور اس کے بعد کچھ دیر تک تلاوت
قرآن پاک فرماتے تھوڑی دیر کے بعد حضرت جی پھر پیر پشرفیلا لائے اور جماعتوں کو دن
رات گزارنے کا طریقہ ہدایت فرماتے، اور اس کے بعد دعا فرماتے یہ دعا بھی کافی طویل
اور درد و فکر سے بھر پور ہوتی تھی اکثر لوگوں پر گریہ طاری ہو جاتا تھا، تقریباً ۳۰ منٹ تک
یہ دعا ہوتی تھی، اس کے بعد ایک جماعت کو کھڑا کرتے، اس کے امیر جماعت کو پاس
بلا تے اور مصافحہ کرتے اور خوش ہو کر دعائیں دیتے،

جو جماعتیں اپنا وقت گزار کر واپس آئی ہوتی تھیں ان کو بھی خوش ہو کر دعائیں
دیتے اور اللہ کے دین کے لئے وقت گزارنے کا ارادہ کراتے حضرت جی فرمایا
کرتے تھے

”چوبیس گھنٹے کی حضرات صحابہ کی ترتیب اوقات میں اور فی ترتیب
یہ ہے کہ آدھا دن کھائی میں اور آدھا دن مسجد میں، اس طرح ان
کے یہاں رات کی تقسیم تھی، نصف شب، پچوں بیوی کے حقوق کی
ادائیگی میں اور نصف شب نماز اور ذکر میں صرف کرتے تھے“

معمولات

حضرت جی عام طور سے رات کو گیارہ بجے سوتے تھے سر میں تیل لکھوانے کا
اہتمام سفر و حضر میں رات کو سونے سے پہلے، اور دوپہر کو قیلوہ کرنے کا وقت تھا،
اس وقت کچھ خدام جسم دبانے کے لئے آجاتے اور جسم دباتے لگتے تو ان پر بہت
شفقت فرماتے اس وقت حضرات صحابہ کے قصے سناتے کبھی دریافت حال بھی

فرماتے، تیس منٹ تک یہ مجلس رہتی اور اس کے بعد چادر اوڑھ کر سو جاتے تھے۔ گرمی کے دنوں میں دن کو دو بجے سو کر اٹھتے، استنجا اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد ظہر کی سنتیں ادا فرماتے اور ظہر کی نماز خود پڑھاتے تھے، رمضان المبارک پانچوں وقت کی نماز خود پڑھاتے اور غیر رمضان میں اکثر سفر میں رہتے تھے، اس لئے ظہر و عصر عشرہ دوسرے حضرات کے ذمہ تھیں،

نماز کے بعد حافظ محمد شفیع صاحب حاضر ہوتے اور تراویح والے پارے کا دور ہوتا اسی اشار میں مشورہ بھی ہو جاتا، خصوصی احباب سے ملاقات بھی ہوتی اور ڈاک کا جواب بھی اس وقت لکھواتے، عرض کہ عصر کے وقت تک یہی سلسلہ جاری رہتا تھا، عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر کے لئے والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، عزوب آفتاب سے قبل دعائیں مانگنے میں مصروف رہتے تھے، خدام حجرہ میں افطاری رکھ دیتے تھے، مہمانوں کے ساتھ افطاری فرما کر چائے نوش فرماتے تھے، اور پان کھاتے تھے اتنے میں مہمان خوب اچھی طرح فارغ ہو جاتے تھے، کلی کر کے نماز مغرب پڑھاتے تھے اس کے بعد صلوٰۃ اذہین میں لمبی لمبی صورتیں قرأت فرماتے، تقریباً ایک گھنٹہ تک فارغ ہوتے اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے آرام فرماتے اور بعد آرام کے استنجا وغیرہ سے فارغ ہو کر عشرہ کی نماز اور تراویح پڑھاتے۔

حضرت جی قرآن پاک جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے، بلکہ معمول کے مطابق پڑھنے میں دو گھنٹے لگ جاتے تھے وتر سے فارغ ہو کر حجرہ میں تشریف لاتے تھوڑی دیر کے بعد مولوی محمد معین الدین بلبل شہری دوانے کر حاضر ہوتے دوا اور پان کھا کر کتاب سنانے کے لئے باہر تشریف لاتے تھے اور خوب جی لگا کر عربی کی عبارت بڑی عظمت کے ساتھ پڑھتے اور ترجمہ سے قبل ایک تقریر فرماتے، اس میں کبھی تشکیل بھی فرماتے تھے اور کبھی کام کرنے کے اصول تعلیم فرماتے تھے، اور اسی کے ساتھ کام کرنے والوں کی کمزوریاں بھی بیان فرماتے تھے، اس کے بعد ترجمہ کرتے اور پھر مختصری دعا مانگ کر آرام فرماتے ان ہی مشاغل میں نصف رات گزر جاتی تھی، آخر شب میں بیدار ہوتے

خادم چائے پیش کرتا، کلی کر کے چائے نوش فرماتے، اور استنجاء و وضو سے فارغ ہو کر ہتھوڑ کی نماز میں مشغول ہو جاتے، سحری ختم ہونے میں جب بیس یا پچیس منٹ باقی رہ جاتے تو دعا کر کے دسترخوان پر تشریف لاتے اور مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، اتنے میں اہل شوریٰ جمع ہو جاتے، کبھی مشورہ ہوتا اور کبھی احوال و قصص و حکایات بیان فرماتے اتنے میں اذان ہو جاتی،

معمولات غیر رمضان المبارک

غیر رمضان میں ان معمولات کے علاوہ کتاب لکھنے کا اہتمام رہتا تھا دوپہر کے کھانے سے قبل، مغرب کی نماز کے بعد، فجر کی نماز کے بعد سب چیزیں سے فارغ ہو کر کتاب لکھنے کی عادت تھی، اس وقت آپ اپنی ذاتی کتب خانہ میں ہوتے دو یا تین خادم کتابیں اٹھا کر دینے کے لئے ہوتے، چاروں طرف تپائیوں، گاد تکیوں پر کتابیں کھلی ہوتیں اور آپ باری باری سے ان کو مطالعہ فرماتے اور نشان لگاتے اس وقت کسی کو ملنے کی اجازت نہیں تھی، اتفاقاً سے ایک دن راقم السطور پہنچ گیا حضرت جی کو اطلاع ہوئی اور بلایا فرمانے لگے "اس وقت امالی الاحبار کے لئے چیزیں تلاش کر رہا ہوں۔"

غیر رمضان میں اشراق کی نماز سے فارغ ہو کر مہمانوں کے ساتھ چائے نوش فرماتے اس وقت دارین و صادرین کے ساتھ بات چیت کا سلسلہ جاری رہتا تھا، کبھی کوئی خاص مضمون ہوتا تو اس پر دیر تک تقریر فرماتے، اس وقت کی مجلس بھی اندازاً ایک ڈیڑھ گھنٹہ کی ہو جاتی تھی،

ظہر کی نماز کے بعد اپنے حجرے کے سامنے بیٹھ جاتے اور طلباء کو درس دیتے ابو داؤد شریف پڑھانے کا خاص ذوق تھا اور کیوں نہ ہوتا، جب اس سلسلہ کے تمام مشائخ کو اس کتاب کے پڑھانے سے دل چسپی رہی ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ اس کا سبقت نہایت اہتمام سے پڑھاتے تھے اس درس میں مہمان بھی

متریک ہو جاتے تھے۔

اجتماعات کے مواقع پر

باہر اجتماعات پر بھی اکثر تشریف لے جاتے تھے، ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے سینکڑوں اسفار آپ نے کئے ہیں، یہی نظام آپ کا حالت سفر میں بھی جاری رہتا تھا، خدام اس ترتیب سے نظام مرتب فرماتے کہ حضرت کے معمولات بھی ادا ہو جائیں اور تقریری پروگرام بھی ہو جائے، غرض کہ حضرت مولانا ہر دم اور ہر لمحہ مصروف و مشغول رہتے تھے

بقول شخص سے

مکتب عشق کے قانون نزلے دیکھے: اس کو چھپی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

بلاشبہ حضرت جی نے اپنی مصروفیات اور خدمت دین کے اعتبار سے بہت زیادہ عمر پائی، اس اعتبار سے ان کی عمر سو، دو سو جتنے برسوں کی کہہ ہی جائے کم ہے۔ اگرچہ شمار کرنے میں صرف اڑتالیس سال ہی شمار کرتے ہیں عمر کا طویل و قصر بنو ناپی سے کہ آدمی شمار کے اعتبار سے تو کم دنوں زندہ رہا ہو، مگر کام صدیوں کے کر گیا ہو اور اگر سینکڑوں برس زندہ رہا، مگر کام کچھ نہ کیا بلکہ اپنے وجود کے لئے بھی مفید ثابت نہ ہوا تو ایسی عمر طویل انتہائی قصیر عمر ہے، جس کو بھلے آدمیوں کے ایک گھنٹہ کے برابر بھی شمار نہیں کیا جاسکتا

سن کر دار ہے انسان کا معیاریات
زندگی نپتی نہیں وقت کے پیمانوں سے

باب ششم

اخلاق اور عادات

یوں تو ہر مومن کامل کے اخلاق و عادات شریعتِ حقہ اور سنتِ مطہرہ کے مطابق ہوتے ہیں، لیکن وہ مومنین کا ملین جو داعی الی اللہ بھی ہوں ان کے اخلاق و عادات جہاں شریعتِ حقہ اور سنتِ مطہرہ کے مطابق ہوتے ہیں، وہاں دوسروں کو بھی متاثر کرتے ہیں، حضرت جیؑ کو قدرت نے یہی کمال عطا فرمایا تھا اس زمانہ میں وہ خیر القرون کی نشانی تھے، ان کے پاس بیٹھنے سے دنیا سے نفرت اور آخرت سے افس پیدا ہونے لگتا تھا اعمالِ سائبہ چھوین کر کاٹنے لگتے تھے، عجیب جاذبت کے انسان تھے، جب مرکزہ جانا ہوتا ویسی کو جی نہیں چاہتا تھا، جتنی دیر اس ماحول میں رہنے کا اتفاق ہوا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جنت کے کسی ٹکڑے میں موجود ہیں، عجیب قسم کا سکون، طمانینت موجود ہوتی تھی، علماء کا اکرام

حضرت جیؑ سے میری ملاقات اور تعلق آخری دو تین سالوں سے ہوا تھا پہلی مرتبہ نظام الدین پہنچنے کا اتفاق ہوا مسجد کے دروازہ پر بٹھرا اور کوئی جان پہچان کا آدمی نہ دیکھ کر سامان ہاتھ میں لئے بیٹھا مسجد میں جا بیٹھا عصر کی نماز ہو چکی تھی، قبیل مغرب تھا اتفاق سے کسی جاننے والے نے حضرت جیؑ سے جا کر کہہ دیا کہ فلاں آدمی آیا ہوا ہے، اس وقت حضرت جیؑ چار پائی پر بیٹھے ہوئے تھے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، بہت تیزی سے مسجد میں داخل ہوئے اور سینہ سے

چٹایا سامان اٹھایا اور اپنے حجرہ میں لیجا کر رکھا، معذرت چاہی جو اب دینے کی نوبت نہ آنے دی میں اپنی جگہ پانی پانی تھا یا اللہ اس انسان کے ان اخلاق کھریا نہ کا کن الفاظ سے جواب دوں؟ رات ہوئی کھانا ساتھ کھلایا، فرمایا جمعہ کے دن میری عادت شام کو کھانا کھانے کی نہیں ہے۔ مگر تمہاری وجہ سے کھا رہا ہوں، ایک ایک چیز سامنے اٹھا کر رکھتے۔ نہایت توجہ کے ساتھ کھلاتے

رات ہوئی چارپائی اوپر بچھوادی۔ ایک آدمی کو خیر خبر کے لئے مقرر کر دیا میں شرمندہ تھا یا اللہ یہ قابل احترام حضرات، ان کو کس طرح روکوں کہ میں ان خدمات کا اہل نہیں ہوں، بہت اصرار کیا جواب یہی ملا، ہمیں تو حضرت جی کا حکم ہے ہم اگر آپ سے غافل ہو تو حضرت جی ناراض ہوں گے، اب میرے پاس اس کا جواب کیا تھا، رات کافی ہو گئی ایک آدمی بھاگا آیا فرمایا حضرت جی لیٹ گئے ہیں مجھے بھیجا ہے کہ میں آپ کو بیت الخلاء غسلخانہ اور یہاں کی تمام چیزیں جن کا تعلق رات کی ضروریات سے ہے بتلا دوں،

ایک دن رات کے قیام کے بعد واپس ہونے لگا یا صرا چائے کے وقت تک بٹھرایا اور خوب چائے پلائی، نہیں نہیں چائے کے ساتھ اپنی چاہت بھی پلائی وہ چلے گئے اور ہمارا دل اپنے ساتھ لے گئے۔

ہائے اسلام تیرے چاہنے والے نہ رہے جن کا توجہ نہ تھا افسوس وہ ہائے نہ رہے رخصت ہونے لگا مسجد سے باہر بچپتہ سڑک تک ساتھ آئے دیر تک کھڑے رہے میں نے عرض کیا حضرت! واپس چلے جاتیے، فرمایا یہ تمہارے اوپر احسان نہیں ہے میں تو اتباع سنت کی وجہ سے یہاں تک آیا ہوں، گھر آ گیا، قلب بہت متاثر تھا جی چاہتا تھا پھر ملاقات کروں، اس کے بعد سے جتنی مرتبہ دلی جانا ہوا نظام الدین ضرور گیا حضرت جی بھی اس قدر مانوس ہو گئے تھے کہ پھر تو جس اجتماع میں میری شرکت ہوئی، اور ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ آیا ہے، بس اپنے پاس ہی رکھتے تھے، میں نے بھی یہی عادت بنالی تھی، کہ ان کے قریب ہی رہتا تھا ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو تلاش کرنے کی نوبت آئے،

یہ صرف میری ہی خصوصیت نہ تھی بلکہ ان کو کسی طرح یہ معلوم ہو جانا چاہئے تھا کہ فلاں عالم ہے بس پھر کیا تھا، ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوتا، میرے ایک خاص کرم فرما جناب مولانا خلیل احمد خاں صاحب نجیب آبادی بہت سیدھے اور نیک عالم تھے، کوئی ظاہری علامت ایسی نہیں، جن سے ان کو عالم سمجھا جائے، ایک مرتبہ جماعت میں مرکز پہنچ گئے۔ پائے پینے کے وقت سب مہمانوں کے پاس بیٹھے تھے، میں نے جب ان کو مولانا کہہ کر یاد کیا حضرت جی متوجہ ہوئے اور وہاں سے بلا کر اپنے قریب بٹھایا خاص شفقت فرمائی۔

ایک دفعہ جناب سعید اختر صاحب ایڈیٹر مدینہ چلے پر گئے تھے، کاوی پہنچ کر انہوں نے ارادہ ظاہر کیا کہ تین چلے پر یہاں سے ہی چلا جاؤں۔ حضرت جی نے فرمایا جی تو یہی چاہتا ہے مگر مفتی صاحب کا خیال ہے وہ تمہاری عدم موجودگی سے بہت پریشان ہوں گے اور ہم علماء کو ناراض کرنا نہیں چاہتے حضرت جی فرمایا کرتے تھے، کہ میں جو دیوبند سہارن پور جماعتیں بھیجتا ہوں اس لئے نہیں، کہ علماء کو تبلیغ کی جائے ان کو دعوت دینی جائے میں تو اسی غرض سے بھیجتا ہوں کہ آج عوام علماء سے دور ہوتے جا رہے ہیں یہ ان سے قریب ہو جائیں اسی میں ان کا فائدہ ہے،

اکابر سے تعلق

اور حضرات کے بارے میں تو مجھے معلوم نہیں ہاں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جب بھی سہارنپور تشریف لے جاتے تو دیوبند ضرور جاتے اور بہت دیر تک نہایت ادب و احترام سے بیٹھے رہتے تھے، حضرت مدنی کو بھی ان سے اسی قدر تعلق تھا، جب اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے تو پھر ہر منہافمہ کرنے والے سے پوچھا کرتے کہیے! آپ نے چلہ دیا یا نہیں، اگر وہ انکار کرتا تو آپ اس سچلہ لکھواتے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد نظام الدین حاضری کا اتفاق

ہوا، سردی کے دن تھے حضرت جی چوتراہ پر دھوپ میں بالکل بچھے ہوئے بیٹھے تھے
مصافحہ کے بعد ٹھنڈی سانس بھر کر فرمانے لگے حضرت مدنی کا انتقال ہو گیا دنیا سے
بہت بڑی خیراٹھ گئی اتنی بڑی خیراٹھ ہم سب لوگوں کی خیر ایک جگہ جمع کر لی جائے، تب
بھی اس خیر کے مقابلہ میں کچھ نہیں، غلطی معتبر آدمی کی زبانی معلوم ہوا کہ پورے دو سال
تک برابر لوگوں کو تاکید کرتے رہے دیکھو اپنے اس چلہ کا ثواب حضرت مدنی کی روح
کو پہنچانا بلکہ ان کو اھیال ثواب کی نہیں سے نیت کر کے چلو!

حضرت مدنی قدس سرہ العزیز سے جو تعلق تھا آپ کو تھا اس کا ایک خاص ثبوت
یہ بھی ہے کہ آپ کی عادت شریعہ مضامین اخباروں میں شائع کرانے کی نہیں تھی، مگر
شیخ الاسلام نمبر کے لئے اپنا ایک خاص مضمون مرحمت فرمایا، جس کے بعض ٹکڑے
عنوان کی مناسبت سے اس جگہ درج کر رہا ہوں، جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت
جی کو حضرت مدنی اور ان کو حضرت جی سے کس قدر تعلق تھا سحر فرماتے ہیں۔

”اس ناکارہ نے حضرت مدنی سے ان کے انتقال سے ۲۲ گھنٹہ پہلے اللہ
رب العزت کے فضل و کرم سے زیارت کی سعادت حاصل کی، اگرچہ
بیماری کی رعایت سے اپنا ملنے کا ارادہ نہ تھا، مگر ازراہ شفقت و
کرم خود ہی یاد فرمایا، چونکہ پر قبلہ رُوح تشریف فرما تھے اور انتہائی متوجہ
الی اللہ تھے، ارشاد فرمایا کہاں سے آئے ہو؟ جواب میں عرض کیا گیا،
بستی حضرت نظام الدین سے، ارشاد فرمایا کہاں جاؤ گے؟ عرض
کیا بستی نظام الدین اولیاء رہی واپسی ہوگی، ارشاد فرمایا، محض میری
وجہ سے سفر ہوا میں تو بہت پیمانہ ہوں آپ حضرات نے کیوں
تکلیف فرمائی، وہیں سے دعا کرتے، غائب کی دعا جلد قبول ہوتی ہے وہ میرے
لئے زیادہ کار آمد ہے، پھر ارشاد فرمایا لوگ مصیبتوں سے گھبراتے ہیں گھبرانا
نہیں چاہئے بلایا اور مصیبتیں خدا کی نعمت ہیں“

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید عبدہم تو آپ کے

سب کچھ تھے، بھائی بھی، خسر بھی، بہنوئی بھی، استاد اور مربی بھی۔ ان تمام رشتوں کے علاوہ دینی، ایمانی، قومی رشتہ دونوں میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کا گردیدہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت جی سہارنپور تشریف لائے، یہ احترام بھی موجود تھا حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم پلنگ پر تکیہ سے ٹپک لگائے بیٹھے تھے حضرت جی دلی سے تشریف لائے، اور حضرت شیخ کے سینہ سے چمٹ گئے اور دیر تک چمٹے رہے دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا جب جدا ہوئے تو دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، ان دونوں حضرات کے خصوصی تعلق کا اظہار حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کے مکتوب گرامی سے بخوبی ہو رہا ہے۔

نسبتوں کا احترام

اکابر سے اس شدید تعلق کی وجہی سے اکابر کی نسبتوں کا بجا احترام کرتے تھے، جب کبھی تقانہ بھون، دیونید، ابنہیہ کا ندھلہ، امر وہہ وغیرہ جماعت بھیتے تو جماعتوں کو ہدایت فرماتے وہ اکابرین کا شہر ہے، ادب کی ضرورت سے، ان مقامات پر اجتماعات کئے، لیکن اجتماعات کی شرائط میں بہت نرمی اختیار کی کا ندھلہ کا اجتماع منظور فرمایا جو آپ کے وصال کے بعد ہوا، محض مشائخ کا ندھلہ کے احترام کی وجہ سے پہلے سے نہ کوئی ماحول بنا اور نہ وہ شرائط ہی لگائی گئیں، جو دوسرے اجتماعات کے لئے لگاتے تھے، ایسے ہی امر وہہ کا اجتماع کیا، فرمایا یہ اکابر اور اولیاء اللہ کی بستی ہے اس بستی کا تو ہم پر ویسے بھی حق ہے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ حضرت تقانوی رحمہ اللہ حضرت رائے پوری کے منتسبین میں سے جب کوئی بستی نظام الدین پہنچ جاتا آپ کو بے انتہائی خوشی ہوتی، ایسی خوشی گویا کہ عید ہے، ایک مرتبہ مولانا اسعد صاحب نظام الدین کسی اپنے ذاتی کام سے پہنچ گئے باصرار بٹھرایا اور قسم قسم کے کھانوں کا اہتمام فرمایا، اپنے والد محترم سے مشابہت

حضرت جی اپنے والد محترم مولانا شاہ محمد الیاس صاحب سے ہر اعتبار سے

بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ میں تین کمالات خاص تھے، حقیقت علم کا حصول، خلوص للہیت، دعوت کے لئے جدوجہد اور دلسوزی یہ تینوں کمالات حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ میں بدرجہ اتم موجود تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ملفوظات ارشادات آج بھی موجود ہیں ایک طرف ان کو رکھ لیا جائے اور دوسری طرف حضرت جی کے ارشادات کو رکھ لیا جائے، تو ذرہ برابر فرق محسوس نہ ہوگا، قرآن و حدیث سے ایسی ایسی نایاب چیزیں نکالتے تھے جو اسلاف کی کتابوں میں بھی موجود نہیں، بارہا تقریریں سنتے اور مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ان سے ہزار ہا حدیثوں کو سنا ان کے معنی و مطلب سے بہت دیر تک حیرانی رہتی تھی یہ یقین ہو جاتا تھا، کہ مولانا جو کچھ بیان فرما رہے ہیں، کلام ربانی اور کلام رسول کا یہی منشا اور غرض ہے۔

معمولات میں بالکل اسی طرح پابندی جس طرح بڑے حضرت جی کی تھی اور وہی تمام معمولات جو بڑے حضرت جی کے تھے، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا عشاء کے بعد کتاب نمانے کا طریقہ بڑے حضرت جی کے زمانے سے ہے اللہ کا شکر ہے کہ اب تک وہی طریقہ چل رہا ہے

محنت اور جدوجہد کا وہی عالم تھا جو بڑے حضرت جی کا تھا جب لوگوں کو دیکھتے کہ دعوت کی طرف راغب ہیں تو قلب کی مسرت چہرے سے عیاں ہوتی اور جب لوگوں کو دیکھتے کہ چلوں کے لئے نام پیش کرنے میں تامل کر رہے ہیں رہنمائی ہو جاتی تھی سانس لینے لگتے تھے، میں نے اپنی زندگی میں امت کے لئے کڑھنے والا، مصیبت اور محنت جھیلنے والا حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے

زیادہ کسی کو نہیں پایا،
سخاوت اور توکل

حضرت جی کے پاس نہ کوئی جائیداد تھی اور نہ دولت اور نہ کہیں سے کوئی وظیفہ مقرر تھا، اس پر اخراجات اور بلا دست سوال دراز کئے ہوئے ہم لوگوں

کے لئے حیرت ناک ہیں، ایک ایک دن میں سینکڑوں آدمیوں کا کھانا، چائے، یہ حضرت جی کا دل گروہ تھا، حضرت مدنی کا دسترخوان اپنے زمانہ میں مشہور تھا، لیکن حضرت مولانا محمد یوسف کا دسترخوان ان سے بھی زیادہ وسیع ہو گیا، پھر ذریعہ آمدنی بجز توکل کچھ نہیں، قرضہ پر قرضہ ہوتا چلا جائے، کوئی فکر نہیں نہ کسی سے سوال نہ صورت سوال، وہ اللہ کا کام کرتے تھے اللہ ان کا انتظام کرتا تھا مرکز تبلیغ کا ہمیشہ سے دستور ہے کہ جب پیسے پاس نہیں ہوتے تو سارا غذائی سامان قرض ادھار آتا رہتا ہے، جب پیسے آتے ہیں تو ادا کر دیا جاتا ہے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی تحریر فرماتے ہیں، تقریباً چودہ پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ قرض کی رقم کچھ زیادہ دنوں تک ادا نہیں کی جا سکی غلہ وغیرہ جس دوکاندار کے یہاں سے آتا تھا، انہوں نے ان صاحب سے تقاضہ کیا جو سامان لینے جایا کرتے تھے، اور باورچی خانہ کا انتظام جن کے سپرد تھا، اور آگے کے لئے سامان دینے سے معذرت کر دی، انہوں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے کوئی تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا، اور ہمیشہ پیش آ سکنے والی اس مشکل کو مستقل طور سے حل کرنے کے لئے یہ تجویز سوچی کہ دو چار اپنے محض صاحب استطاعت احباب رازدارانہ طریقہ پر ایک مناسب قسم امانت کے طور پر آپس میں جمع کر لیں، تاکہ جب ایسی ضرورت پیش آجائے تو اس میں لنگر خانہ کے سلسلہ کا قرضہ ادا کر دیا جایا کرے اور جب رقم اپنے پاس آئے تو وہ رقم امانت فنڈ میں واپس کر دی جائے، اور چونکہ یہ اندازہ تھا، کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اس کو کبھی پسند نہ فرمائیں گے اس لئے پوری رازداری کے ساتھ انہوں نے بالا بالا اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا اور دہلی کے پانچ با توفیق دوستوں نے پانچ پانچ ہزار روپے دے کر پچیس ہزار روپیہ کی رقم اپنے ہی میں سے ایک کے پاس جمع کر دی اور آپس میں عہد و معاہدہ ہو گیا کہ حضرت مولانا سے کوئی اس کا ذکر نہ کرے بلکہ بات بالکل راز میں رہے

اور ہم چھ آدمیوں کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو، لیکن حضرت جی کو اس کا علم ہو گیا فوراً
یہی ان تمام حضرات کو بلایا اور باصرار ان سے یہ واقعہ معلوم کیا اور ان حضرات نے
اقرار کیا اس وقت حضرت جی نے ارشاد فرمایا،

آپ لوگوں نے جو کچھ کیا ہے نیک نیتی سے کیا ہے لیکن ہمارے ساتھ یہ
ایک طرح کا نظم ہے جب اس طرح کے انتظام آپ لوگ کریں گے، تو پھر ہم اللہ
کی مدد کے قابل نہیں رہیں گے، اللہ کی مدد کے قابل ہم اسی وقت تک
ہیں جب تک دنیا میں ہمارا کوئی سہارا نہ ہو اور ہماری نظر بس اس کے
خزانہ اور اس کی مدد پر ہو اور ہم مضطر ہوں" لے

اس کے بعد مولانا نے اس رقم کو واپس کر دیا عربی میں حیات الصحابہ
کی طباعت و دائرۃ المعارف حیدرآباد میں کرائی تھی، مصارف کا اندازہ قریباً آٹھ
دس ہزار ہوگا، حیدرآباد ازمبئی کے بعض شخصین نے مل کر آٹھ دس ہزار روپیہ
کا انتظام کیا، لیکن حضرت جی کو جب اس کی خبر ہوئی تو تمام رقم کو واپس کر دیا،
اور تمام اخراجات کا انتظام از خود کر کے بھیج دیا لے

اسی طرح امانی الاجار پر بہت کانی لاکھت آئی، لیکن جب وہ تیار ہو گئی تو
اس کا پورا ایڈیشن حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر دیا
اور ساتھ ہی وہاں سے کچھ عرصہ پہلے حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کی جانب
سے اس کی زکوٰۃ بھی از خود ہی ادا کر دی۔

جس سال حضرت جی اور حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم سفر حج کے لئے
تشریف لے گئے ہیں اس سال رجب کے مہینہ میں راقم السطور نظام الدین حاضر
ہوا مجھ سے دریافت کیا آپ نے ابھی حج کیا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا
ابھی تک میں اس قابل نہیں ہوا ہوں، فرمایا نیت تو کر لینا ہی چاہئے، میں نے
عرض کیا نیت میں تو کچھ خرچ نہیں ہوتا مگر بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی، فرمایا

لے الفرقان یوسف نمبر ۱۱۱۱

یہی ہمارا معاملہ ہم میں سے کسی کے پاس کچھ نہیں مگر حج کے لئے جانا ہے، بہر حال یہ حضرات حج کے لئے گئے اور ہوائی جہاز سے گئے۔

بعض معترضین نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ مرکز نظام الدین میں غلہ میوات سے عشر وصول ہو کر آتا ہے، جب ہی تو اس فراغت سے خرچ کرتے ہیں اتفاق سے معترض صاحب تھے بھی ایسے ہی کہ جن کی بات پر مجھے یقین کر لینا چاہئے تھا، میں یہ سن کر چپ ہو گیا، اور ارادہ کر لیا کہ جب دہلی جاؤں گا۔ تو دریافت کر دوں گا، دہلی گیا، چائے پینے کا وقت جب آیا، تو حضرت جی نے از خود فرمایا کہ بعض لوگوں کا ہمارے متعلق خیال ہے کہ ہم میوات کا عشری غلہ وصول کرتے ہیں، حالانکہ ہم ایک دانہ بھی نہیں لیتے،

طالب علمی کے زمانہ میں دیوبند سے بعض طلباء چھٹیوں میں مرکز پہنچ جانے تھے حضرت ان کا بہت خیال فرماتے تھے ان ہی طلباء سے معلوم ہوا کہ حضرت آمدورفت کا کرایہ ان طلباء کو دیکر واپس کیا کرتے۔ مظاہر علوم کے ایک طالب علم سے اس سال ۱۹۰۰ء میں معلوم ہوا کہ حضرت جی کو کسی طرح یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ضرورت مند سے چنانچہ حضرت جی نے مجھے بیس روپے مرحمت فرمائے،

ضبط و صبر اور تحمل

قومی اور عوامی کاموں میں ضبط و صبر اور تحمل کی بے انتہا ضرورت ہے بغیر اس کے وہ کام نہیں ہو سکتا تبلیغی کام میں جس قدر عمومییت سے غالباً دوسرے کام میں اس قدر نہیں ہے اور حق یہی ہے کہ عوام کو دیندار بنانا، خواص کو ان کے قریب لے جانا، عوام کو خواص کے قریب لانا اور ان میں دینی زندگی پیدا کرنا اس کام کا موضوع ہے پھر عوام میں جو علم اور دین دونوں سے بہت دور، جہالت اور بے دینی سے قریب، ایسے لوگوں سے ربط و ضبط رکھنا، ان کو اپنے سے نزدیک کرنا اور ان کی تمام حرکات کو نظر میں رکھ کر ان کی اصلاح و تربیت کرنا انتہائی مشکل کام ہے جو بلا ضبط و صبر و تحمل کے نہیں ہو سکتا،

حضرت جی کے ساتھ روزانہ ہر وقت ایسے ہی مراحل پیش آتے تھے، کہ جنکی وجہ سے ضبط و صبر کا دامن پھوٹ جائے دیہاتیوں کا، ہجوم، نہ وقت کا خیال نہ آرام کا، ہر وقت ہر آن حضرت جی کے پاس، کوئی دعا کے لئے کہہ رہا ہے، کوئی مصافحہ کے لئے لپک رہا ہے، کوئی تعویذ کی درخواست کر رہا ہے اور حضرت جی سب کو مسکرا کر جواب دے رہے ہیں، نہ کھانے کا خیال نہ چائے کا نہ پان کا، خادم نے دنے دیا، کھالیا اور نہ اپنے کام میں مشغول،

جناب حکیم محمد مشتاق احمد صاحب کھٹوری فرماتے ہیں، ایک دفعہ حضرت جی کھٹور کے قریب ایک موضع میں تشریف لائے بہت بڑا اجتماع ہوا اگرچہ موسم برسات بھی غضب ڈھا رہا تھا۔ مگر تمام تبلیغی کام اپنے پر و گرام کے تحت باحسن وجوہ انجام پا رہا تھا فرماتے ہیں حضرت جی جب وہی تشریف لائے تو ہمارے یہاں چند گھنٹہ قیام فرمایا، حضرت جی کے ہمراہ چند غیر ملکی مہمان بھی تھے مرکز کے سب رفقا ساتھ تھے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا، کھاتے وقت فرمایا، کاش وہ ہمارے غیر ملکی مہمان بھی شریک ہوتے (حضرت جی پہلی کار سے تشریف لائے تھے) اور غیر ملکی حضرات پیچھے آرہے تھے،

حضرت جی غیر ملکی مہمانوں کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے ان کے مزاج کے مطابق مہمان نوازی سے بہت خوش ہوا کرتے تھے، یہاں حضرت کے مزاج کے مطابق اس کا خیال رکھا گیا تھا کہ غیر ملکی مہمانوں کا انتہائی اعزاز و اکرام کیا جائے تاکہ حضرت جی بہت خوش ہوں، بہر حال حضرت جی نے دوپہر کا کھانا کھا کر بعد نماز ظہر اس گاؤں کا سفر فرمایا وہاں پہنچ کر حسب معمول اپنا کام شروع کیا، یہاں سے خوب جماعتیں نکلیں، حضرت جی بہت خوش ہوتے اور دیوم تک ایسے مشغول ہوتے کہ کھانا تک نہیں کھایا، صورت حال یہ ہوئی کہ ہر شخص دوسرے کے متعلق یہ سمجھتا رہا، کہ حضرت جی نے وہاں کھانا کھالیا ہوگا جہاں بیعت کرنے گئے تھے جب اس گاؤں سے کھٹور واپس ہوئے تو کھٹور آکر کھانا کھایا، جب کسی طرح معلوم ہوا کہ

آپ یہاں سے ہی کھانا کھا کر گئے تھے اور یہیں آکر کھایا ہے۔
اتباع سنت

حضرت جیؑ مغربیت سے بہت زیادہ متنفر اور بیزار تھے وہ مدینیت کی اشاعت کے لئے کوشاں تھے اور ان کا فرمانا تھا، اس مغربیت کا توڑ اس عمومی دعوت اور اشاعت سنت میں ہے۔ اس لئے وہ سنت کی اشاعت زبان سے تو کرتے ہی تھے عمل سے بھی اس کی اشاعت کرتے تھے اور ایک انسانی کوشش کا جہاں تک تعلق ہے وہ اضطرار کی حالت میں بھی اس سے گریز نہیں کرتے تھے اکثر اوقات پانچامہ پہنتے تھے، لیکن جب نماز پڑھتے یا پڑھاتے تو تہبند پہن لیتے تھے یہ عمل دلیسے تو بہت آسان اور معمولی سا نظر آتا ہے، لیکن حضرت جیؑ کی مسردفیت کے پیش نظر یہ بڑا مجاہدہ ہے، اس عمل میں حضرت جیؑ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور فعلی دونوں سنتوں پر عمل کیا ہے۔

روایات میں مذکور ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچامہ خریدنا اور اور ایک روایت میں یہ ہے، کہ آپ نے پہنا بھی، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تو آپ کی اجازت سے پانچامہ پہنا کرتے تھے لہ

حضرت جیؑ نے اس سنت پر اس طرح عمل کیا کہ نماز کے وقت تہبند باندھ لیتے تھے اور دلیسے بقیہ اوقات میں پانچامہ پہنے رہتے تھے تاکہ دونوں سنتوں پر عمل ہو جائے گرمیوں کے دنوں میں عام اوقات میں ٹوپی اوڑھے رہتے تھے، لیکن جب نماز پڑھنے یا پڑھانے کا وقت آتا تو عام باندھ لیتے تھے حضرت جیؑ نے اتباع سنت کی غرض سے چمڑے کا ایک تکیہ بھی بنوا رکھا تھا، جس میں کوئی سخت سی چیز بھری تھی، غالباً کھجور کی کھال ہوگی،

دستر خوان پر سنون سالنوں میں سے کوئی نہ کوئی سالن ضرور ہوتا تھا،

لہ زاد المعاد از ابن قیم

ایک دن کھانا کھاتے ہوئے فرمایا، مدینہ منورہ سے آیا ہوا شہد رکھامے
اسے جلدی سے لاؤ، ایک دن فرمایا دیکھو اندر سرکہ میں زیتون ڈالنے
ہوئے ہیں ان کھینکالو، ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ کھانے کے بعد جب آپ کو یاد
آیا تو آپ نے روغن زیتون اندر سے منگوا یا، اور فرمایا دیکھو مجھ سے کیسی بھول
ہو گئی تھی،

اعمال اور اوراد و وظائف میں سنون دعاؤں اور اوراد کا بہت زیادہ
اہتمام فرماتے تھے، میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں ادھیہ اوراد سنونہ کا اتنا
زیادہ کوئی دوسرا پابند نہ ہوگا، مہمانی اور میزبانی، سفر و اقامت، آرام و راحت،
سکوت اور گویائی عزت کے ہر شعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات
صحابہ رضی اللہ عنہم کی پوری پوری اتباع فرماتے تھے،

متعدد مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت جی جب اپنے میزبان کے یہاں سے رخصت
ہوتے تو اس کو اپنے پاس بلا تے اور معذرت پیش کرتے اور جب اپنے مہمان کو
رخصت کرتے تو اس کا شکریہ ادا کرتے تھے اور جب کوئی مخصوص مہمان آتا تو
اس کو رخصت کرنے کے لئے دور تک ساتھ جاتے،

حضرت جی؟ ایک مرتبہ ہندوستان سے عمرہ کے لئے تشریف لے گئے
بعض لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں، حضرت جی؟ سے جب دریافت کیا گیا تو فرمایا
میں اتباع سنت کی نیت سے گیا تھا اور ایک سنت کی اتباع میں میرا سب
کچھ خرچ ہو جائے تو میرے لئے یہ سستا سودا ہے۔

میں نے ایک دفعہ حضرت جی سے دریافت کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ
ان تاریخوں میں بھی جماعت نکالا کرتے تھے جن تاریخوں میں عروہ بدر ہوا تھا۔
پھر کیوں اس کو بند کر دیا، ارشاد فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ
رضی اللہ عنہم کا پہلا سفر ہے جو خدا کے دین کی نصرت کے لئے ہوا تھا اور اسی سفر
میں حق و باطل کا فیصلہ ہوا تھا اسی کے اتباع میں ان تاریخوں میں جماعت نکالا کرتا

مقا۔ لیکن جب بعد میں مجھے یہ محسوس ہوا کہ لوگ اس کو ضروری قرار دیدیں گے اور
 آئندہ یہ بدعت کی صورت اختیار کر لے گی تو پھر میں نے اس کو بند کر دیا وہ
 حضرات خیال فرمائیں جو رمضان المبارک میں تہجد کی نماز، جماعت سے، محض سنت
 کا نام لے کر کرنے کو واجب و فرض جیسا عمل سمجھتے ہیں۔

باب ہفتم

جناب یوسفؑ کی دعوت پہلے اور بعد میں

مولانا محمد یوسفؑ دعوت سے پہلے
یہ عرض کیا جا چکا ہے، کہ نظری طور پر حضرت مولانا محمد یوسفؑ کو پڑھنے
- اور پڑھانے مطالعہ کرنے اور لکھنے سے زیادہ شغف تھا، حضرت جیؒ نے ایک
مرتبہ ارشاد فرمایا:-

”ابتدا میں مجھے تبلیغ کے کام سے دل چسپی نہ تھی ذہنی طور پر اس
نقل و حرکت کے لئے مجھے مشرع مدد نہیں ہوا تھا، تبلیغ کے کام میں
جس قدر حصہ لیتا تھا، وہ سب بڑے حضرت جیؒ کی وجہ سے تھا“
مولانا علی میاں کو ایک مکتوب میں حضرت جیؒ نے تحریر فرمایا تھا،

”میں نے ان کی (حضرت محمد الیاس صاحبؒ) کی کبھی نہیں سنی، جب
کسی طبقہ کا اقتراح ہوتا تو میں سہم کر بیٹھا، جب کبھی جماعت جاتی
میں ڈرتا، جب دعوت کا وقت آتا میری روح فنا ہوتی، جب کوئی
حکم دیتے ہیں اس کی تعمیل سے قاصر رہتا ہر مشورہ میں میری رائے
حضرت شیخ کے سامنے ہوتی اور میں ان کی (حضرت مولانا محمد الیاس
صاحبؒ) کی رائے کے خلاف اظہار بے باکی کے ساتھ کرتا“
یاد رکھنا چاہئے غلوں کے ساتھ اظہار رائے سوء ادبی نہیں کہلاتا، ایک
دفعہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ارشاد فرمایا

”بڑے حضرت جی ہر طرح کے آدمیوں سے بڑے اکرام سے پیش
آتے تھے، جن میں سے بعض تشریح بھی ہوتے تھے اور اسی طرح
بعض معتدین کی کار بھی استعمال کرتے تھے ایک مرتبہ میں نے ان
سے عرض کیا کہ آپ اپنے اس رویہ پر عوز فرمائیں یہ کہاں تک صحیح
ہو سکتا ہے؟“

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے والد محترم کے بارے میں یہ جو
کچھ ارشاد فرمایا وہ اعتراضات نہیں تھا غالباً اپنے علم کی روشنی میں ان کا خیال
اس وجہ سے تھا کہ ایک مرد با خدا کو اس طرح تشریح حضرات کا اکرام نہیں کرنا چاہیے
غالباً ان کی نظر فقہ کے اس جزیرہ پر ہوگی، کہ ناسق کا اکرام نہیں کرنا چاہیے،
لیکن یہاں اس کے برعکس معاملہ تھا، غالباً مولانا کی نظر سیرت مبارکہ کے دعوت
کے اس پہلو پر نہیں گئی تھی، کہ جس میں یہ واقعہ بھی سامنے آجاتا ہے، کہ ایک مرتبہ
حضرت علیؑ علیہ وسلم مسجد حرام میں بیٹھے تھے، چند سرداران قریش کو سمجھا رہے
تھے کہ حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ آگے اور سلام کیا آپ کو اس سے
انقباض ہوا اور ان کی طرف التفات نہیں کیا، لہ
اسی طرح آپ نے فتح طائف و حنین کے موقع پر نو مسلمین حضرات پر زیادہ
الغامت کی بارش کی اور انصار مدینہ کو کچھ نہ دیا، جس کی بنا پر ان کو شکایت
ہوتی تھی،

سیرت مبارکہ کے یہ گوشے اپنے اندر دعوتی پہلو لئے ہوئے ہیں ایک
داعی دل سے یہ چاہتا ہے کہ ہر متفلس اس کی دعوت کو کسی بھی طریقہ سے قبول
کر لے اسی وجہ سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب غیر تشریح حضرات
کی ظاہری کمزوریوں سے انماض کرتے ہوئے ان کو قریب تر رکھتے تھے تاکہ وہ
اس بسمہ خیر سے کسی بھی وقت متاثر ہو کر راہ ہدایت اختیار کر لیں تو ان کے لئے

لے ملاحظہ فرمائیے مشورہ نزول سورہ ہس

آخسرت کے تمام دروازے کھل جائیں گے یہ داعین الی اللہ ہمیشہ اس بات کی کوشش فرماتے ہیں، کہ کھچڑ اور دلدل میں پھنسا ہوا موتی بیکار اور ضائع نہ ہو جائے، چنانچہ فضیل بن عیاض وغیرہ اپنے مشائخ کے نقطہ فیض سے متاثر ہوئے حضرت بید احمد شہید، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، شیخ الہند مولانا احسن صاحب دیوبندی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی از خود حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی زندگی میں بہت سی ایسی مثالیں سامنے ہیں کہ انہوں نے ایک مسلمان کا ضائع ہونا کبھی بھی پسند نہیں کیا یہ بات دراصل مولانا نے دعوت سے زیادہ شغف اور ابتداءً زیادہ دل چسپی نہ ہونے کی وجہ سے فرمادی تھی، لیکن جب وہ داعی بنے تو کیا ہوا دنیا جانتی ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کی مخلوق پر ان سے زیادہ کوئی دوسرا مہربان نظر نہ آتا تھا،

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا وصال اور حضرت جی کی جانشینی پہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب بانی تبلیغ کا انتقال ۱۹۴۳ء میں ہوا اس وقت تک یہ کام اگرچہ کافی ترقی کر چکا تھا ہندوستان کے مشاہیر علماء اس کام سے دل چسپی لے رہے تھے، مگر ان میں اکثر حضرات کا اس کام سے جوڑ اور تعلق حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کی شخصیت کی وجہ سے تھا، چونکہ یہ حضرات حضرت مولانا کو مخلص، پاک باز، دلی کامل سمجھتے تھے، ان کے پاس رہنے ان کے ارشادات کے سننے ان کے اشاروں پر چلنے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے، گویا تبلیغی کام کو حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کی وجہ سے پسند کرتے تھے، اس لئے اندیشہ تھا کہ کہیں یہ مقدس کام ان کے بعد ختم نہ ہو جائے، جب کہ وہ بظاہر حضرت ممدوح کی سی خوبیوں کا دوسرا شخص نہ تھا یہ ضرور ہے کہ بعض مخلصین ایسے بھی تھے جو اس کام کو اپنا مقصد حیات بنا چکے تھے، بالآخر حضرت شاہ محمد الیاس صاحب تو نہ تھے کہ لوگ جن کا اس قدر

احترام کریں ان کے اشاروں پر چلنے کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھیں اس لئے اس وقت تمام مخلصین کو فکر تھی کہ کیا ہونا چاہئے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اس وقت سب کچھ تھے، لیکن وہ یوسف ثانی نہ تھے، یوسف ثانی تو بعد میں بنے ہیں اس وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اپنے چچا حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کی علالت کی وجہ سے دہلی میں مقیم تھے چند حضرات نے تبلیغی کام کے لئے اپنے خدشات کا اظہار کیا تو فرمایا :-

موتوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر آپ کو ہو رہی ہے، میرا خیال ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے اور سب اسی سوچ میں ہیں لیکن یہ بات ایسی نہیں ہے کہ ہم اور آپ اس کا کوئی انتظام کریں، اور وہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے

خاص بندوں کے ساتھ ہو اس کے لئے مرتبے ہیں یہ ہے کہ وہ ان کی چیز کو ضائع نہیں فرماتا ان کے بعد بھی ان کے کام اور فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت اور تربیت سے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور ان سے امید ہوتی ہے کہ اس بندے کے بعد انشا اللہ اس کا سلسلہ اور فیض ان کے ذریعہ جاری رہے گا۔ مشائخ کے یہاں خلافت اور اجازت کا سلسلہ دراصل اسی کی ایک عملی اور انتظامی شکل ہے، خلافت اور اجازت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت کچھ حاصل ہو گئی ہے اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا جو کام شیخ سے لیا جا رہا ہے وہ انشاء اللہ ان سے بھی لیا جائے گا،

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندہ کی عمر بھر کی محنت اور تربیت سے ایک اور بھی ایسا بنتا ہو نظر نہیں آتا، کہ جس سے توقع کی جاسکے،

کہ اسکے ذریعہ اس بندہ کا جلا یا ہوا چراغ روشن رہے گا لیکن اس بندہ کا انتقال ہوتے ہی اچانک اس کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے کی نسبت وقتاً اس کی طرف منتقل ہوگئی اور ایسا بہت کم شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، لیکن یہ جب ہوتا ہے تو نسبت کا انتقال بہت غیر معمولی خارقِ عادات قسم کا ہوتا ہے۔

حضرت چچا جان کے لوگوں میں، میں کسی کے متعلق نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہو چکا ہے اور ان کے اس کام کو بخاری رکھے گا مگر مجھے اللہ تعالیٰ سے اس کی پوری امید ہے کہ وہ ان کے کام کو ضائع نہیں فرمائے گا، اس لئے مجھے توقع ہے کہ یہاں غالباً دوسری شکل واقع ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کسی کو یہ دولت مل جائے گی پھر اس کو تم بھی دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا اور پھر انشاء اللہ یہ کام اسی سے لیا جائے گا، اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میرے بارے میں ہو تو مجھ سے کسی کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے پھر یہاں میں خود رہوں گا، بلکہ اگر تم خود مل کر مجھے نکالنا چاہو گے جب بھی یہیں رہوں گا، اور اگر کسی اور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو تو تم بھی اسے دیکھ لو گے اور میں بھی اس کو دیکھ لوں گا، پھر اللہ تعالیٰ اسی سے یہ کام لے گا، بس انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور اگر دیکھو کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوتی تو مولوی صاحبؒ میں خود بھی تم سے بڑا وابہ ہوں میں نہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ کے در و دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے وصال کے وقت یہ حالات تھے کہ بظاہر تبلیغی کام کو ذمہ داری سے انجام دینے والا کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا، لیکن اس کے بعد کیا ہوا کون اس کام کا اہل ثابت ہوا کس نے اس کام کا عروج بخشا اس کو میں اور آپ سب جانتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کی وفات سے کچھ پیشتر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب کی معیت میں نظام الدین شریف آئے حضرت مولانا مددوح ان کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور بستر علالت سے ان ہر دو حضرات کو یہ پیغام بھیجا :-

”مجھے اپنے آدمیوں میں سے ان چند پر اعتماد ہے آپ لوگ جسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کو بیعت کرا دیں جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں (۱) حافظ مقبول حسن صاحب (۲) قاری داد صاحب (۳) مولوی احتشام الحسن صاحب (۴) مولوی محمد یوسف صاحب (۵) مولوی انعام الحسن صاحب (۶) مولوی سید رضا حسن صاحب“

ان حضرات و حضرت شیخ الحدیث صاحب، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ اور مولانا ظفر احمد صاحب نے مشورہ کر کے حضرت مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ: ”مولوی محمد یوسف صاحب ما شاء اللہ ہر طرح اہل ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”القول الجبیل“ میں خلافت کے لئے جو شرائط رکھے ہیں وہ سب بجد اللہ ان میں پائے جاتے ہیں، عالم ہیں، متورخ ہیں علوم دینیہ سے اشتغال رکھتے ہیں“ اس پر حضرت مددوح نے ارشاد فرمایا۔

”اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ اسی میں خیر و برکت دے گا مجھے منظور ہے، پہلے مجھے بڑا کھٹکا اور بے اطمینانی تھی۔ اب بہت اطمینان ہو گیا، امید ہے کہ انشاء اللہ

میرے بعد کام چلے گا“ (حیات مولانا محمد ایاس صاحب،)
 چنانچہ ان حضرات کی دعاؤں اور توجہات کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت مولانا
 محمد یوسف صاحب نے بعض لوگوں کی امید کے خلاف اصلاح و تبلیغ کا وہ
 اعلیٰ کام کیا کہ جس کی مثال نہیں ملتی، حضرت مولانا محمد ایاس صاحب کا انتقال
 ہوا اور ان کے دفن سے پیشتر صبح کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے
 سر اقدس پر بڑے حضرت جی کا عمامہ رکھ دیا اور ان کی خلافت اور
 جانشینی کا اعلان کر دیا

حضرت شاہ محمد ایاس صاحب کی نسبت

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید نجف دم اپنے مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں

دو چچا جان کے وصال کے بعد اس نے ایک پرواز کی، جس کے
 متعلق اس ناکارہ اور حضرت اقدس رائے پوری کا یہ خیال ہے کہ
 چچا جان نور اللہ مرقدہ کی نسبت خاصہ منتقل ہوئی ہے۔ اور ہر
 بات میں اس کا مشاہدہ خوب ہوتا تھا، لاکتوبات گرامی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ
 حقیقت حال اللہ بہتر جانتا ہے مگر معلوم ہو رہا ہے کہ اذکار الہیہ اور ریاضت
 و عبادت اور بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے قلوب سے قنات دور ہو جاتی ہے، اور
 رزائے نفسانیہ فنا ہو جاتے ہیں، اس وقت مبدائیوں کی طرف سے قلوب پر مختلف
 فیوضات کا نزول ہوتا ہے، جن کو وہ قلوب حسب استعداد و صلاحیت جذب کرتے
 ہیں اور چونکہ جوارج قلوب کے تابع ہوتے ہیں، اسی وجہ سے جوارج سے فیض
 رحمانی کے مطابق ہو اس کے قلب میں ودایت ہوتا ہے، افعال و اعمال سرزد ہوتے
 ہیں، مثلاً کسی کے قلب پر رحم و کرم، جو دوسخا کا فیضان ہوتا ہے تو جوارج سے
 بھی وہی اعمال سرزد ہونے لگتے ہیں، جو ان اوصاف کے ثمرات ہوتے ہیں، یہی
 حال صحبت اولیاء اللہ کا ہوتا ہے، مثال اس کی اس طرح سمجھنا چاہئے کہ جس طرح

کسی زمین پر قلف اقسام کے پھول گرا دئے جائیں تو وہ زمین ان پھولوں کی خوشبوداری سے ہلک جاتی ہے، لیکن ان میں سے بعض پھول سریع الانتقال ہوتے ہیں، اور بعض پھول بطور الانتقال یا پھر یہ کہ زمین کے حسب استعداد بعض کی بو کو جلد جذب کیا ہے، اور بعض کو دیر میں، غرض کہ پھول کی خوشبو کے اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اس مٹی کو فلاں پھول سے زیادہ مناسب ہے۔

حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کے جو اوصاف خاصہ ہیں وہ بعض دوسرے علماء کو حاصل نہیں تھے وہ امت کے لئے ہر وقت دلسوزی فرماتے رہتے تھے، امت کی اصلاح اور اس کا سدھار اور بگڑے ہوئے انسانوں کو اللہ والا بنانا اور اللہ تعالیٰ کے فرامین اور عبادات کا احیاء وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے وہ اس بات کے خواہشمند تھے کہ ہر انسان جہاں اپنی انفرادی زندگی کو آخرت والی زندگی بنائے وہاں اس میں یہی تربیت امت کے لئے بھی ہو، اور انسان جہاں خود اللہ والا بنے وہاں دوسروں کو بھی خدا والا بنانے کے لئے دل سوزی اور جان سوزی کرے، مولانا ممدوح کسی فرد کو بھی جب آخرت سے دور اور دنیا سے قریب پاتے تھے تو کڑھا کرتے تھے اور چاہتے تھے جس طرح بھی ممکن ہو اس کو آخرت والا بنا دیا جائے اسی وجہ سے ان کو بگڑے انسان سے بگڑے انسان سے محبت تھی یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کو شروع میں یہ خیال ہوا تھا کہ حضرت جی ایسا کیوں کرتے ہیں، لیکن جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا انتقال ہو گیا، اور مبارک فیاض نے اس کام کو جاری رکھنا چاہا تو الیاس صاحب کے وہ کمالات یوسف کی طرف منتقل کر دئے، چنانچہ لوگوں نے دیکھ لیا، کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دعوت و اصلاح کے کام میں دلسوزی و جانسوزی کے اعتبار سے حضرت شاہ محمد الیاس صاحب سے آگے تھے،

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے مشابہت، حضرت مولانا محمد منظور صاحب

نہانی فرماتے ہیں :-

۱۰ اگلے دن صبح کو جب حضرت مولانا محمد یوسف نے نماز فجر پڑھائی اور نماز کے بعد حضرت کے معمول کے مطابق تقریر شروع فرمائی تو تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ یہ تو مولانا محمد یوسف صاحب کی زبان سے حضرت بلکہ ہے ہیں، اس وقت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی وہ بات یاد آئی اور اس تقریر کے ختم ہونے سے پہلے یہ یقین ہو گیا کہ حضرت شیخ نے جو کچھ فرمایا تھا یہ سب اس کا ظہور سے اور اللہ تعالیٰ نے وہ دولت مولانا محمد یوسف صاحب کی طرف منتقل فرمادی ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب میں تین امتیازی خصوصیات تھیں جن کا کھیلے طور پر مشاہدہ ہوتا تھا، اول دین کا درد اور فکر اور اس کے لئے ہر ممکن جدوجہد اور دوسرے اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور یقین، تیسرے علوم اور معارف، یہی تین اوصاف بلکہ مع شفی زائد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب میں موجود تھے، چنانچہ جس نے حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کو دیکھا ہے وہ مولانا محمد یوسف صاحب کو دیکھتے ہی بتا دیتا تھا کہ دونوں شخصیتوں میں کس قدر مشابہت تھی،

حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری سے نسبت

شاخ دیوبند میں یہ دونوں حضرات اپنی بعض خصوصیات میں ممتاز ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ^{رحمہ} علمی روحانی، کمالات عالیہ کے علاوہ کوہ ہمالیہ سے زیادہ مضبوط عزم و عمل کے مالک تھے، اعلان حق میں دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہیں کر سکتی تھی اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری روحانیت میں کمال مرتبہ رکھتے تھے، ذکر و فکر، عبادت و ریاضت ان کا طرز امتیاز تھا، صفائی قلب میں ان کا قلب آئینہ سے زیادہ صاف تھا، جو کچھ فرماتے تھے وہ بعینہ ہو جاتا تھا، چنانچہ ان کے

متعلق اس قسم کے بہت سے ذاتی تجربات اور مشاہدات ہیں جن کو مصلحتاً بیان نہیں کیا جا رہا ہے ان دونوں بزرگوں کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے خصوصی تعلق تھا غالباً یہی وجہ ہے کہ ان ہر دو حضرات کے کمالات حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی طرف منتقل ہو گئے تھے گویا مولانا ان ہر دو بزرگوں کے سچے امین تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب زید مجدہم اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

”حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سے یوسف مرحوم میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہوئی اور کسی بڑے سے بڑے ذی وجاہت کے سامنے اپنی بات کو نہایت جرات اور بیخونی سے کہنے کا ظہور ہوا اور وہ بڑھتا ہی رہا، اس کے بعد حضرت اقدس رانی پوری نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد اس کی گفتگو اور تقاریر میں انوار و تجلیات کا ظہور پیدا ہوا کیا بعید ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات اور مرحوم کے ساتھ شفقت و محبت کا یہ ثمرہ ہو؟“

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ ان کی زندگی میں آرام کا نام ہی نہیں تھا یہی حال حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے یہاں تھا، تقریر اور گفتگو میں نورانیت کا یہ عالم کہ بڑے بڑے ناقد یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی تقریر میں کہیں جھول نہیں ہوتا، فیوض و برکات کا یہ عالم دیکھنے والے سیکھنے کا تڑول اپنی ان ظاہری آنکھوں دیکھتے تھے، وہ آنکھیں نورانیت سے اس قدر بھر پور ہوتی تھیں کہ بچے کافر بھی تسلیم کرتے تھے، کہ جو کچھ کہتے ہیں، یہی حق ہے، نہ پتور ضلع بھنور کے اجتماع کے بعد بس میں سوار ایک سادھو نے مجھ سے کہا تو نوی صاحب یہ جو آپ کا بڑا سادھو آیا تھا، اس کی یا میں سن کر دل اس کی طرف کو کھینچنا تھا، ہم نے بہت تپسیہ کی ہے لیکن اس سادھو کی آتما بہت بلی طاقتور ہے ہمارے جی میں تو آگیا تھا کہ اسی کا چلیہ بن جانا چاہئے“ یہی بات میں نے ایک ہندو سادھو سے

ریل گاڑی میں حضرت را پوری کے بارے میں سنی تھی کہ "سادھو ہو تو ایسا ہو

جیسا رائے پور والا ہے"

نورائیت اور اثر و تاثیر

ایک دفعہ حضرت جی نے تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: جب دو

آدمی ملتے ہیں تو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی کسی سے متاثر نہ ہو یا متاثر کرتا ہے یا متاثر

ہوتا ہے، درمیان میں کوئی درجہ نہیں ہے اس لئے اگر تم مخاطب کو متاثر نہیں

کر سکتے تو یہ سمجھو کہ تم غیر ارادی طور پر خود اس سے متاثر ہو چکے ہو۔" لے

مجھے آج تک کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ملا جس سے مولانا متاثر ہوئے

ہوں اور نہ کوئی ایسا فرد ملا کہ جس نے یہ نہ کہا ہو کہ میں مولانا سے متاثر نہیں ہوا ہندوستان

ہی نہیں عالم اسلام کے کثیر انسان اور وہ بھی ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے حضرت جی

کی مجالس میں شریک ہوئے ان سے بات کی بہرے سب متاثر ہو کر واپس ہوئے ایسا

اکثر ہوتا تھا کہ جاتے تھے قلوب میں دنیا لئے ہوئے اور واپس ہوتے تھے آخرت

لئے ہوئے، جناب قاضی محمد عدیل عباسی دکیل اپنا واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت جی کیا تھے اسے مجھ جیسا تیرہ بخت آلودہ معصیت، علم و

عرفان سے نا آشنا کیا سمجھ سکتا ہے، رات کی اندھیاری میں

جب چاند طلوع ہونا ہے تو چاند کی اصلیت و ماہیت کو کون جانتا

ہے، صرف روشنی دکھائی دیتی ہے وہ عالم افروز روشنی میں نے

دور سے دیکھی دودھ کی طرح پھیلی ہوئی چاندنی ضلع بستی میں اجتماع

تھا، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے اس ناکارہ سے کہا جگہ وغیرہ کا

انتظام کر دے، میں نے انتظامات کے سلسلہ میں کو تو ال شہر سے

کباوہ کچھ سپاہی مقرر کر دیں کیونکہ اس پاس جرائم پیشہ لوگوں کی آبادی

تھی، وہ عین وقت پر خود بھی موٹر سائیکل پر آیا اور دیکھ بھال کر سپاہیوں

سے کہا چلو یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے اس وقت حضرت جی خطاب کر رہے تھے سپاہی جو ہندو تھے، کو تو ال سے کہنے لگے کہ حضور آپ چلیں ہم ابھی آتے ہیں یہ مولانا صاحب تو اپنے مذہب کی نہیں سب مذہبوں کی بات کہتے ہیں، خدا شناسی و حق پرستی و عرفانِ الہی کو عوام کے ذہن نشین کرانے کا مادہ اس تقریر میں نمایاں تھا۔

نہتور منسلح بجزو کے اجتماع کے موقع پر بھی ایسا ہی ہوا، ایس پی وغیرہ نے ملاقات کرتے وقت یہ کہا تھا آپ جیسے ہارپش جہاں ہوں گے، وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ "قاضی صاحب ارشاد فرماتے ہیں :-

"مجھے ہندوستان کے بیشتر علماء اور بعض مشائخ کو دیکھنے ان کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کرنے اور ان کے مواعظ سننے کا

اتفاق ہوا ہے، لیکن میں نے اپنی پوری زندگی میں کوئی ایسا نہیں

پایا کہ جس میں اس اعلیٰ درجہ کی روحانیت ہو، پاس بیٹھے ہی اپنے

اعمال سانپ پھوپن کر کاٹنے لگیں اور رجوع الی اللہ کا جذبہ پیدا ہو کر

خشیتِ الہی طاری ہو جائے اور اپنے نفس کے تزکیہ اور بد اعمالیوں

سے توبہ کرنے اور راہِ مستقیم اختیار کرنے کی طلب پیدا ہو،" لہ

یہی وہ نسبت ہے، جس کے متعلق حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے

ارشاد فرمایا ہے،

جرات اور عزم

حکیم مشتاق احمد صاحب کھٹوری نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا تھا ایک

دفعہ حضرت جی نے فرمایا "حکیم صاحب آپ کا پنڈت ہر د سے براہ راست تعلق

ہے لہذا اس تعلق کا تقاضہ ہے کہ ان کو دعوت دیجائے"

میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک وزیر اعظم اور دنیا کی چند شخصیتوں میں سے

ایک ایسی شخصیت کو میں کیسے دعوت دینے کی ہر بات کر سکتا ہوں، وہ تو بہت بڑے
 میں اور میں بہت چھوٹا ہوں۔ یہ سن کر فرمانے لگے، حکیم صاحب آپ بحیثیت
 کلمہ گو ان سے بہت بڑے ہیں اور دعوت دے سکتے ہیں، حضرت جی کے
 فرمانے کے بعد میرے دل میں ایک جذبہ ایمانی پیدا ہوا اور ایک بات ذہن
 نشین ہو گئی کہ ایک کلمہ گو بہت بڑا مقام رکھتا ہے یہ کیفیت اس وقت تک رہی،
 جب تک میں حضرت جی کے پاس بیٹھا رہا وہاں سے اٹھنے کے بعد یہ کیفیت
 نہ رہی۔

یہ کیفیت اسے ملتی ہے جبکہ ہے مقدر میں
 مے الفت نہ شیش میں نہ خم میں ہے نہ ساغریں

حضرت مولانا محمد یوسف میدان عمل میں
 حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا انتقال ہو گیا اور حضرت مولانا محمد یوسف
 صاحب امیر بنادئے گئے کون جانتا تھا کہ اب یوسف پہلا سا یوسف نہیں تھا،
 ایک طرف لوگوں کا خیال یہ تھا اب یہ کام ختم ہو جائے گا، کیونکہ حضرت مولانا
 محمد یوسف صاحب ان کے نزدیک اس کام کے اہل نہیں تھے ادھر اتنی بڑی
 تسدیلی کہ والد محترم کا جنازہ رکھا ہوا ہے لوگ جنازہ اٹھانا چاہتے ہیں، مگر
 حضرت جی اڑے ہوئے ہیں۔

جنازہ اٹھایا جائے گا جب لوگ چلوں کے لئے نام پیش کریں گے،
 یہ بھی عجیب اتفاق اور اتباع سنت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے کہ لاہور میں حضرت
 مولانا محمد یوسف صاحب کا جنازہ رکھا ہوا تھا، اور مولانا محمد عمر صاحب اعلان
 فرما رہے تھے کہ حضرت جی اپنے والد محترم کا جنازہ اس وقت اٹھنے
 دیا تھا جب چلوں کے لئے نام لے لے تھے۔

غور کیجئے تو بات بہت اہم ہے اور اس کے ڈانڈے بہت دور جا رہے ہیں
 لے مکتوبات حکیم مشائخ صاحب کھٹور سی لے الفرقان یوسف نبر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانشینی عمل میں آئی اور انہوں نے فوراً اعلان کیا کہ جس لشکر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شام کے لئے روانہ فرمایا ہے، میں اس کو واپس نہیں بلاتا،

یہ دراصل اس کام کی بڑائی اور اہمیت کی دلیل ہے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب میں حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کی نسبت منتقل ہو چکی تھی وہ کام اور اس دعوت کی اہمیت سے واقف ہو چکے تھے بلکہ ان کو اس دعوت کی حقانیت کا یقین ہو گیا تھا اس لئے ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہم کام یہی تھا اور حقیقت بھی یہی ہے۔
دعوت میں استقامت

دعوت میں استقامت نہایت ضروری ہے، جب تک داعی اپنی دعوت پر مضبوطی کے ساتھ قائم اور ثابت قدم نہ ہو اس وقت تک اس کی دعوت اپنے گھر کی چہار دیواری سے بھی باہر نہیں آتی یہی بات حضرت جی کے بارے میں کہی جاسکتی ہے، شروع شروع میں حضرت جی کو بہت صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا، اور ایسے حالات پیش آ گئے کہ کسی کچھے آدمی کا تو قدم ڈمگنا جاتا، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا ابتدائی زمانہ تھا، لوگوں کی آمد برابر تھی کسی سے مانگنا تو درکنار سوال کا اشارہ بھی گوارا نہ تھا قرض پر قرض ہوتا چلا گیا مگر اصول وہی کہ ہمیں سرمایہ نہیں سرمایہ داروں کا وقت چاہئے۔

ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا منشی بشیر احمد صاحب موجود تھے کیوں منشی جی! آپ جانتے ہیں بڑے حضرت جی کے وصال کے بعد کتنا قرض ہو گیا تھا غالباً دس ہزار روپیہ سے کم نہ ہوگا، دلی کے ایک تاجر کو جو بڑے حضرت جی کا بیٹا والا تھا معلوم ہو گیا وہ روپیہ لے کر آیا، میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا میرے پاس آکر

بولاً، لو اس سے اپنا قرض ادا کرو واپس نے نہایت لاپرواہی سے کہا
ہمیں اس کی ضرورت نہیں، اگر وقت لگاؤ گے تو روپیہ لیا جائے گا ورنہ
نہیں، وہ ناراض ہو کر روپیہ لے کر واپس چلا گیا، منشی جی جانتے
ہیں، اللہ تعالیٰ نے وہ قرضہ کس خوبی سے ادا کرایا ہمارا اصول بھی
باقی رہا۔ اور قرضہ بھی ادا ہو گیا۔“

اس واقعہ سے جہاں حضرت کا خدا پر بھروسہ اور توکل ثابت ہے وہاں یہ بھی
ثابت ہے کہ اضطراری حالت میں بھی آپ نے اپنی دعوت کے اصول کو ہاتھ سے نہ
جانے دیا، آپ کا فرمانا تھا کہ کامیابی دولت میں نہیں ہے اگر کامیابی دولت میں ہوتی
تو قارون کامیاب ہوتا کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ کامیاب کرنا چاہے، تو
پلار روپیہ پیسے کے کامیاب کر سکتا ہے، اور وہ ناکام کرنا چاہے، تو دولت کے نقشوں
میں بھی ناکام کر سکتا ہے۔“

پہلی اہلیہ کا مرض و وفات

حضرت جی کی یہ استقامت صرف مال ہی کے میدان میں نہ تھی وہ جان کے
معاملہ میں بھی بہت مستقیم تھے بکتی ہی بڑی مصیبت اور پریشانی کیوں نہ ہو مگر
حضرت جی سب کو آسانی کے ساتھ برداشت کر جاتے تھے اور دعوتی امور میں
ادنیٰ درجہ کا تعطل بھی نہیں آنے دیتے تھے بلکہ ان کے سامنے دعوت اور اس
پر محنت ہی ایک نقشہ تھا اس میں کوتاہی اور کمی ان کے نزدیک سب سے
بڑی مصیبت اور سب سے بڑی پریشانی تھی، حضرت مولانا محمد منظور صاحب
نعمانی اپنا مشاہدہ تحریر فرماتے ہیں :-

آخر ۱۹۳۶ء یا شروع ۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے، یہ عاجز ہفتہ عشرہ
کے قیام کی نیت سے نظام الدین حاضر ہوا، اہلیہ بھی اس سفر میں میرے ساتھ
تھیں ان دنوں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی پہلی اہلیہ محترمہ و حضرت
شیخ الحدیث کی بڑی صاحبزادی اور مولوی محمد ہارون کی والدہ مرحومہ،

مرضِ دق میں مبتلا تھیں، ان کے علاج اور دوا کی ذمہ داری حضرت صاحبِ قلم
 محترم الدین صاحب نے لے رکھی تھی وہ روزانہ شہرِ دہلی سے اسی ضرورت سے
 تشریف لاتے ہیں نے ایک دن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے
 ان کا حال پوچھا اور مرض کی نوعیت کی تفصیل معلوم کرنا چاہی ان کے جواب
 سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کچھ زیادہ باخبر نہیں ہیں، مجھے تعجب سا ہوا لیکن میں
 نے کچھ نہیں کہا چار پانچ دن کے قیام کے بعد میری اہلیہ نے مجھ سے کہا کہ مولانا
 کی بیوی اس درجہ کی مریض ہیں کہ مجھے ان کے بچنے کی بھی امید نہیں ہے اور
 میں چار پانچ دن سے دیکھ رہی ہوں کہ حضرت مولانا ان کا حال پوچھنے کے
 لئے بھی کسی وقت ان کے پاس نہیں آتے وہ عورت ذات ہیں ان کے دل
 پر کیا گذرتی ہوگی، ان کا بھی تو کچھ حق ہے، میں نے پوچھا کیا انہوں نے تم سے
 خود بھی اس کی شکایت کی ہے انہوں نے کہا نہیں انہوں نے تو کبھی اس کا
 ذکر نہیں کیا لیکن ان کے دل پر اس کا اثر ضرور ہوگا آپ اس کے لئے مولانا
 سے ضرور کہیں میں اگلے دن مولانا سے تنہائی میں گفتگو کی اور عرض کیا "مجھے یہ معلوم
 ہوا ہے کہ آپ کی اہلیہ ایسی مریض ہیں اور آپ کئی کئی دن مزاج پرسی کے لئے
 بھی ان کے پاس نہیں جاتے، رشتہ زودجیت کے علاوہ حضرت شیخ کی
 صاحبزادی بھی ہیں، ہماری سمجھ میں آپ کی یہ بات بالکل نہیں آئی، آپ کو
 روزانہ کچھ وقت ان کے پاس ضرور صرف کرنا چاہئے،"

مولانا نے بڑی معسومیت سے فرمایا "ہاں یہ بات تو بالکل صحیح ہے اور
 میں نے خود ان سے اس بارہ میں بات کی تھی، مگر انہوں نے میرے حال
 اور میری مسردنیت کو دیکھ کر خود ہی مجھ سے کہہ دیا ہے۔ نہ آپ اپنے کاموں
 میں مشغول رہیں میری فکر بالکل نہ کریں، دوا اعلان ہو رہا ہے اگر زندگی ہے
 تو اچھی ہو جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ جلدی اٹھانے کا ہے تو انشاء اللہ
 جنت میں اطمینان سے ملاقات ہوگی، میں نے کہا مجھے تو شبہ یہ ہے کہ

انہوں نے یہ بات آپ کی بے فکری اور بے پرواہی دیکھ کر کہی ہوگی، مولانا نے فرمایا آپ تحقیق کر لیں، اگر ایسی بات ہوگی تو میں ان کے لئے وقت نکالنے کی پوری کوشش کروں گا۔

میں نے اپنی اہلیہ سے کہا تم ان سے اس بارے میں اس طرح کی جذباتی باتیں کرو کہ ان کے دل کی بات زبان پر آجائے، چنانچہ میری اہلیہ نے مرحومہ سے بات کی انہوں نے مولانا کی طرف ملاحظت کی اور کہا کہ یہ وہ دن رات دین کی فکر اور دین کے کام میں لگے رہتے ہیں انہیں اپنا بھی ہوش نہیں ہے، فسادات اور جماعتیں

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے ایک مرتبہ اس عاجز سے ارشاد فرمایا کہ فسادات کے دنوں میں بھی ہم نے جماعتوں کی نقل و حرکت بند نہیں کی بلکہ ہمیں سب بھی یہ معلوم ہوا کہ فلاں جگہ فساد ہو گیا ہے یا ایسے آثار موجود ہیں کہ اس علاقہ میں فسادات کی آگ بھڑک اٹھے گی تو ہم نے جماعتوں کا رخ اسی طرف کو کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مقامات پر فسادات کی آگ نہیں بھڑکی اور جہاں فسادات ہو چکے تھے وہاں امن و امان ہوتا چلا گیا،

حضرت جی نے ارشاد فرمایا جامعہ ملیہ کی جو بلی انہیں فسادات کے زمانے میں ہوئی تھی، لوگوں کی آمد و رفت بالکل بند تھی، جامعہ والوں نے سوچا تبلیغی مرکز نظام الدین سے جماعتوں کو بلا لیا جائے نہ ہونے سے تو بہتر ہے اس موقع پر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ اور حضرت رائے پوری بھی جلسہ میں موجود تھے، میں بھی جماعتوں کو لے کر وہاں گیا معلوم نہیں کہاں سے آدمی ٹوٹ پڑا، لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ اتنی بڑی تعداد تو امن و امان کے دنوں میں بھی نہ ہوتی، میں نے وہاں سے جماعت کی تشکیل کی تھی، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ اور حضرت رائے پوری قدس سرہ نے فرمایا تھا بد علم ایسے وقت میں باہر جماعتیں کیوں بھیجتے ہو؟ میں نے عرض کیا تھا، حضرت امیرا یقین ہے کہ جہاں جماعت جائے گی وہاں امن و امان ہو جائے گا،

مراد آباد کے اجتماع کے بعد

یوپی میں سب سے پہلا اجتماع مراد آباد میں ہوا تھا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اقبال فرما چکے تھے اس اجتماع میں تقریبات سو آدمی باہر سے شرکت کے لئے آئے تھے بہت کوشش کی گئی بڑے بڑے علماء نے لوگوں کو توجہ دلانی مگر پانڈپور، بجنور جیسے نزدیکی مقامات کے لئے بھی دس دس آدمیوں کی ہمانتیں نہ بن سکیں اس وقت حضرت جی نے جلال میں آکر فرمایا:

”آج تم بجنور، پانڈپور، اور رامپور جیسے قریبی مقامات پر جانے کے لئے اور صرف تین دن کا وقت دینے کے لئے تیار نہیں ہو رہے ہو ایک وقت آئے گا، جب تم شام جاؤ گے، مسر جاؤ گے، عراق جاؤ گے لیکن اس وقت اس کام کا رواج ہو چکا ہوگا۔“

لوگوں نے دیکھ لیا کہ حضرت جی کا یہ فرمانا حرف بہ حرف صادق آیا یہاں تک کہ لے لے حضرت جی نے کس مگن سے کام کیا ہوگا؟ کتنی محنتیں جھیلی ہوں گی، کن کن مایوسیوں سے گذر پڑا ہوگا؟ اس کو وہ جانیں یا ان کا اندجانے ہم تو بس اسی قدر جانتے ہیں کہ ایک دن وہ تھا اور دوسرا وقت یہ تھا کہ ہم نے حضرت جی کی زبان مبارک سے سن لیا تھا۔

”اب ہمارا یہ کام مرجعیت میں داخل ہو چکا ہے“

حق گوئی

حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مدنی کے بعد جرات اور حق گوئی کا ظہور ہوا اس کا ثبوت پاکستان کا ایک خصوصی اجتماع ہے جس میں بہت سے وزیر تھے میزبان نے ہر ایک کا تعارف کرایا تو ارشاد فرمایا:۔
”بھائیو! معلوم نہیں آپ نے کن کن غمخواروں کا تعارف کرایا ہے
میرے بھائیو! وزیر تو مسلم بھی ہوتا ہے اور غیر مسلم بھی ڈاکٹر مسلم بھی ہوتا

۱۳ الفرفان یوسف نمبر ۳۱

ہے اور غیر مسلم بھی اسی طرح تمام عہدوں کا حال ہے اس میں ہماری
 اور آپ کی کوئی خصوصیت نہیں، ہمارے اسلاف کا جب بھی تعارف
 کرایا جاتا تھا تو یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ اتنی ٹولوں کا مالک

ہے۔ بلکہ یوں تعارف ہوتا تھا کہ یہ بدری ہیں انہوں نے احد میں حصہ
 لیا ہے، انہوں نے فلال غزوہ میں حصہ لیا ہے، یہ اتنے عزوات
 میں شریک ہوئے تھے، انہوں نے دین کے لئے یہ قربانیاں دیں، لہ

سُبْحَانَ اللَّهِ

باب ہشتم

اجتماعات اور اطراف عالم میں دعوت

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے وصال کے بعد جب یوپی میں پہلا اجتماع مراد آباد شہر میں ہوا تو لوگوں کے جمود سے مایوسی ہوئی تھی کہ اب اجتماعات کس طرح کامیاب ہوں گے اور کس طرح جماعتیں مختلف علاقوں میں جائیں گی؟ کیونکہ مراد آباد سے دس دس آدمیوں کی جماعتیں رامپور، پانڈپور، بجنور جیسے قریبی مقامات کے لئے بھی تیار نہ ہوتی تھیں اس وقت حضرت جی نے جوش میں آکر اپنے عزم کا اظہار کیا،

ایک وقت وہ آئے گا تم عراق جاؤ گے، شام جاؤ گے، مصر جاؤ گے
لیکن اس وقت یہ کام رجوع عام اختیار کر چکا ہوگا۔
اس وقت کم ہمت اور عزم علیل رکھنے والوں کو یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی
یا بالفاظ دیگر شیخی معلوم ہوئی مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ آواز الہامی تھی جس کو شرف قبولیت حاصل ہو چکا تھا۔

یوپی میں کام کی نوعیت

بات کہنے کو کہہ دی گئی تھی لیکن سوال یہ تھا کہ یہ کام یوپی میں کس طرح فر دغ پائے، اگر یوپی کے مسلمان اس کو قبول کر بیٹے ہیں تو ان کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ دوسرے ملکوں میں بھی داعی بن کر جاسکیں اس کے لئے دو ہی سورتیں تھیں ایک تو کام میں علم کو شریک کیا جائے، علماء کی شرکت کے لئے

مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند کی طرف نظر گئی یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت راہپوری حیات تھے ان دونوں حضرات نے اس کام کی سرپرستی فرمائی، ان حضرات اور خصوصاً حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہم کا شرکت فرماتا تھا، کہ ان حضرات کے متوسلین بھی ادھر متوجہ ہوئے اور کام میں لگے اور کام آگے بڑھا، حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم نے ارشاد فرمایا۔

”حضرت چچا جان کے انتقال کے بعد میں مولوی محمد یوسف صاحب کی ہمت ابدھانے کے لئے بہت کافی دنوں تک نظام الدین رہا، مگر اب امراض نے ایسا گھیرا ہے کہ مارون اور مولوی انعام الحسن صاحب کو میری ضرورت ہے مگر میں نہیں پہنچ پاتا ہوں“

اس سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ان اکابر نے اس کام کی طرف بہت کافی توجہ فرمائی ہے، حضرت مدنی میوات کے اجتماعات میں جب شرکت فرمایا کرتے تھے، تو مصافحہ کے بعد لوگوں سے یہی سوال ہوتا تھا ”آپ نے چلہ کے لئے نام لکھوایا ہے یا نہیں؟“

مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

حضرت جی کا یہ خیال تھا کہ آج کل انگریزی کا دور دورہ سے دو سیر ملکوں میں کام پھیلانے والے اور انگریزی تعلیم یافتہ حضرات سے جوڑ قائم کرنے کے لئے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو کام میں لگایا جائے، اور اس کے لئے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے طلباء اور اساتذہ کی شرکت نہایت ضروری تھی، لیکن یہ سوال بدستور تھا کہ علیگڑھ میں کام کس طرح سے شروع ہو، مولویوں کی دماغی بات کون سنے گا، نہایت غور و خوض اور مشورہ کے بعد یہ پیر ذہن میں آئی کہ ضلع بلند شہر کے پھانڑوں کو کھڑا کیا جائے اور ان کے ذریعہ علیگڑھ کو دعوت دی جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا بلند شہر و خورجہ کا دعوت میں

مشریک ہوتا تھا کہ یونیورسٹی میں کام کی راہیں کھلیں ،
 میں نے تبلیغ کے خاص اراکین کی زبانی سنا ہے کہ ایتدار میں علیگڑھ
 نے اس کام کو قبول کرنے سے بالکل انکار کر دیا تھا یہ زمانہ وہ تھا کہ واڑھی والے
 حضرات کا گذر وہاں دشوار تھا، لیکن ایک وقت وہ آیا کہ جب میں علیگڑھ گیا
 تو مجھے شناخت کرنا دشوار ہو گیا کہ ”یہ طالب علم ہیں یا یہاں کی مسجدوں کے
 موذن و امام ہیں“ نہایت سادہ شرعی لباس، پھرے لورانی، ماسکوں پر مسجدوں
 کے نشانات، ٹخنوں سے اونچا پتلون یا پانچامہ، بھرا ہوا خط، یہ حالت، دیکھ کر مجھے
 حیرت ہوتی تھی،

فریدی صاحب نے علیگڑھ کو بہت وقت دیا وہاں قیام کیا طلباء کو اپنے
 سے مانوس کیا وہاں سے نظام الدین لے گئے، چھٹیوں کے اوقات وہاں صرف
 کرائے حضرت جی نے ان طلباء پر خاص توجہ فرمائی، نصیحت فرمائی،
 جو وقت آپ حضرات فضولیات میں خرچ کر دیتے ہیں اس کو دین
 کے کاموں میں لگا دو چھٹیوں کا سارا وقت تفریحات میں گزر جاتا ہے
 اس کو چٹوں میں لگا دو، ہم تمہیں تعلیم سے بہانا نہیں چاہتے“
 ان طلباء نے جب ایسا کیا اور چٹوں سے آکر محنت سے پڑھا کام کو یونیورسٹی
 میں بھیلا یا تو پھر اساتذہ بھی نکلے، اساتذہ اور طلباء کی جماعتیں دوسرے ملکوں
 میں تھیں، اور وہاں سے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو ہندوستان لایا گیا،
 جنہوں نے یہاں کے انگریزی تعلیم یافتہ حلقوں میں کام کیا اور وہ حلقے اٹھے اور پھر
 ملک اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت جی کا وہ ارشاد صرف بحرف صادق آیا کہ جواہروں
 نے مراد آباد کے اجتماع کے موقع پر فرمایا تھا،

مصر حجاز میں کام

حضرت جی کا خیال تھا کہ عالم اسلام میں کام پھیلانے اور پوری دنیا میں دین
 پھیلانے کے لئے ضروری ہے کہ حجاز سے دعوت کو شروع کیا جائے کیونکہ یہ دین

وہاں سے ہی پھیلایا ہے چنانچہ حضرت جی نے حجاج کی جماعتیں بنائیں اور ان سے دو کام لئے ایک یہ کہ حج صحیح طریقہ پر ادا ہونے لگیں اور پھر ان کے ذریعہ حجاز میں یہ کام پھیل جائے وہاں جا کر مبلغین وہاں کے لوگوں سے کہا۔

”ایک چیز آپ کے یہاں سے چلی تھی اور ہم تک پہنچی آپ حضرات اُس وقت بھی اس کے اہل تھے اور اب بھی اس کے اہل ہیں، دنیا نے آپ ہی سے دین سیکھا ہے اور اب بھی آپ کو یہی کام کرنا ہے،“

شروع میں تو ہندوستانی مسلمانوں کے چہروں پر داڑھی دیکھ کر ان کو یہودی سمجھا گیا حکومت نے بھی ان پر پابندیاں لگائیں لیکن جب سب پر حقیقت روشن ہو گئی تو پھر کام کی راہیں کھلیں،

حجاز سے مصر جماعتیں پہنچیں جامعہ ازہر کے علماء کو توجہ دلائی گئی اور ان کو عرب حجاز اور ہندوستان کے شہروں میں بھیجا گیا، غرضکہ مختلف جوڑ اور رشتوں سے کام کے نقشے ابھرے اور کام دنیا میں چمکا،

لندن میں اجتماع

لندن جیسی جگہ جو دہریت اور بے دینی کا مرکز ہے وہاں اجتماعات ہوتا بہت بڑی کامیابی ہے، مجھ سے لندن کے ایک مبلغ نے کہا ”شروع میں وہاں کے مسلمانوں کو حرام و حلال کی تمیز نہیں تھی سب مشین کا ذبیحہ کھاتے تھے ہم لوگوں نے مشورہ کر کے وہاں حلال گوشت کی دوکانیں کھولیں، نماز اور اجتماعات کا اہتمام کیا اور دینی کتابوں کی نشر و اشاعت شروع کی تو ایک وقت ایسا آیا کہ انگریز ہم کو کھڑا ہوا دیکھا کرتا تھا جب ہم نماز پڑھا کرتے تھے، اللہ نے یورپ میں اپنے دین کے لئے دروازہ کھول دیا، پیرس، لندن، برلن وغیرہ جیسے مقامات پر مسجدیں بنیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی آوازیں بلند ہوئیں“

جماعت علماء برطانیہ نے اپنے ایک استفقار ”میشنری“ سے ذبیحہ کے ضمن میں

مجھے لکھا تھا کہ یہاں ۸۰ مسجدیں قائم ہو چکی ہیں پیرس میں ایک گرجا کو خرید کر مسجد بنا
 لیا گیا اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے پہلے دورہ میں
 جامعہ قرطبہ اسپین کو بند پایا تھا۔ اور اپنے دوسرے دورہ میں کھلا ہوا اور مسلمانوں
 کے قبضہ میں پایا،

سطور ذیل میں لندن کے اجتماع کا حال پیش کیا جا رہا ہے جو بصورت مکتوب
 ہے۔ یہ مکتوب حضرت جی کے پاس لندن سے آیا جس کی اشاعت غلام رسول صاحب
 کلکتہ والوں نے کی تھی ان کے شکریہ کے ساتھ مکتوب درج ذیل ہے۔
 درنقل خط ڈاکٹر محمد رفیق صاحب صدیقی علیگ از لندن بنام حضرت جی مدظلہ العالی
 ہارنبدن، یو کے
 ، اگست ۱۹۶۲ء

محترم حضرت جی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
 معاف فرمائیے گا آپ کو خط اتنے عرصہ کے بعد لکھ رہا ہوں، آپ کا خط مورخہ
 ۱۱ صفر بذریعہ منور حسین صاحب موصول ہوا، آپ بزرگوں کی نصیحتیں دانتی یہاں کے
 زہریلے ماحول کا تریاق ہیں، اپنی کوشش سبب تنہی رہتی ہے کہ اس پر عمل پیرا
 ہوا جائے اس ماحول میں اللہ کے احکامات پر چلنا واقعی بہت دشوار ہے لیکن
 اگر اللہ توفیق دے تو بہت آسان ہے آپ سے حدیث سنی تھی جس کا مفہوم
 کچھ اس طرح ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب زنا عام ہو جائے گا، اور کھلے
 عام زنا ہوگا اور جو شخص زنا کے خلاف یہ کہے گا کہ اللہ سے ڈر اور ذرا ہٹ کر
 آڑ میں کمرے تو اس شخص کو ثواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ثواب کے برابر ہوگا
 یہاں سڑکوں پر، پارکوں میں، ریلوے اسٹیشن پر یہاں تک کہ ریل کے اندر
 سیٹوں پر بیٹھے ہوتے کھلے عام بوس دکنار جواں مرد اور عورتیں کرتے ہیں ان سے
 کچھ کہنے کی ہمت اپنی نہیں ہوتی ہاں دل میں کڑھن ضرور ہوتی ہے ہمارے
 کتنے سی پاکستانی اور ہندوستانی بھائی ہیں جو یہاں کی عورتوں کے ساتھ اس

بارے میں بات کی اس نے کہا کہ وہ شام کو لیورپول سے تین میل آگے جائیگا
کوئی بات جانے کی اس سے طے نہیں ہوئی کوئی گیارہ بجے جیب کار میں جبروائس
خود آیا اور کہنے لگا میں تمہارے لئے بذریعہ موٹر چار بجے سے پہلے چلوں گا اور تمہیں
ماپنچسٹر چھوڑ دوں گا۔ اور اس کے بعد لیورپول چلا جاؤں گا، ماپنچسٹر کے امیر غلام صاحب
صاحب کے گھر فون کر دیا کہ میں نو بجے شام مسجد پہنچ رہا ہوں باسانی پانچ کھنٹے
میں جبروائس کے ساتھ ماپنچسٹر پہنچ گیا وہاں مسجد میں واقعی میرا انتظار کر رہے تھے
بہت خوش ہوئے رات کچھ بات ہوئی اور تین صاحب مقامی میرے ساتھ مسجد
میں سوئے صبح لیڈس کی جماعت آگئی ان کے ساتھ ظہر ہوئی اس کے بعد گشت
کے لئے جماعتیں بنیں، جماعت باہر مسجد سے نکلی ہی تھی کہ منور حسین صاحب اور
بزننگم کی جماعت آگئی ہم لوگ گشت پر چلے گئے، لوٹ کر آئے تو معلوم ہوا کہ
لندن موٹر کی جماعت سترہ اشخاص کی آگئی، اس موٹر میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے
چار پانچ حضرات ٹرین سے آئے اور شاید دو ایک نہ آسکے، گلاسکو کی جماعت
آ رہی ہے، کیا پھوپال کا اجتماع ہے، نہیں، یہ انگلستان میں ماپنچسٹر کا اجتماع ہے
جس میں دارٹھی والے بھی ہیں سوٹ والے بھی ہیں، اونیسی بھی ہیں، تاجر بھی ہیں ڈاکٹر
بھی ہیں، سائنسدان بھی ہیں، طالب علم بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں بچے بھی ہیں اور بوشنس کے
لوگ بھی ہیں، اور مدینہ منورہ کے لوگ بھی، کوئی ٹرین سے آیا ہے، کوئی موٹر سے آیا کوئی
کارواں سے آیا، یہ کس چیز کی تیاری ہے یہ کیوں جمع ہو رہے ہیں یہ کیوں گھر
چھوڑ کر مسجد میں آئے یہ اس ماحول میں گھر سے نکلنے والے ہیں، یہ اللہ کا حکم اور پنا
کرنے آئے ہیں، یہ ایمان کو لینے اور ایمان بٹنے آئے ہیں، آج دیکھیں وہ لوگ
جو یہ کہتے تھے، کہ لندن، انگلینڈ میں تبلیغ کہاں؟

کئی جماعتیں گشت کرنے نکل گئیں مسجد سے باہر نکل کر خوب زور و کدواں

بریں مغرب بعدیات چیت ہوئی، لندن والوں نے بتایا کہ راستے میں موٹر
زوک کر انہوں نے نماز گھاس پر پڑھی، انگریز اپنی موٹر روک کر دیکھتے رہے

معاشرے کے مطابق اپنا منہ کالا کرتے ہیں، اس فضا کو دیکھو آج سے چند سال قبل لوگ بے دھڑک یہ کہہ بیٹھتے تھے کہ لندن میں تبلیغ ناممکن ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی بجائے انسانی طاقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ماحول کا شکار خود ہو جاتے ہیں لیکن جن کا ایمان اللہ پر تھا، جو دھارے کے خلاف نہیں ہے وہ اپنے عمل سے بتائے کہ تبلیغ اسلام سے ہی اس ماحول کو بدلنا جاسکتا ہے۔

۴۵، ۶ اگست ۱۹۶۱ء کے مائچسٹر میں منعقدہ اجتماع نے اس بات کا پر اثبات دیا کہ جب کامیابیوں سے ہوگا تو ایسے گندے ماحول میں اللہ تعالیٰ اپنے بلند دین پر چلنے کی راہیں آسان کر دے گا۔ مائچسٹر میں جو اجتماع ہوا تھا وہ اتنا پُر اثر تھا کہ بیان سے باہر ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کوئی بڑا کام سینے والا ہے، ان حقیر انسانوں سے اب اس گندے ماحول کا خاتمہ نزدیک آ گیا ہے، اللہ تعالیٰ یا تو ان لوگوں کو ایمان دے گا، ورنہ تباہی سے کوئی روکنے والا نہیں ہے نہیں ہم طاقتور ملک BIG POWER کہتے ہیں وہ اپنی حفاظت شاید نہ کر سکیں، آج دنیا سے وہ عظیم الشان حکومتیں جن کو ڈیجیٹل ایئر، برٹش ایئر، جس میں کبھی سورج غروب نہ ہوتا تھا کہتے ہیں ختم ہو گئے، کل کو ان BIG POWER کا مبرہے کاش ماحول سے متاثر ہو جانے والے ہمارے بھائی اس پر غور کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس ماحول سے مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اس اجتماع میں جو مائچسٹر میں ۴۵، ۶ اگست کو ہوا کچھ عجیب باتیں دیکھنے میں آئیں، لندن والوں نے لکھا ہے، کہ وہ ۴، ۵ اگست کی صبح وہاں سے موٹر پر روانہ ہوں گے۔ لندن سے مائچسٹر قریب ڈیڑھائی سو میل دور ہے، یہاں سے ہارنڈن قریب دو سو میل دور ہے۔ یہ نہیں ملے کر پار ہوا تھا، کہ میں اکیلا کس طرح جاؤں ترین سے کوئی پچپن روپیہ کرایہ ہے۔ خیر اس کی تو فکر نہیں تھی بس ذرا اکیلے ہونے کی وجہ سے پریشانی تھی،

۴، ۵ اگست کی صبح ناشتے کے وقت بیسائی مسٹر بروائس سے اس کے

بعد میں سلام کیا یہ صرف نماز کا منظر تھا جو ان پر اثر انداز ہوا، بریڈ فورڈ سے قریب
 سولہ اشخاص آئے اور ان لوگوں کو بلند حوصلہ عطا فرمایا، ایک صوتی صاحب ہیں
 جو وہاں حدیث کا درس دیتے ہیں، وہ بھی ہمراہ آئے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اس
 ملک کے دو سالہ قیام میں پہلی بار تبلیغ میں نکلے ہیں، تین چار حافظ قرآن اور چند
 قاری اس اجتماع میں تھے جس میں سے اکثر وہ لوگ تھے، جو دین کے لئے
 بے چین نظر آتے تھے بریڈ فورڈ والوں نے بتایا کہ انگریزوں نے اسکول میں
 ۱۸۵۲ء میں کرائی شروع کر دی ہے تاکہ مسلمان بچوں کو عیسائیت زیادہ
 سمجھ میں آئے وہاں گلاسکو میں اور لیڈس میں مسلمانوں نے مسجدوں میں بچوں کے
 لئے مدرسے کھولے ہیں، اس اجتماع میں تقریریں بہت پر ہوش ہوئیں، اور اس
 کے بعد تین تین چٹوں کی مانگ ہوئی یہ تین پٹے میوات میں لگانے کے لئے لندن
 میں مانگے جا رہے ہیں، ہم نے علیگڑھ یونیورسٹی کے لئے بھی فرمائش کی، یہ
 تین چلے یہاں کے لئے بھی عجیب معلوم ہو رہے تھے، کئی ہزار کے خرچ کا سوال
 تھا، لیکن اللہ تعالیٰ جس سے چاہے اپنے دین کا کام لے لے،
 چند ہزار میل درجہ کے لئے انگلستان کے ایمان سوز ماسول میں، چار ماہ
 کے چلنے کے لئے یہ نام آئے ہیں۔

ابراہیم نسیم اللہ، رشید عالم (لندن)، محمد عظیم دما پنچسٹر، غلام حسین (بریڈ فورڈ)
 محمد اسحاق (گلاسکو)، نیاز محمد، دیوان جی (لندن)، زمان الحق (لیڈس)، کے ہیں
 باقی حضرات ایک ایک ہفتہ اور تین تین دن کے لئے بہت سے تیار ہوئے عشا
 کے بعد منکایات صحابہؓ ہونی اور لوگ سو گئے، فجر کے بعد منبروں پر باتیں ہوئیں۔
 پھر سو گئے دیہاں رات بہت چھوٹی ہوتی ہے، ناسیٹہ ہوا، گشت ہوئے ظہر
 اور عصر تک بات ہوتی برٹش گیانہ کے لوگ انگلش میں تقریریں کرتے رہے
 جنوبی امریکہ کے ایک صاحب تھے انہوں نے انگریزی میں چھ منبر صحابہؓ
 مزید نام اللہ کی راہ میں نکلنے کو آئے، شام کو لیڈس کی جماعت روانہ ہو گئی

صبح بریڈ فورڈ کے لئے چل دیئے، برٹش گیانہ والے چل دئے لندن اور برمنگھم
 والے ۶ اگست پیر کے دن کوڈنٹری میں لگانے چلے گئے لوگ روانہ ہوتے وقت
 گلے مل کر روانہ ہو رہے تھے، واقعی دیکھنے کے قابل متظر تھا اس عالمی کام کرنے
 کا مسمم ارادہ دل میں اور دعائیں لب پر ہیں، لوگ بذریعہ کار، ٹرین واپس ہوئے
 ان کا وقت وینٹری میں گشت کرنے میں لگا اور چھ بجے وہاں سے روانہ ہوئے،
 احباب نے مجھے ہارینڈن اتار دیا، ماچسٹر سے ہارینڈن کا کرایہ تین روپے کی
 بجائے صرف ساڑھے تین شلنگ یعنی قریب ڈھائی روپیہ کے دینے پڑے
 یہ باتیں واقعی عجیب و غریب تھیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بڑا
 کام ہدایت کا لینے والا ہے

کاش اب بھی ہم سوئے ہوئے مسلمانوں کو کچھ ہوش آجائے کاش اب بھی
 ہماری زندگی دین حق پر آجائے مبارک ہیں وہ لوگ جو اس محنت کو کرتے ہیں، ہم
 بد عملوں کو اللہ تعالیٰ ان کے طفیل سے نجات عطا فرمائے، آمین
 فقط والسلام

خادم رفیق احمد، بقلم مشتاق احمد

جاپان میں اشاعت اسلام

جناب عبدالرشید ارشد صاحب اپنی کارج کی تعلیم کے دوران میں تبلیغی کام
 سے وابستہ ہوئے اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر رہے
 متعدد اسفار اندرون ملک کئے، تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں کسی بڑے سرکاری
 عہدہ پر فائز رہے، اسی دوران جاپان میں کسی تربیتی کورس کے سلسلہ میں ایک
 سے زیادہ مرتبہ تشریف لے گئے، جاپان میں تبلیغی کام کا وسیع تجربہ ہوا ۱۹۶۲ء
 میں حکومت سعودیہ عربیہ کی دعوت پر ٹیلیگراف کے محکمہ میں فائز رہے موصوف نے
 جاپانی زبان میں قرآن پاک کے ترجمہ کو حاجی محمد عمر مہتاب صاحب کی مدد سے پورا
 کر دیا، اسی سلسلہ میں گذشتہ سال مدینہ منورہ میں مشورہ ۱۵ شعبان کو

روزہ رکھ کر اور احرام باندھ کر مکہ مکرمہ تشریف لارہے تھے کہ راستہ میں
میں کار کے حادثہ میں شہید ہو گئے،

انا للہ وانا الیہ راجعون

مکتوب جناب ارشد صاحب:-

اَللّٰهُمَّ اَلْهِنِّيْ رَشِيْدِيْ وَاعِيْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ

..... کے ہوائی اڈہ پر جو آپ نے امر کیا تھا اس کے امتثال میں جاپان
کے حالات ارسال خدمت ہیں، امر خیر کے حالات آئندہ کبھی نگھول گا، انشاء اللہ
جاپان کی مذہبیت

گزشتہ جنگ عظیم سے پہلے جاپان میں خاص مذہب کی پابندی تھی وہاں
کے قابل ذکر مذہب دریں بدھ مت، شنتو ازم، اسلاف پرستی ان دونوں
مذہبوں کا بزور دینشک سے بادشاہ کا شجرہ نسب سورج دیوتا سے ملایا جاتا
ہے اور اس کی اس کے آباؤ اجداد کی تعظیم و تقدیس ہر جاپانی کے مذہبی فریضہ
میں داخل ہے بادشاہ کے حکم سے جنگ ان کے نزدیک ویسا ہی مقدس
فعل ہے جیسا کہ اسلام میں دین کے لئے بہادری، گزشتہ جنگ عظیم میں جاپانی
فوجیں ملک سے باہر جانے سے پہلے مندروں میں حاضر ہو کر دیتیں اور واپسی پر
اپنے دیوتاؤں کو خراج عقیدت پیش کرتیں،

ان کے مذہبی اور سیاسی لیڈروں نے انہیں یقین دلایا تھا کہ اس
جنگ میں ان کے دیوتاؤں کی رضا ہے اس لئے فتح ان کی ہوگی لیکن جب
جنگ میں شکست ہوئی تو مذہبی عقائد میں ایک عمومی متزلزل زد نما ہوا اور
وہاں ایک مذہبی بحران اور ذہنی خلا کی صورت پیدا ہو گئی یورپ اور امریکہ کی
مسیحی حکومتیں رومیسیحیت کی تبلیغ کو سیکولر ازم کیخلاف نہیں سمجھتیں، اس حقیقت
کو بھانپ گئیں اور ادھر تو امریکی فوجوں نے جاپان کی سرزمین میں قدم رکھا
اور ادھر تقریباً ہر مغربی ملک سے عیسائی مشنریوں کی فوج اس ملک میں

داخل ہوئی جگہ جگہ گرجوں کی تعمیر ہوئی مشن اسکولوں کا جال بچھایا گیا اور مسیحیت کی اشاعت کے لئے تمام حربے استعمال کئے گئے جو ان کے اسلحہ خانہ میں تھے جنرل آئزن ہارن نے اپنی ایک ریڈیائی تقریر میں یہاں تک کہہ دیا تھا:۔
 ”جاپان کا ایک مسیحی ملک بن جانا چند سالوں کی بات ہے“

لیکن دثوث کے ساتھ کہا سکتا ہے کہ جنرل آئزن ہارن کی پیشین گوئی غلط نکلی اور عیسائی مٹ نہ سکیں گے کیونکہ کامیابی حاصل نہ ہوئی، مسیح کی انہیں توت تھی، جاپان کی عیسائی آبادی ایک نصدی سے بہت کم ہے اس کی ایک وجہ تو موجودہ عیسائی مذہب کا جاپان کی عقل سلیم کے لئے قابل قبول نہ ہونا اور دوسری وجہ سیاسی ہے یہ عیسائی مذہب رکھنے والے جنگ میں جاپان کے دشمن اور حریف رہے ہیں، بلکہ تاریخ انسانی میں سب سے پہلا ایٹم بلم جاپان میں پڑا اور یہ اسی مذہب والوں کے ہاتھوں ہوا، جاپانی ذہنیت بھلا اسے کیسے فراموش کر سکتی تھی غائبناہی وجہ جاپان میں روس کی اشتراکیت کے غیر مقبول ہونے کی ہے

عیسائیت اور اشتراکیت کے بعد اب اسلام ہی ایک ایسا مذہب رہ جاتا ہے جو جاپان کے ذہنی خلا کو پُر کر سکتا ہے، اور اسی وجہ سے وہاں اس کا استقبال ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روس اس کے لئے پیاسی اور تسو ب اس کے لئے منتظر ہیں، بعض مرتبہ تو سیرت ہوتی تھی کہ اتنی سی بات کہی گئی، اور سننے والے فوراً اسلام لے آئے،

جاپان میں تبلیغ اسلام

ایک مرتبہ ہم ٹوکیو اور جاپان کے دارالسلطنت ہکی جامع مسجد سے نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک فلاسفر قسم کا جاپانی مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہے دریافت کرنے پر اس نے بتلایا کہ وہ آرٹسٹ ہے اور اخبارات میں تصویروں پر اس کی تنقید کی بہت قدر ہے اس نے کہا کہ میں نے روسی زبان میں ایک ناول پڑا ہے، جس میں ایک مسلمان کا گریٹر تھا وہ موت سے قطعاً

ہیں ڈرتا تھا اور سخت سے سخت خطرہ میں کود پڑتا تھا، کسی دوست نے بتلایا کہ ٹوکھو
 میں اس جگہ مسلمانوں کا معبد ہے اور وہ ہر جمعہ کو وہاں جمع ہوتے ہیں۔ اسی
 لئے وہ یہاں آیا ہے کہ مسلمانوں سے اسلام کو سمجھے،

ہم اسے اپنے ساتھ اپنی جائے قیام پر لے آئے چائے وغیرہ سے تواضع
 کی میرے دل میں اتارنے ڈالا اور اپنے ترجمان الحاج عمر مینٹا کے ذریعہ اس سے
 کہا کہ اسلام کلمہ پڑھنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے، اس سے پہلے نہیں، اتنی سی بات
 پر وہ فوراً مسلمان ہونے کے لئے تیار ہو گیا، حاجی عمر مینٹا نے اسے مسلمان کیا
 عصر کی نماز اس نے ہمارے ساتھ پڑھی۔

ایک مرتبہ ایک نو مسلم جاپانی اپنے ایک غیر مسلم دوست کو ساتھ
 لایا جو ہمارے وارڈ کی سوشلسٹ پارٹی کا سیکرٹری تھا، آتے ہی اس نے
 سوال کیا "اسلام سرمایہ دار اور مزدور کی کشمکش کے متعلق کیا کہتا ہے؟" میں نے
 کہا:-

"اسلام میں معاشرہ کی بنیاد حقوق پر نہیں فرائض پر ہے، سرمایہ دار کے
 حقوق کو اسلام مزدور کا دین بتاتا ہے، اور مزدور کے جائز حقوق کو سرمایہ
 دار کے فرائض میں شامل کرتا ہے، اس لئے صحیح اسلامی معاشرہ میں
 طبقاتی کشمکش ناممکن ہے۔"

بزرگوں سے سنی ہوئی یہ بات اس کے دل میں گھر کر گئی اور وہ فوراً

مسلمان ہو گیا

ایک مرتبہ ایک نو مسلم مہر ہوا کہ جماعت میرے گھر آئے اور میری دو
 روکیوں کو اسلام کی دعوت دے جو یونیورسٹی میں ایم اے میں پڑھتی ہیں
 اور انگریزی ادب ان کا مضمون ہے، اس کے اصرار پر ہم اس کے گھر گئے،
 لڑکیوں سے بات کی، لیکن گھر کا ماحول اس قدر دعوت کے لئے مناسب نہ

سہ واضح رہے کہ یہ ملفوظ حضرت جی کا ہے

تھابت چل نہ سکی، ہم نے باہم مشورہ کر کے انہیں اپنے یہاں کھانے پر بلایا اس دوران میں کسی معاند نے ان کے ذہن کو مسموم کرنے کی کوشش کی اور بتلایا، کہ اسلام میں عورتوں پر ظلم ہوتا ہے، انہیں گھر میں مقید رہنا پڑتا ہے، اور زندگی کے مزے جو مردوں کو حاصل ہیں، عورتیں اس سے محروم ہیں،

دعوت کے روز یہ دونوں بہنیں ہمارے گھر میں داخل ہوتے ہی بولیں ہم کھانا بعد میں کھائیں گے پہلے ہم کو بتلایا جائے کہ اسلام مرد اور عورت کی مساوات کے لئے کیا کہتا ہے، ہم نے کہا تم چاہو تو اس کا جواب براہ راست اللہ کی کتاب میں دیکھ لو کہنے لگیں بہت اچھا، میں نے پھتال کا گلو ریس قرآن انگریزی ترجمہ جو بغیر متن کے ہے، سے مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ ان کے سامنے نکال کر رکھ دیا،

انَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَشِيعَةَ وَالْخَشِيعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ كُرُوجَهُنَّ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔

بلاشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں، اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور محنت بھیلنے والے مرد اور محنت بھیلنے والی عورتیں اور بے رہنے والے مرد اور بے رہنے والی عورتیں اور شیرا کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور شہوت کی حفاظت کرنے والے مرد اور شہوت کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو یاد کرنے والی عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے معافی اور بہت بڑا ثواب رکھا ہے۔ اور کہا: دیکھو! اسلام بڑی سے بڑی کامیابی میں بھی مرد اور عورت میں ذرا

بھی امتیاز نہیں کرتا۔ اگر مرد جنت الفردوس میں داخل ہو سکتا ہے تو خدا کی قسم
ایک عورت بھی وہاں پہنچ سکتی ہے، یہ سن کر وہ کہنے لگیں ہمیں آپس میں مشورہ کرنے
دو، کمرے کے ایک کونے میں ان دونوں لڑکیوں نے چند منٹ کے لئے کانٹا پھوسی
کرنے کے بعد یک زبان ہو کر کہا، ہمیں ابھی مسلمان کر لو، ہمیں یقین ہو گیا ہے
کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے۔

ان واقعات سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اسلام کے لئے جاپان میں استقبال
کیسا ہے، ان سب کے باوجود کہ عیسائی مشنریوں نے اسلام کو بدنام کرنے
کے لئے اسلام پر نام نہاد کتابیں لکھیں جن کو ملک بھر میں پھیلا رکھا ہے، جن میں
اسلام کی بہت گھناؤنی تصویر ہے۔

ایک دفعہ ایک سفر میں ریل میں میرا ایک جاپانی ہمسفر ایک کتاب پڑھ رہا
تھا آغاز گفتگو کے لئے میں نے اس سے کہا، کیوں جی! اسلام پر بھی آپ نے
کوئی کتاب پڑھی ہے؟، کہنے لگا جی ہاں! ایک بہت بڑی کتاب، میں نے
پوچھا بھلا کونسی؟ نہایت سنجیدگی سے جواب دیا الف لیلا۔“

اسلام تبلیغی جماعتوں سے پہلے ہی جاپان میں داخل ہو چکا تھا ترکی انقلاب
کے بعد ایک ترک بزرگ شیخ ابراہیم وشاد مہاجر الی اللہ ہو کر جاپان میں آئے
یہاں انہوں نے حق کی صدا لگائی ایک مختصر جماعت ان کے ہاتھ پر مسلمان
ہو گئی، شیخ ابراہیم کی وفات ہو گئی اور وہیں دفن ہوئے، دوسری
صورت جاپان میں اسلام کے آنے کی یہ ہوئی کہ چین، ملا یا انڈونیشیا، برما کے
علاقوں پر جاپانی تسلط کے درمیان بعض سعید روح والے جاپانی نیک لوگوں نے
مسلمانوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا، حاجی عمر میتا صاحبؒ جو اس وقت
جاپان میں تبلیغ کے رواج میں، نے حکایات صحابہ کا ترجمہ جاپانی زبان میں چھاپا ہے،
اس کے علاوہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور آج کل قرآن شریف کا ترجمہ جاپانی
زبان میں کر رہے ہیں،

حاجی عمر میتا رحمۃ اللہ علیہ

حاجی عمر میتا اسلام لانے کا اپنا قصہ یوں سناتے ہیں :-

یونیورسٹی سے معاشیات کی ڈگری لینے کے بعد میں منچورین ریلوے میں ملازم ہو گیا، منچوریا اس وقت جاپان کے قبضہ میں تھا، وہاں جب میں اپنی ملازمت کی میعاد ختم کر چکا تب باپا پارہ اندرون چین کی سیاحت پر روانہ ہوا، میرے پاس قدیم جاپانی طبابت کا فن تھا، سیاحت کے دوران میرا گزر ایک گاؤں میں ہوا، جس میں اکثر مسلمان تھے اسی گاؤں کی مسجد کے امام صاحب بیمار تھے، جب لوگوں کو پتہ چلا کہ میں علاج کرنا جانتا ہوں تو انہوں نے امام صاحب کے علاج کرنے کی درخواست کی، میں نے علاج شروع کیا، اس دوران میں انہوں نے مسجد کے ایک حجرے میں میرے قیام کا بندوبست کیا میں چینی زبان جانتا تھا، چینی زبان میں اسلام پر کتابیں وہ مجھے دیا کرتے تھے، اور میں پڑھتا رہتا تھا، علاج نے طول کھینچا، اور مجھے اسلام اور مسلمانوں کا مطالعہ کرنے کا خوب موقع ملا، ایک تو غیر مسلم چینوں کی بہ نسبت مسلمان چینوں میں طہارت اور صفائی کا میں نے زیادہ اہتمام پایا، پھر ان کے اخلاق کو میں نے بہت بلند پایا، میں روزانہ بیچ وقت نمازوں میں دیکھا کرتا تھا، جس سے میرا دل اسلام کی طرف کھینچنے لگا، چنانچہ جب امام صاحب شفایاب ہوئے تو میں پورے طور پر اسلام کا گھائل ہو چکا تھا اور پھر میں نے وہیں اسلام قبول کیا،“

کام کا طریقہ

جاپان میں ہمیں کئی آدمی ملے جنہیں اس راہ سے اسلام نصیب ہوا، تبلیغی جماعتیں جاپان میں ۱۹۵۸ء سے جانا شروع ہوئیں جیسا کہ حضرت مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں، تبلیغی جماعتوں کا ٹلنک مخصوص ہے، اس کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والے اعمال کے

ساتھ محبوبیت خداوندی کے وعدے میں اور جس کے ساتھ اللہ محبت کریں
انسانوں کے قلوب اس کی طرف جھکا دیتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت
رکھنے والے چھ بڑے اعمال جنہیں تبلیغ میں خصوصی اہمیت دی جاتی ہے، اور
جو تبلیغ کے چھ نمبر کہلاتے ہیں، بت تبلیغی جماعت ایک سیار معاشرہ ہے
جس میں ان اعمال کی مشق ہوتی ہے۔ اگر تبلیغی جماعت صحیح اصولوں پر چل رہی
ہو تو اس سے متاثر ہونا یقینی ہے، اور یہ سب نسبت محمدی کی کارگرگی
ہے، اس ٹیکنیک سے ہزاروں کی اصلاح ہو چکی ہے

غیر مسلم ممالک میں بھی جماعتیں اسی ٹیکنیک سے کام لیتی ہیں جاپان میں ہر
ماہ تین روزہ کی جماعت نکالنا ہمارا معمول تھا، تاریخوں کا ایک ماہ پہلے سے اعلان
ہو جاتا تھا تو مسلمین اور غیر مسلمین میں جماعت کے ساتھ نکلنے کی دعوت
چلتی رہتی تھی، ان سفروں میں شریک ہونے والے مسلمان جب گھروں کو لوٹتے
تھے تو ایمان میں قوت اور اعمال میں سختگی کے ساتھ لوٹتے اور غیر مسلم تو مجھے بہت
گم یاد ہیں، جو جماعت میں نکلے ہوں، اور پھر بغیر کلمہ پڑھے واپس ہوتے ہوں۔
ایلیجی بدھ مندر

ایلیجی ایک بدھ مندر سے جو ٹوکیو سے تقریباً سو کلومیٹر جنوب میں ماناشی ضلع
میں واقع ہے۔ یہ ضلع مادرتھ فچی (مشہور پہاڑ) اور انگوروں کے باغوں کے
لئے مشہور ہے، جولائی ۱۹۶۰ء میں جماعت ایلیجی کی طرف نکالی گئی اس کی
خاص وجہ یہ ہوئی کہ اس ضلع پر سی فکچر کے دو طالب علم جماعت کے ہاتھ پر مسلمان
ہونے کے بعد پاکستان گئے ہوئے تھے، یہاں وہ جماعتوں کے ساتھ تربیت
حاصل کر رہے تھے وہ اپنے پر سی فکچر کے اخبار کو تبلیغی اسفار کے حالات اور
طوائف لکھتے تھے جو انہیں سلسلہ وار چھاپتا تھا، ان مضامین میں ہماری جماعت
کا بھی ذکر تھا ایک ڈبہ میں پر سی فکچر کے ایک بڑے قصبہ اتران کے میسر کی طرف سے
دعوت نامہ موصول ہوا کہ آپ لوگ ایلیجی میں تشریف لائیں یہاں کے لوگ آپ

لوگوں سے ملاقات کرنے کے مشتاق ہیں ہم نے اس دعوت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ماہ کا سفر ایجنسی کی طرف طے کیا جماعت میں بیس کے قریب مسلم اور غیر مسلم جاپانی شریک تھے، شہر کے عمائدین نے اتران ریلوے اسٹیشن پر جماعت کا خیر مقدم کیا اور پھر جلوس کی شکل میں لے جا کر ہمیں ایجنسی مندر میں اتارا، یہ مندر قدیم جاپانی فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جاپانیوں نے اس کی تعمیر میں اپنا دل نکال کر لگا دیا ہے وہاں ایک موٹا لمبا رستہ عورتوں کے بالوں کا بنا ہوا رکھا، دیکھا اس رستہ سے مندر کے شہتیروں کے حمل و نقل کا کام لیا گیا تھا یعنی منزل میں جگہ جگہ بت استادہ تھے۔ مندر کا مہار پر وہت جسے یہاں کی زبان میں بوساں کہتے ہیں، ان بتوں کی زیارت کرتے وقت دیوتاؤں کی تاریخ گزرا اور ہم اس کے جواب میں

اَتَقَمُّوْا مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصْبَ جَهَنَّمَ ط

بلاشبہ تم ارجن کی تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو، دوزخ کا ایندھن ہیں،

پڑھتے تھے جماعت کے لئے اوپر کی منزل میں ایک بڑے ہال میں قیام تجویز ہوا، ظہر کی نماز کا وقت آچکا تھا، زور سے اذان دی گئی، جس سے مندر کے در و دیوار گونج گئے، جو معلوم نہیں کب سے اس راہ کے لئے ترس رہے تھے، مندر کے احاطہ میں صاف شفاف قدرتی چشمہ تھا، جس میں سب نے وضو کیا، جماعت کی نماز میں مسلم اور غیر مسلم سب شریک ہوئے ہر نماز میں یہی صورت رہی، اذان و نماز تبلیغی کام کا سب سے اہم جزو ہے، اکثر فتوے اس آواز اور اس منظر کو دیکھ کر اسلام کے آگے جھکے، نماز کے بعد تبلیغی کام کا پردہ گرام شروع ہوا، تعلیم کا حلقہ ہوا جس میں فضائل کی کتابوں سے احادیث پڑھی جاتی تھیں ان کا مذاکرہ ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات بیان ہوتے، ان ہی حلقوں میں غیر مسلم سامعین کے سوالات کے جوابات بھی دئے جاتے، ایک سوال جو اکثر پوچھا جاتا ہے آپ لوگ بتاتے

ہیں اسلام قوموں کو بلند کرتا ہے۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ ہم کسی مسلم ملک کو غیر مسلم ملک سے بلند نہیں پاتے؟ بلکہ ہر لحاظ سے ان پر غیر مسلم ممالک فوقیت رکھتے ہیں۔ اس کا کیا جواب ہے؟

اس سوال سے دلوں پر جھوٹ گزرتی ہے ظاہر ہے، کہ ہائے آج مسلمان اسلام کی خدمت تو کیا کرتا وہ تو اسلام اور غیر مسلموں کے درمیان حجاب بن کر رہ گیا ہے۔ اس کا جواب ہم یہ دیتے،

”دوستو! اسلام ملک کا نام نہیں ہے، اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی صفات اور تعلیمات کا نام ہے، آج مسلم ممالک کے ادبار کی وجہ اسلام نہیں ہے بلکہ ان صفات کا فقدان ہے، ہم تمہیں آج کل کے مسلم ممالک کے مسلمانوں جیسا بننے کی دعوت نہیں دیتے بلکہ ہماری دعوت تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا بننے کی ہے، جنہوں نے ان صفات کو اپنایا تھا، اور انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی کہ کبھی اتنے کم التالوں نے اتنے کم وسائل کے ساتھ اتنے کم عرصہ میں وہ ترقی کی ہو جو انہیں نصیب ہوئی، الحمد للہ عموماً اس جواب سے ان کی تسلی ہو جاتی ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سننے کا ان کے دل میں شوق بڑھتا ہے غالباً اسی وجہ سے حاجی عمر میتا نے حکایات صحابہ کے انگریزی زبان کے مسودہ کو نہایت قلیل عرصہ میں ^{جاپانی} زبان میں منتقل کیا اور ہمارے قیام کے دوران تو یونیورسٹی نے اسے بہت دیدہ زیب کتاب کی صورت میں ”صحابہ مونو گوتولی“ کے نام سے چھاپا، اور ملک بھر میں یہ کتاب پھیلائی گئی اور سنتے ہیں بہت موثر ثابت ہوئی،

سیتو صاحب کا اسلام

ان مجالس میں ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے، تین روز ہمارا اقیام رہا، اور آخری دن چھ جاپانی مسلمان ہوئے، تقریباً سب کا تعلق سوکائی کے اونچے طبقہ کے ساتھ تھا، نیکو مور صاحب جن کی دو صاحبزادیوں کا قبضہ میں ادھر نقل کر آیا ہوں

اسی مندر میں مسلمان ہوئے تھے، ٹوکیو سے آنے والے احمد زکی جو وہاں سعودی سفارت خانے کے سیکرٹری تھے، اور ایک عرب تاجر محمد امین کی بھی ہمارے ساتھ تھے، ان کے لئے یہ بات بڑی عجیب تھی کہ جاپانی لوگ اپنے مندر میں اپنے بتوں کے سامنے کلمہ توحید پڑھیں اور اسلام میں ہوں چنانچہ جب ٹوکیو واپس ہوئے تو چند روز کے بعد سعودی عرب کی حکومت کے وزیر نشتر و اشاعت شیخ عبداللہ بالخیر سرکاری دورہ پر ٹوکیو تشریف لائے احمد زکی صاحب نے ان سے ملتے جلتے حالات بیان کئے، انہیں بہت حیرت ہوئی ہم سے اور نو مسلم جاپانیوں سے ملنے کی خواہش ظاہر کی جمعہ کی نماز کے بعد ملاقات طے ہوئی جب وہ جمعہ میں تشریف لائے، تو نماز پڑھنے والوں میں جاپانی مسلمانوں کی اکثریت اور بعض کے چہروں پر داڑھی اور پیشانی پر مسجدوں کے نشانات دیکھ کر بے اختیار رپڑے، اس قدر روئے کہ بچکی بندھ گئی، فرمانے لگے، اب مجھے اس آیت کی حقیقت سمجھ میں آئی ہے۔

وَإِنْ تَتُوكُمْ يُبَدِّلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَلِكُمْ

اگر تم نے اعراض کیا تو تمہاری جگہ دوسری قوم کو دیدیا جائیگی اور وہ بھی تمہاری طرح نہ ہونگے

ہم عرب، دین کی خدمت سے قاصر رہے تو اللہ پاک نئی نئی قوموں سے اپنے دین کا کام لے رہا ہے، فرمانے لگے اب میرا دل بھر آیا نبی سے بات نہ ہو سکے گی، میں عشر میں پھر آؤں گا، اور ان جاپانی نو مسلموں سے گفتگو کروں گا، مسجد کی کنبی ہمارے پاس ہی رہا کرتی تھی، عشر کے وقت ہم نے مسجد کا دروازہ کھولا اور اذن دی، چند جاپانی دوستوں کو بلایا تھا شیخ بھی ہمارے ساتھ تشریف لائے، نماز کے بعد حلقہ میں بیٹھ گئے، اور ایک ایک سے انہوں نے پوچھا تم کسے مسلمان ہوئے؟ اکثر نے جماعت کے ماحول کی وجہ بتلانی، عبدالکریم مسیتو صاحب جو آج کل جاپانی مسلم ایسوسی ایشن کے صدر ہیں، اور کئی بین الاقوامی کانفرنسوں میں جاپانی مسلمانوں کی نمائندگی کر چکے ہیں، ان کی گفتگو قابل ذکر ہے

شیخ :- آپ کیسے مسلمان ہوئے ؟

سیتو صاحب :- حضرت میں دس برس تک ایک مسلم ملک میں جایا پی سفارت خانے میں رہا وہاں کے مسلمانوں سے میں ذرا بھی متاثر نہ ہوا بلکہ ان کی معاشرت اور ان کے معاملات سے میرے دل میں اسلام سے بے رغبتی رہا لیکن جب تبلیغی جماعت کے ساتھ میں نے اوسا کا ٹیک سفر کیا، اوسا کارپورے اسٹیشن پر جب انہوں نے نماز پڑھی تو میرا دل مکمل طور پر اسلام کی طرف کھینچنے لگا، اور اسی وقت میں مسلمان ہو گیا

شیخ :- کیا تمہاری بیوی مسلمان ہے ؟

سیتو صاحب :- افسوس کہ نہیں !

شیخ :- کیا تم نے کبھی اس کو مسلمان ہونے کی دعوت دی ؟

سیتو صاحب ضرور دی ہے لیکن وہ میرے ساتھ میں رہ چکی ہے، میری دعوت کے جواب میں کہنے لگی، میں دیکھ چکی ہوں، کہ مسلمان کیسے ہوتے ہیں کاش میری بیوی وہ مسلمان نہ دیکھتی تو آسانی سے مسلمان ہو جاتی اس کے بعد سیتو صاحب نے فارسی کا یہ جملہ کہا :-

در اسلام، بیچ عیب نیست :- ہمہ عیب در مسلمانان است

آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس واقعہ سے چند ماہ بعد سیتو

صاحب کی بیوی، دو لڑکیاں، دو لڑکے، یعنی پورا خاندان مسلمان ہو گیا،

پچھلے سال سیتو صاحب کی بیوی نے وفات پائی ہے، اسکی لاش سب سے پہلے

منجواہن کے مندر کی زمین میں دفن ہوئی جو مسلمانوں نے اپنے قبرستان کے لئے

حاصل کی تھی، اللہ تعالیٰ اس خاتون کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت

میں جگہ دے امین، سیتو صاحب نے اپنے بڑے لڑکے سعید سیتو کو ٹوکیو کے ایک

کالج سے الگ کر کے وہی تعلیم کے لئے مدینہ منورہ بھیج دیا ہے، اور وہ آج

کل وہیں تعلیم پا رہے ہیں، ماشاء اللہ،

منجوا بن مندر

اس کا قصہ بھی سن لیجئے، میں عرض کر چکا ہوں، کہ انجمن کے قیام میں چند بوسان بھی شریک تھے ان میں منجوا بن کا بوسان بھی تھا، رانا ماتاشی، پوری فچر کے پہاڑ پر ایک خانقاہ سے ہم ایک سفر سے لوٹے تو اس بوسان کا خط حاجی عمر میتلگے نام آیا جس میں اگلے ماہ اگست میں جماعت کو منجوا بن آنے کی دعوت تھی ہم نے دعوت قبول کر لی اور اگست میں تین دن کا سفر منجوا بن کے لئے قرار پا گیا، اس مرتبہ بھی کوئی بیس کے قریب مسلم غیر مسلم افراد شامل تھے، بوسان صاحب نے ریلوے اسٹیشن پر جماعت کا استقبال کیا، اور پھر جماعت موٹروں میں منجوا بن کی طرف روانہ ہوئی، راہ میں دونوں طرف انگوروں کے باغات تھے جو میلوں تک پھیلے ہوئے تھے، پہاڑ کے دامن میں موٹریں رکھیں جہاں بوسان کے معتقدین نے جماعت کی چائے سے تواضع کی پھر پیدل پہاڑ پر چڑھنا ہوا، پہاڑ کے اوپر بوسان کی خانقاہ تھی، جو دو مندروں پر مشتمل تھی، ایک مندر بدھ مذہب کا اور دوسرا شنتو مذہب کا تھا اور بوسان صاحب دونوں مندروں کے مشترک پر دہت تھے ہم نے شنتو مندر اپنے قیام کے لئے پسند کیا کیونکہ اس میں بت نہیں تھے،

خانقاہ بہت دل فریب قدرتی مناظر سے گھری ہوئی تھی، سامنے بجایاں ایسا پہاڑ کا سلسلہ تھا جو اگست کے مہینے میں بھی برف سے سفید تھا، شفاف تالابوں میں خوب صورت مچھلیاں، پھولوں سے لدے ہوئے درخت، چھوٹی چھوٹی آبشاریں دامن دل کو کھینچتی تھیں، حسب معمول اپنا پروگرام شروع کیا، بوسان اور ان کی بیگم نے بہت خاطر مدارات کی، دونوں نماز میں ہمارے ساتھ برابر شریک ہوئے اور دوسرے پروگراموں میں بھی

”جوئے“ یہاں رسم چائے نوشی کی ایک مجلس ہوتی ہے، جو نہایت معزز مہالوں کے احترام میں منعقد کی جاتی ہے، بوسان کی بیگم نے ہمارے احترام میں اس

تقریب کا اہتمام کیا جس کی تفصیل بذات خود ایک مضمون ہے، دوسرے روز
تعلیم کے دوران بوڑھے بوسان نے حاجی عمر میٹا کے ذریعہ مسلمان ہونے
کی خواہش کی یوں ایک نہر ہی رہنا کا اپنے معبد کے اندر اسلام قبول کرنا یہ ہمارا
پہلا تجربہ تھا، ہمارے امیر جماعت تو فوراً جائے نماز بچھا کر نماز میں مشغول ہو گئے
اور مجھ سے فرمایا تم سنبھالو، ہمیں، اس کے اسلام لانے سے مسرت تھی، لیکن
ڈریہ تھا کہ کہیں اس کے معتقدین میں چہ میگوئیاں نہ ہوں اور ہمیں ناگوار حالات
سے دوچار نہ ہونا پڑے، اس لئے ہم چاہتے تھے، کہ تنہائی میں کلمہ پڑھا دیں، میں
نے بوسان کی درخواست پر کہا، کہ جب تمہیں توحید رسالت پر یقین ہے تو تم
مسلمان ہو ہی گئے باقی رسوم کسی اور وقت ادا ہو سکتی ہیں جلدی ہی کیا ہے؟
بوسان بولے دیکھو جی! پہلے میرا قصہ سن لو، یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا قصہ
سنایا "آج سے ٹھیک مہینہ ماہ پیشتر ایک روح میرے پاس آئی اور اس نے
مجھے خبر دی کہ تمہارے مندر میں ہمالیہ پہاڑ کے دیوتا آئے والے ہیں تم ان کا اکرام
کرنا یہ دیکھو! میں نے ڈارمی میں لکھ لیا ہے یہ تو میں جانتا تھا کہ ہمالیہ ہندوستان
پاکستان کے شمال میں ہے، لیکن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہاں کے دیوتا میرے
مندر میں کیسے آئیں گے، پچھلے مہینہ میں نے سنا کہ پاکستان کے کچھ روحانی لوگ
آئے ہیں، میں نے رخت سفر باندھا اور وہاں حاضر ہوا، تم لوگوں کو
دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کہ تم وہی دیوتا ہو جس کی خبر روح نے دی تھی،
میں تمہاری گفتگو سے متاثر ہوا، اور میں جب یہاں اپنے مندر واپس آیا تو تین
وقت کی نماز میں نے اسی طرح شروع کر دی، جس طرح تمہیں پڑھتے ہوئے
دیکھا تھا اور واپس آنے کے بعد میں نے ایک دن بھی پوجا نہیں کی، پھر
اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ اس پہاڑ کی چوٹی پر میری نماز کی جگہ ہے
جہاں میں نے کئی برس مراقبہ کیا ہے اس طویل عرصہ میں جو مکاشفات مجھ پر
ہوئے ہیں وہ میں نے قلم بند کئے ہیں"

یہ کہتے ہوئے قلمی تحریروں کا ایک پلندہ وہ اٹھالایا اور ضیاء صاحب کے سامنے رکھ دیا ضیاء صاحب نے دیکھ کر بوسان کے علم و فضل کی تصدیق کی، اس کے بعد اس نے کہا "ان مکاشفات کے ساتھ مجھ سے خوارق عادت کا صدور بھی ہونے لگا ہے" اس کے اس جملہ پر ہمارے دوست پروفیسر عبداللہ دردمانیت جن کا خاص مشغلہ تھا، چونکہ اور اس کی بات کاٹے ہوئے بولے: "تو کیا آپ ہمیں کوئی خوارق عادت بتلا سکتے ہیں؟" بوسان نے کہا، ضرور، اچھا وہاں دیوار کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور منہ دیوار کی طرف کر لو اور دیکھو ذرا اپنے قدم مضبوطی سے جمائے رکھنا، میں تمہیں اوندھے منہ گرا دوں گا، ہم شنتو مندر کے فرش پر بیٹھے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے پروفیسر صاحب دیوار کے پاس آکر کھڑے ہو گئے، بوسان بیس بیس فٹ کے فاصلے پر کھڑا رہا، اور ہوا میں ہاتھ سے اشارہ کیا اس کا یہ اشارہ کرنا تھا کہ پروفیسر صاحب دھم سے زمین پر آ پڑے اور جاپانیوں نے تالیاں بجائیں، ایک نوجوان مسلم اخیلہ اٹھا اور بوسان سے کہنے لگا: "پروفیسر صاحب بوڑھے آدمی ہیں مجھے گراؤ تو جائیں" اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا، یہ کرشمہ ہونے کے بعد بوسان نے تمام سامعین کے سامنے سنجیدگی کے ساتھ تقریر میں کہا:-

”حضرات! یہ جو تم نے دیکھا ہے بالکل معمولی بات ہے، یہ زمین کی چیز ہے، اس میں ذرا بھی نورانیت نہیں ہے، لیکن جب یہ لوگ دہماری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، آسمانی کتاب پڑھتے ہیں، یا اپنے نبی کی کوئی بات فرماتے ہیں، تو مجھے اس میں نورانیت نظر آتی ہے اور میں فوراً سمجھ جاتا ہوں کہ یہ چیز زمین کی نہیں ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی اُمی تھے کسی انسان سے انہوں نے کچھ نہیں سیکھا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کلام دنیا کو دیا جس کے حرف حرف میں نورانیت ہے۔ میں سالہا سال کے بعد مجاہدات کے باوجود اپنی تحریروں میں یہ چیز پیدا نہیں کر سکا“

اسلام اپنی صداقت میں کسی بوسان کی شہادت کا محتاج نہیں ہے تاہم بوسان کی تقریر سے ایک سماں بندھ گیا، اور لوگوں پر اسلام کی فوقیت ثابت ہو گئی، ہم بھلا کب چلتے تھے، کہ بوسان مسلمان نہ ہو، لیکن احتیاط کا یہ تقاضا تھا کہ شہرت نہ ہو، بہر حال ہمارے ایک دوست نے تخلیہ میں بوسان اور اس کی بیگم کو کلمہ پڑھایا اللہ اللہ کرنا سکھایا، اسلام میں داخل ہونے کے بعد دونوں کے لئے ضروری ہو گیا کہ اپنی خالقاہ اور دونوں مندروں کو خیر باد کہیں اس کے لئے وہ ابھی تیار نہ تھے بڑے کہ ہمارا بیٹا پوست یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہے جو ہٹی وہ نارغ ہو جائے گا یہ خالقاہ ہم اس کے حوالے کر دیں گے پھر جہاں تم کہو گے چلیں گے،

اگلے ماہ ہماری پاکستان واپسی ہو گئی، لیکن حاجی عمر میا صاحب نے بوسان کے ساتھ خط و کتابت جاری رکھی، انہیں کی ترغیب سے انہوں نے اپنی خالقاہ کا ایک خوب صورت حصہ مسلمانوں کو قبرستان کے لئے دے دیا جس میں عبدالکریم صاحب کی مرحومہ بیوی کو دفن کیا گیا، میا صاحب نے بتایا کہ دونوں میاں بیوی حج پر آنے کی خواہش رکھتے ہیں، اس مجلس میں چند مسیحی اور بدھٹ مسلمان ہوئے، ان میں ایک ریٹائر فوجی میجر بھی تھا اس کا قصہ بھی عجیب تھا، وہ کہنے لگا میں گل نیچے پہاڑ کے دامن میں ایک گاؤں میں آیا تھا، کسی سے مل کر مجھے گھر لوٹنا تھا، لیکن جو ہٹی میں نے واپسی کا ارادہ کیا میرے دل میں آواز آئی "مت جاؤ" یہ عجیب ماجرا پہلے میرے ساتھ کبھی پیش نہیں آیا تھا، میں نے رات گزارنے کا فیصلہ کر لیا، آج صبح گاؤں کے ٹاؤن ہال کے لاؤڈ اسپیکر پر بوسان کا اعلان سن کر اوپر چلا آیا یہاں کچھ وقت گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب کر دی، اس کے بعد وہ غیر مسلم سامعین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا آخر وہ کونسی طاقت ہے جس نے مجھے مجھے گاؤں میں روکا پھر یہاں پہنچا کر ہدایت عطا کی، کیا پھر تم اب بھی اس طاقت پر ایمان لاؤ گے،

خَبَائِصِ حَدِيثِ بَعْدَ كَيْدِ مَنُونِ ط

پس اب کس بات کے بعد ایمان لاؤ گے

✓ امریکہ میں دعوت

فلنٹ
۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

مکرمی حاجی صاحب ددیگر حضرات السلام علیکم درحمتہ اللہ وبرکاتہ،
امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے یہاں کے حالات کی تفصیل اس سے
قبل لکھ چکا ہوں، اب مزید عرض ہے، ہماری جماعت دو تین حصوں میں تقسیم
ہو کر امریکہ پہنچی، شروع میں دو حضرات پہنچے اس کے بعد چار اور بعد میں چار
۲۳ اگست تک نیویارک میں کام کیا نیویارک دنیا کے سب سے بڑے شہروں میں
ہے اور امریکہ کا تو سب سے بڑا شہر ہے، کل انٹی لاکھ سے زیادہ آبادی ہے
اور دنیا کی ہر قوم و نسل کے لوگ بڑی تعداد میں آباد ہیں، امریکہ میں آبادی کی تقسیم
اس طرح سے ہو گئی ہے کہ بڑے شہروں میں سیاہ نسل کے لوگ جنکو ایفرو امریکن
کہتے ہیں زیادہ ہیں، اس کے علاوہ دوسرے ملکوں میں آنے والے لوگ آباد ہیں امریکن
گورے شہروں کے باہر دیہات میں رہتے ہیں۔ یہاں دیہات اور شہروں میں سہولتوں
کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں یہاں آکر یہ مشاہدہ ہوا کہ انسان نے چیزوں کے بنانے
پر کتنی محنت کی ہے۔ اور اس محنت کے بقدر چیزیں عمدہ سے عمدہ بن گئی ہیں، اور
چیزوں کی کثرت سے خوشحالی نہیں آتی، یہ نہیں معلوم ہوا چیزوں کی فراوانی
اور مادی آسائشوں کی کثرت کے باوجود تنگی، غربت، جہالت، پریشانیاں موجود
ہیں اور اس پر بد اخلاقیوں اور مجرمانہ حرکات مزید اضافہ ہیں، عرض الحمد للہ یہ
بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ ہم لوگ اپنے وطن میں چیزوں کی کمی کے باوجود
بہت خوش اور بہت مطمئن ہیں، یہاں اطمینان، سکون، چین، مردت، محبت،

اخلاق، سمدردی، غمگساری، ایثار، سکر ایٹ بالکل مفقود ہیں، اگر کچھ ہیں تو وہ سب
 بناوٹی ہیں انسان جب تک کار آمد ہے وہ بھی اپنے لئے، جب تک وہ تندرست
 ہے اور کما سکتا ہے، اور جب وہ اس قابل نہیں رہتا تو اس کی کوئی قیمت
 نہیں، خاندانی زندگی کوئی چیز نہیں بچے ۳۱، ۳۲ سال تک ماں باپ کے ساتھ رہتے
 ہیں۔ اس کے بعد لڑکیاں اپنا ٹھکانا تلاش کرنے نکل جاتی ہیں۔ اور لڑکے اپنا
 ساھتی تلاش کرنے نکل جاتے ہیں، ماں باپ کھٹوں اور جانوروں سے دل بہاتے ہیں
 اور اگر یہاں کے معیار کے مطابق پیسہ نہیں ہے تو خیراتی اداروں کی پناہ لیتے ہیں، یہ
 عام زندگی ہے، بیمار ہو جائے تو ہسپتال میں پڑے رہیں کوئی پرسیاں حال نہیں اور
 مر جائے تو کوئی رونے والا نہیں، عزیزوں کو خبر بھی مرنے کے ہفتوں بعد ہوتی ہے
 زندگی بڑی مشکل ہے بہت سخت ہے، اگر آٹھ گھنٹے روز جانفشانی سے کام نہیں کر سکتا
 تو سخت مصیبت میں مبتلا ہے کچھ دن انشورنس کھلائے گا، اس کے بعد خیراتی اداروں
 کے محتاج بن جائیں گے ظاہری چمک دیمک ہے، لیکن اندر بڑے مصائب ہیں زندگی
 بہت ہنگامی ہے، بوڑھوں کے لئے اپاہجوں کی طرح الگ ہوسٹل بنادئے گئے ہیں
 جہاں وہ خیراتی اداروں کے محتاج رہ کر عمر کے اخیر ایام گزارتے ہیں، سرمایہ
 دارانہ نظام پوری زندگی کو جکڑے ہوئے ہے عوام کو اپنا خون پسینہ ایک کرنا
 پڑتا ہے، اور جو کچھ کھاتے ہیں وہ کسی نہ کسی شکل میں واپس سرمایہ داروں کی
 جیب میں پہنچ جاتا ہے عام زندگی کی اشیاء بھی بڑے سرمایہ دار ہی جیبا کرتے
 ہیں اور فروخت بھی خود ہی کرتے ہیں، چھوٹے دوکاندار بھی نہیں ہیں، دوکانوں پر
 ملازم ہی ہیں، کاریں بیشیک بہت سستی ہیں اور ہر شخص کو یہاں کے حالات کی بناء
 پر ضرور گھسنی پڑتی ہیں، پٹرول بہت سستا ہے ریل کا سفر بہت ہنگامی ہے
 بہت کم لوگ ریل کا سفر کرتے ہیں، ریل کا سفر محض ایک تفریحی چیز ہے۔ دور دور
 تک لوگ اپنی کاروں پر جاتے ہیں، ریلیں بہت آرام دہ ہیں اس سے سستا
 سفر بسوں کا ہے، بسیں بہت اعلیٰ درجہ کی ہیں اور بہت آرام دہ ہیں ہوائی جہاز کا سفر

بھی بہت سستا ہے اور ریل سے کچھ ہی زیادہ کرایا ہے ایک خوبی لوگوں میں یہ ہے کہ ایشیا میں ملاوٹ نہیں ہے کھانے پینے کی چیزیں بوجھی ملتی ہیں وہ خالص ہیں، اور یہاں کی کھائی کے اعتبار سے بہت سستی ہیں گوشت ہر قسم کا ملتا ہے ذبیحہ نہیں ملتا، یہود، سورا اور دوسرا گوشت نہیں کھاتے نہ سورا کی چربی سے بنی ہوئی چیزیں کھاتے ہیں، اس لئے ان کے لئے ہر چیز الگ بنتی ہے ڈبل روٹی میں عام طور سے سورا کی چربی یا دوسرے غیر ذبیحہ جانوروں کی چربی ڈالتے ہیں، لیکن یہود کے لئے خاص طور سے بغیر چربی کے چیزیں بنتی ہیں جو کوشر کہلاتی ہیں، یہود گوشت بھی اپنے ذبیحہ کا استعمال کرتے ہیں، وہ ذبیحہ مسلمانوں کی طرح ہی کرتے ہیں، سنا ہے، کہ علماء نے اس گوشت کو جائز قرار دیا ہے، لیکن تحقیق نہیں ہے، یہاں پر جو ذرا محتاط قسم کے مسلمان ہیں وہ گوشر گوشت کھاتے ہیں، جو غیر محتاط ہیں، وہ سب کچھ کھاتے ہیں، ہم لوگوں نے گوشر گوشت بھی نہیں کھایا، ترکاریاں کھاتے رہے، یا اگر موقع ملا، تو مرغیاں خود ذبح کر کے کھائی گئیں، اور ترکاریاں سب قسم کی ملتی ہیں مصالحوں سے ملتی ہیں، گھی نہیں ملتا، مکھن اور زیتون کے تیل اور دوسرے بعض تیل ملتے ہیں، اللہ کا فضل ہے، کہ کھانے کی تمام چیزیں خوب فراوانی سے میسر ہیں، ٹھنڈے گرم پانی کے تیل، گیس اور بہت سستی بجلی، ٹیلیفون، عمدہ سڑکیں اور دوسری سہولتیں ہر شخص کو میسر ہیں، لیکن سکون غائب، دنیا کی چیزیں اللہ پاک نے ان لوگوں پر پھیلا دی ہیں، جس کو دیکھ کر قرآن پاک کی ان آیات پر یقین مضبوط ہوتا ہے

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَمَّ عَلَيْهِمُ أَجْرُهُمْ إِذْ فَتَحْنَا أَبْوَابَ مَلَكُوتِهِمْ إِذْ قَرَّبُوا بَأْسُهُمْ فَوَسَّوْا لَهُمْ صُلْحًا فَمَا اتَّخَذُوا صُلْحًا إِذْ فَتَحْنَا لَهُمُ ابْوَابَ مَلَكُوتِهِمْ إِذْ قَرَّبُوا بَأْسَهُمْ فَوَسَّوْا لَهُمْ صُلْحًا فَمَا اتَّخَذُوا صُلْحًا إِذْ فَتَحْنَا لَهُمُ ابْوَابَ مَلَكُوتِهِمْ إِذْ قَرَّبُوا بَأْسَهُمْ فَوَسَّوْا لَهُمْ صُلْحًا فَمَا اتَّخَذُوا صُلْحًا إِذْ فَتَحْنَا لَهُمُ ابْوَابَ مَلَكُوتِهِمْ إِذْ قَرَّبُوا بَأْسَهُمْ فَوَسَّوْا لَهُمْ صُلْحًا فَمَا اتَّخَذُوا صُلْحًا

اب ان لوگوں نے ان نعمتوں پر اترا نا شروع کیا ہے، بس دعوت اگر چل جائے تو اللہ کی پکڑ ٹل سکتی ہے، اس لئے کہ اتنی نعمتوں کے بعد اللہ کی نافرمانی یقیناً ان لوگوں کے لئے قابل مواخذہ ہے کاش کوئی ان کو یہ سمجھا سکتا،

مشکل یہ ہے کہ مسلمان خود ان چیزوں سے ایسے مرعوب اور ان کی چمک دمک میں ایسے محو ہیں کہ اپنی اصل کو بھی بھلا دیا ہے حالانکہ قرآن پاک میں حکم ہے

وَلَا تَعْتَدْ عَيْدَكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تَطْعَمَنْ

أَعْقَلْنَا قُلُوبَهُمْ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعُوا لَهُمْ فَوَسَّوْا لَهُمْ قُلُوبَهُمْ

یہاں کی زندگی کی ڈوریوں کے ہاتھ میں ہے سرمایہ، اخبارات، ریڈیو، ٹیلیوژن سب ان کے کنٹرول میں ہے اس لئے رائے عامہ کو ہموار کر سکتے ہیں ہر بڑے سے بڑا آدمی ان کا مطیع ہونے پر مجبور ہے امتیازی سلوک یہاں بھی زبردست ہے یہاں عام باشندے شروع میں بحیثیت غلام کے لاتے گئے، اور ان سے محنت کا کام لیا گیا، ان سے خوب ناجائز فائدے اٹھائے گئے، لیکن ان کو علم سے اور دوسری ترقیاتی چیزوں سے محروم رکھا گیا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں کے اچھوت جیسے یہ لوگ ہو گئے ہیں کوئی مذہب ان کو انصاف نہ دلا سکا غلامی تو قانوناً ختم ہو گئی اور دستور نے ان کو برابر کے حقوق دیدئے ہیں، لیکن ہملا زبردست امتیاز برتا جاتا ہے ان کے رہنے کے علاقے گندے ان کو زبردست ذہنی پستی میں مبتلا کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب وہ پورے طور پر اس نظام سے عاجز ہیں اور ذہنی اور عملی طور سے باغی ہو رہے ہیں اسی لئے اسلام کی طرف رجحان ان لوگوں کا بہت سے اور یہی لوگ بڑی تعداد میں مسلمان ہو رہے ہیں، اس ذہنی رد عمل سے فائدہ اٹھا کر نسلی امتیاز کو بنیاد بنا کر عالیجاہ محمد نامہ کے ایک شخص نے ایک سیاہ پلم حرکتیک چلا ڈالی ہے۔ شروع میں تو یہ شخص مصلح کی حیثیت رکھتا تھا پھر پیغمبری کا دعویٰ کیا اور اب خدا بنتا ہے، نعوذ باللہ من ذلک، مشہور گھونٹے باز محمد علی گلے اسی کا ماننے والا ہے۔ اس کے ماننے والوں کا بڑا حلقہ ہے اور یہ لوگ بڑے جنگجو اور فسادی قسم کے ہیں اس بہانے سے اس نے بڑی دولت جمع کر لی ہے اپنا ہوائی جہاز ہے، بڑا محل ہے اور سب سے الگ رہتا ہے، میلکم اکیس ایک بڑھاپی جراثیم پیشہ شخص اس کا پیرو بنا اس نے لاکھوں لوگوں کو بلیک مسلم بنایا

وہ کچھ عرصہ مصر اور اس کے بعد حجاز رہا تو اس کو اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی
اس کے بعد وہ پکاسنی مسلمان بن گیا، اور اس نے عالیجاہ کے خلاف
کتاب لکھی اور بہت سے لوگوں کو مسلمان بنایا، اس کے بعد اس کو عالیجاہ کے
لوگوں نے گولی مار کر شہید کر دیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اس وقت نئے لوگ عالیجاہ سے کم وابستہ ہو رہے ہیں اور بہت سے اس
کے معتقدین اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، اس کے دورے کے بھی سنی مسلمان
ہو گئے ہیں کالوں کے علاوہ گوردن میں بھی یہاں کی ترقیات سے اکتاہٹ اور
بیزاری ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ نئی کونسل کے لوگ ہر قسم کے سماجی بندھنوں
سے آزاد رہنا چاہتے ہیں، اور یہ اپنی ذہنی کش مکش کا حل لانڈہی کے مذہب
میں داخل ہو کر کرنا چاہتے ہیں، جہاں ان کو ایشیون، چریل، باجے اور دوسری
قسم کی آزادیاں میسر آتی ہیں، چنانچہ ان لوگوں کو خوب بیوقوف بنایا جا رہا
ہے، انداز یہ ہوا کہ عام طور پر امریکہ کے لوگ ذہین نہیں ہیں اور ذہنی سطح بہت معمولی
ہے، ہر نئی چیز پر دوڑتے ہیں، عیش و آرام کے نقشے چھوڑ کر آوارہ گردی اور ہر
قسم کی بے راہ روی اختیار کر رہے ہیں، ہمارے لیے یہ درس عبرت ہے کہ ہم
دعوت رفتے ہوئے آرام سے سو رہے ہیں، گورے نوجوان بڑی تعداد میں
ہیٹی بن رہے ہیں اور اپنے راحت کدوں کو چھوڑ کر دور کی خاک چھانسنے میں
سکون تلاش کر رہے ہیں، عجیب ذہنی انتشار میں مبتلا ہیں یہ بہترین وقت دعوت
کے کام کرنے کا ہے

ہر شخص جو کھاتا ہے اس کا بڑا حصہ ٹیکسوں اور انشورنسوں میں نکل جاتا ہے
ہر شخص کو اپنی آمدنی کا ایک حصہ انشورنس میں دینا پڑتا ہے، انشورنس کمپنیاں
سرمایہ داروں کی ہیں، کارسرمایہ دار بناتا ہے وہ اس کو پچھلے پیر اس کا
انشورنس کراتا ہے، اور ملتی سستی بظاہر کار ہوتی ہے اس سے بہت زیادہ وہ

انسورس کی شکل میں لیتا ہے، دیکھنے میں یہ عکس ہوتا ہے کہ کوئی حادثہ ہو گیا تو انسورس سے روپیہ ملے گا۔ حالانکہ وہ روپیہ ایسا ہی دیا ہوا ہوتا ہے، اسی طرح علاج کے لئے ہر ماہ کچھ روپیہ انسورس کا لگتا ہے، دو ایسے سرمایہ دار بناتا ہے اور اپنا سرمایہ چھپانے کے لئے ہسپتال بھی خود ہی کھولتا ہے اور جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کا علاج انسورس کی قسم سے ہوتا ہے، پندرہ روز تک علاج انسورس سے ہوتا ہے، اس کے بعد سوڈی قرض خود ہی دیتے ہیں اس طرح روپیہ گھوم پھر کر وہیں آجاتا ہے، دو ایسے بچہ ہنگی میں، خیراتی ادارے غریبوں کا علاج کرتے ہیں، ان اداروں کا اصل مقصد اپنی دولت کو چھپانا ہوتا ہے ایک بچے

کی پیدائش پچھو ما ایک ہزار ڈالر خرچ ہوتے ہیں اور یہی تو کاٹان ایک ہزار ڈالر خرچ ہوتے ہیں، جانز بچوں کی پرورش اور ان کی افزائش کا سرکاری اہتمام سے انتظام ہوتا ہے ایسے بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، بچے ہسپتال میں پیدا ہوتے ہیں، ہیٹوں تک ماں باپ بچوں کو دیکھ بھی نہیں سکتے

چوری، رہزنی، ڈکیتی، اور قتل دن دھاڑے ہوتے ہیں، عویانی، فحاشی، بدکاری، شراب خوری، شہو، بے شوری اور ہر قسم کی بے حیائیاں بدترین شکل میں عام زندگی کا جز ہیں گناہ کا تصور ہی نہیں آخسرت تو کوئی چیز ہی نہیں برسر عام وہ حرکات کرتے ہیں جو ہمارے یہاں جائز بھی نہ کرتے ہوں گے، اخلاق اللہ کا ڈر یا مخلوق کا ڈر کچھ ہی نہیں ہے، اخلاقی گراؤٹ کے سب سے پست مقامات پر یہ لوگ پہنچ چکے ہیں، جہاں اب بحر اللہ کی بکریٹ کے اور کوئی شکل نظر نہیں آتی، لیکن اللہ تعالیٰ کیوں بکریں، جب تک دعوت کے فریضہ حجت تام نہ ہو جائے،

مسلمان یہاں آئران ریگنیوں اور نمائشی جگہ تک میں کھوپکا سے اپنے مقصد سے بہت دور مٹ کر اپنے اللہ کو بھول کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ذہنی زندگی کو پس پشت ڈال کر ان گھرے ہوئے انسانوں سے متاثر نظر آتا ہے

جو خود اب دوزخ کی راہ پر پڑ چکے ہیں اور دنیا کو آگ کی مہیٹی بنانے پر محنت کر رہے
 خصوصاً عرب حضرات کا حال بہت ہی غمناک ہے، اپنی اصل سے بے خبر ان سے
 مرعوب، ان سے متاثر کہیں کہیں نام کے لئے اسلامی مرکز قائم کئے ہیں، مسجد کا
 لفظ استعمال کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے، ان مراکز میں ہر قسم کے جدید
 آرام و آسائش کے سامان مہیا کئے ہیں، اتوار کو دوپہر کو جمع ہوتے ہیں نماز سے
 کوئی واسطہ نہیں، بعض مراکز پر جہاں دیندار لوگ ہیں، کچھ اسلامیت نظر آتی ہے تاہم
 اس گھنٹا ٹوپ اندھیرے میں اللہ کے کچھ بندے دین کا چراغ جلانے کی کوشش
 میں ہیں، اور اللہ کا فضل ہے، کہ کامیابی کی صورت نظر آتی ہے۔
 میں کام کی تفصیلات لکھنا چاہتا تھا، لیکن غیر شعوری طور پر یہاں کا حال
 لکھ گیا،

۲۳ اگست تک نیویارک میں کام ہوا ہر طبقہ کے لوگوں سے ملنے کی کوشش
 کی گئی، ہمارے علاقوں کے لوگ بڑی تعداد میں ہیں، لوگ بہت متوجہ ہوئے نیویارک
 مستقل ایک ملک کی حیثیت رکھتا ہے سب سے بڑی بندرگاہ سے امریکہ کے اہم
 ادارے اور اکثر بین الاقوامی ادارے یہاں ہیں، مختلف محلوں میں مسلمان منتشر رہتے
 ہیں، نو مسلم بڑے جذبات رکھتے ہیں یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو
 سیکھنے اور ان کو اپنانے کا حوصلہ رکھتے ہیں اکثر نو مسلم وارڈھی رکھتے ہیں، ان
 کے مانتوں پر نماز کے نشان سرور پر ٹوپیاں یا پگڑیاں پہنتے ہیں، لمبے کورٹے اور
 بہت سے لوگ شیر و انیاں پسند کرتے ہیں، سیکھنے کا بہت شوق ہے کاش
 کوئی سکھانے والا ہو، روزانہ بہت سے تو ہمارے سامنے آتے رہے اور نئے نئے
 لوگوں کو لاتے رہے، تقریباً ایک آدمی یومیہ مسلمان ہونے کا واسطہ ہے جب کہ
 کوئی دعوت ان کو نہیں دی جاتی جو مسلمان ہوتا ہے وہ خوب پختہ نظر آتا ہے لیکن
 خطرہ یہ ہے کہ علمی ادارے نہ ہونے اور صحیح تربیت کا نظام نہ ہونے کی بنا پر

ہزاروں اسلام دہو میں نہ آجائیں اس لئے کہ یہ لوگ قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ اور مشکوٰۃ شریف کا انگریزی ترجمہ دیکھتے ہیں اور اپنی سمجھ کے مطابق عمل شروع کرتے ہیں، یہاں کے جو لوگ ہمارے علاقوں میں تبلیغ میں وقت لگا کر آئے ہیں یہاں جماعتوں کے ساتھ پھرے ہیں، ان کے عقائد اعمال اخلاق اور علم الحمد للہ سب میں نمایاں ہیں، نو مسلموں میں لیڈر بہت ہو رہے ہیں، یہ سب خطرات ہیں لیکن اللہ کا

فضل ہے کہ جماعت کی برکت سے کافی سمجھ پیدا ہو رہی ہے، مگر وقتی طور پر ایک جماعت کچھ عرصہ تک تو معاملہ کو سمجھال سکتی ہے لیکن مستقل مسئلہ کے حل کے لئے ضروری ہے کہ پرانے حضرات قربانیاں دے کر مسلسل جماعتیں یہاں بھیجیں۔ ورنہ اللہ کے یہاں بڑا مواخذہ ہو گا ایک تو یہ لوگ دین میں داخل ہونا چاہتے ہیں، لیکن کوئی نہیں جو ان کو دعوت دے یہ قوم بالکل اسلام کے کنارے پرکھڑی ہے، کاش کچھ ایسے حضرات ہوں، جو یہاں کی چیزوں سے متاثر ہوتے بغیر یہاں رہ کر ان میں محنت کریں، اور جماعتوں کا نانا ٹوٹنے نہ پائے نو مسلموں کی تعلیم اور ان کو صحیح رخ پر ڈالنے کے لئے بڑی محنت کی ضرورت ہے ان کی تربیت کا مسئلہ بڑا اہم ہے، تبلیغ ہی وہ واحد طریقہ ہے، جو ان سب کو جوڑ سکتا ہے ورنہ ڈر ہے کہ کہیں یہ ہزاروں خالوں میں تقسیم نہ ہو جائیں، بعض حضرات ان میں کے بڑے عجیب درد مند ہیں خوب رونے والے محوڑا بتاتے، اور اس کو پوری طرح اخذ کرتے ہیں جو بات جس طرح سمجھاؤ خوب مانتے ہیں، سیکھنے کا بڑا شوق ہے اکثر نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں، بہت سے شب بیدار بھی ہیں اسلام کے متعلق جاننے کلمہ بہت رحمان سے ضرورت ہے کہ ان پر خوب محنت کی جائے، ان کی عورتیں کچھ تو بیق اور ڈھکتی ہیں اور کچھ اگرچہ بڑھتے نہیں اور ڈھکتی ہیں لیکن سر کے بال اور تمام بدن کو خوب ڈھکتی ہیں ان لوگوں میں سے اکثر نے اپنی عورتوں سے ملازمتیں بھی چھڑالی ہیں، یہ لوگ ہمارے یہاں آنے کے ارادے کر رہے ہیں، دو نو جوان تو مکمل دینی تعلیم کے لئے آنے کی تیاری کر رہے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ آئیں یہ لوگ اول چارہینے تبلیغ میں لگائیں گے، اس کے بعد

وہاں کسی مدرسے میں داخل ہو کر دینی علم حاصل کریں گے، ان کے جذبات عجیب ہیں،

وَأَنْ تَتَوَكَّلُوا عَلَى سُبُلِهِمْ قَوْمًا غَيْرِكُمْ حَتَّىٰ يَكُونُوا امْتًا لَّكُمْ
کی کھلی تفسیر نظر آ رہی ہے۔

مسلموں کی اکثریت نوجوانوں کی ہے، جن کے ماں باپ اور سب گھر والے غیر مسلم ہیں یہ لوگ ہر قسم کی مخالفتیں اور مشکلات برداشت کر رہے ہیں اسلام کے دور اول کی جھلک نظر آتی ہے، گواتنی سختی نہیں ہے، اس لئے کہ یہاں کے معاشرے میں ہر شخص آزاد ہے، کچھ ذمہ دار لوگ ہمارے ساتھ آ رہے ہیں، یہاں ہر ہفتے دو دن کی چھٹی رہتی ہے، چنانچہ ہر ہفتے جماعت نیویارک سے باہر جاتی ہے، چنانچہ فلیڈ بلیفیا، ایلز بیٹھ، جرسی، برڈنگس، کونینز اور دیگر مقامات پر جماعتیں جاتی رہیں، جس میں مقامی نو مسلم اور ہمارے علاقوں کے لوگ ہوتے ہیں، جس میں آدمی ہو جاتے ہیں، بعض دفعہ ایک ہفتے میں دو جماعتیں بھی نکلی ہیں، اصل کوشش یہ تھی کہ مقامی طور پر مستقل کام کی صورت ہو جائے، چنانچہ اللہ کے فضل سے نیویارک اور بعض دوسرے شہروں میں ہفتے کے دو گھنٹے، مساجد میں روزانہ تعلیم، پانچ وقت جماعت سے نماز، پہینے میں تین دن اور سالانہ چلوں کے واسطے بہت سے لوگوں نے ارادے کئے، اور کام شروع بھی کر دئے، بہت سے احباب شب گزاری کے لئے آتے ہیں، ہمارے جماعت کے تین حصے کئے گئے، ہم لوگ بوسٹن گئے جو نیویارک سے تین سو میل کے قریب ہے وہاں تقریباً آٹھ روز رہے، ہارورڈ یونیورسٹی میں کچھ مسلمان استاد اور طالب علم ہیں اور کچھ ملازم پیشہ یہ یونیورسٹی امریکہ کی سب سے اچھی یونیورسٹیوں میں شمار کی جاتی ہے امریکہ بھر میں ہمارے علاقوں کے لوگ جہاں بھی آباد ہیں، اللہ کا کرم ہے کہ وہ لوگ یہاں کے اس قدر نامساعد ماحول کے باوجود کسی نہ کسی درجہ میں دین کا فکر رکھتے ہیں اور ہر جگہ کوئی انتظام جمعہ کی نماز کا ضرور کر رکھا ہے اس لئے کام میں بہت مدد ملی، اور جمع شدہ لوگ مل گئے، کونٹسی یونیورسٹی

کے قریب چھوٹی سبستی ہے، وہاں عربوں نے ایک مرکز اسلامی بنایا ہے وہاں ہم لوگ مقیم رہے، میں نے پہلے لکھا ہے، کہ عربوں کے احوال بالعموم ناگفتہ بہ ہیں دینی بے تعلقی اور عام بے راہ روی بہت ہے کلب بنا رکھے ہیں، جن میں شراب اور جوئے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، عربوں کے علاوہ، ایران، یوگوسلاویہ اور البانیہ وغیرہ کے مسلمان بھی اسی حال میں ہیں، سوائے ان عربوں کے جن کا تعلق مصر کی انخوان سے رہا ہے یا ہمارے علاقہ کے لوگوں سے کہ ان میں دینی جذبہ بہت نظر آیا اللہ فضل ہے کہ اب جو نوجوان ہمارے علاقوں سے آرہے ہیں، ان میں یہاں کی زندگی سے بیزاری ہے، اور اکثر نوجوان شائستہ اور پاکیزہ زندگی گزار رہے ہیں ان میں دعوت کے کام کی بھی بڑی قبولیت ہے، بعض تو جماعتوں کے ساتھ آئے اور پھر دو ہزار میل اپنے مقام پر ہوائی جہاز سے واپس گئے یہ لوگ ذبیحہ کا بھی اہتمام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جذبات بہت اچھے ہیں، اللہ پاک ان سب کو اپنے دین کی بقا کے لئے قبول فرمائیں اور ان کو دارین کی ترقیات سے نوازیں آمین یہاں گشتوں کی صورت یہ رہتی ہے کہ اکثر اوقات لوگ کاریں لے کر آجاتے ہیں یا پھر دور جانے کے لئے سب سے "سے جانا ہوتا ہے سب سے" زمین کے اندر جو ریل ہوتی ہے، اس کو کہتے ہیں، ایک جماعت واشنگٹن، فلڈیلفیا اور بالٹی مور گئی، تمام لوگوں سے مشورہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ امریکہ میں کس طرح دعوت کے کام کو بڑھایا جائے، اس کے لئے ایک مشورہ کرنا طے ہوا، چنانچہ ۲۷/۲۸/۲۹-۲۸-۲۹ اگست کو ڈیٹرائٹ کے مقام پر ایک مشورہ رکھا گیا، ہم لوگ ۲۴ اگست کو ڈیٹرائٹ پہنچے یہاں نو مسلموں کی بڑی تعداد سے، ۲۷/۲۸/۲۹ تاریخ کو لوگ جمع ہوئے، شکاگو، واشنگٹن، نیو آریئرز، ریلے، نیویارک، فلڈیلفیا وغیرہ سے تقریباً ہم فکر مند حضرات جمع ہوئے بعض تو دو ہزار میل سے بذریعہ ہوائی جہاز آئے اور گئے، مشورہ ہوا اور سال بھر کام کرنے کا نظام طے کیا گیا، چلوں اور تین چلوں اور کم و بیش اوقات کے علاوہ مقامی کام کے لئے لوگوں نے ارادے ظاہر کئے عجیب

اجتماع رہا شاید امریکہ کی تاریخ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی کلمات
 و سرسبزی کی فکر کے لئے یہ اپنی نوعیت کا پہلا اجتماع تھا، اللہ پاک قبول فرمائیں اور
 اس ملک میں دعوت کے کام کی جڑوں کو مضبوط کریں

کل ہم لوگ فلنٹ آئے ہیں یہ جگہ ڈیٹرائٹ سے ستر میل دور ہے ڈیٹرائٹ
 نیویارک سے سات سو میل دور ہے، آج ہم لوگ ڈیٹرائٹ واپس جا رہے ہیں،

وہاں سے ہفتہ کی صبح کو کلینڈ جائیں گے، ایک جماعت تین افراد کی شکاگو اور اس
 کے مصنفات میں کام کرنے کے لئے بھیجی گئی ہے، یہ جماعت ۲۰ ستمبر تک نیویارک
 واپس آجائے گی،

ہم لوگ ۷ ستمبر کو کلیولینڈ سے واشنگٹن جائیں گے جو امریکہ کا دار الحکومت ہے
 اور وہاں تقریباً ایک ہفتہ رہ کر بالٹی مور جائیں گے، اور اس کے بعد فیلڈیلیفیا ہو کر ۲۰
 ستمبر تک انشا اللہ نیویارک پہنچ جائیں گے۔ کام کی یہاں بڑی ضرورت اور بڑا تقاضا ہے

ہم لوگوں کے پاس وقت کم ہے یہاں کام بڑا صیر آزما ہے اور بہت مستقل مزاجی چاہتا
 ہے، لیکن امکانات بڑے روشن ہیں اگر مسلمان صحیح رخ اختیار کریں تو قوم کی قوم
 دین میں داخل ہو سکتی ہے، یہاں آکر بڑا احساس ہوتا ہے کہ ہم مسلمانوں نے حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ساتھ کس قدر ظلم کیا ہے اور اس کو عام کرنے میں
 جو کوتاہی کی ہے، اس کی سزا آج پوری امت کو مل رہی ہے پوری امت اس وقت
 ذلت کا شکار ہے، دعوت کا کام پھوڑ کر امت منتشر ہو گئی اور کوئی اس کا پرسان

حال نہیں، اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے اللہ کے قہر کو ہم نے اپنی طرف متوجہ کر رکھا
 ہے، حالات ایسے خطرناک رخ اختیار کر رہے ہیں کہ اب اس کے علاوہ چارہ نہیں
 کہ امت من حیث الامت انابت اور توبہ کا رخ اختیار کرے تو بچ سکتی ہے

ورنہ مصائب اور ذلتیں دوڑ کر لپٹ رہی ہیں، اور کوئی ان سے نہیں بچا سکتا،
 صرف واحد راستہ یہ ہے کہ :- وَمَا كَانَ اللَّهُ مَعَدِّبَهُمْ وَاَنْتَ تَشِيرُ وَمَا كَانَ اللَّهُ
 مَعَدِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَعْفِفُونَ

توبہ اور استغفار انفرادی اور اجتماعی اس وقت کا علاج ہے، سارے بزرگوں اور مشائخ کا یہی فرمانا ہے، اور اصل توبہ اور استغفار اس گناہ عظیم سے کرنی ہے، جس کی وجہ سے پوری امت پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے یعنی دین کی محنت سے بے تعلقی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری قوم مل کر اس گناہ عظیم اور اس جرم عظیم سے توبہ کرے، اور صلوٰۃ توبہ اور استغفار کا بحیثیت مجموعی اہتمام کیا جائے اپنی ایک تک کی غلطیوں، کوتاہیوں سے اللہ سے معافی مانگی جائے اور صلوٰۃ حاجت پڑھ کر پوری امت کے لئے دعا کی جائے اور اب اس بات کا عہد کیا جائے کہ اب اسلام کی تبلیغ میں کوتاہی نہ ہوگی ورنہ یقین جانئے کہ ہم لوگ اللہ کے دین کو پس پشت ڈال کر دنیا میں بھی نہیں پیپ سکتے اور آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا منہ لے کر حاضر ہوں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی قربانیاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقتوں کا ہم کیا بدلہ دے رہے ہیں اور نتیجہ سامنے ہے کہ عمریں گزر گئیں جہاں تھے وہیں ہیں، ہم دین کو بھٹو کر مار کر آپس میں دنیا کے پیچھے لڑتے ہیں، تو جیسے اللہ کی رحمت آئے، بڑے فکر اور رونے کی بات ہے، بہت ڈرنے کا وقت ہے یہ محض افسانہ یا لفاظی نہیں ہے اس وقت بہت زیادہ سخت مسائل میں سب گھرے ہوئے ہیں، معلوم نہیں کب اللہ کی نظر کرم پھر جائے اس وقت بہت بچھتا نا پڑے گا، پھر کچھ نہ ہوگا عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس وقت اپنے انفرادی مسائل کو آگے پیچھے کر کے اللہ کے دین کی محنت کے لئے دور اور دیر کے لئے نکل جائیں اور خوب خوب اللہ سے مانگیں اور ہر مقام پر ہفتہ واری اجتماع، شب گزاری اس میں تہجد اور دعاؤں کا اہتمام، ہفتہ کے دو گشت، روزانہ تعلیم، انفرادی طور پر نہر ایک کی نوافل، تہجد، تلاوت، تسبیحات صلوٰۃ توبہ اور صلوٰۃ حاجت کا اہتمام ہو عورتوں میں اجتماعات کر کے یہ بات چلائی جائے اور خوب اللہ سے مانگا جائے، امید ہے کہ اس خط کو محض وقتی طور پر پڑھ کر غیر اہم قرار نہ دیا جائے گا، بلکہ کوئی اہمیت اس کو دی جائے گی، جو احساس

مے، اور جو کہتا چاہتا ہوں، وہ خط میں لکھتا بھی مشکل ہے، اللہ کرے کہ دین کا
فکر ہم سب میں پیدا ہو جائے اور ہم سب اللہ کے رسول کے سامنے سرخ رو ہو
سکیں، آمین،

ہم لوگوں کے لئے بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں اہتمام فرمائیں، کہ اللہ پاک
ہر قسم کے شرور سے اپنی پناہ میں رکھیں اور اخلاص عطا فرمائیں اور اپنے دین

کی حیات اور سرسبزی کے لئے ہم سب کو قبول فرمائیں، آمین،

سب کی خدمات میں سلام عرض ہے اور سب سے دعا کی درخواست ہے
اگر کوئی گستاخی آپ بزرگوں کی شان میں ہوئی ہو اس کی معافی چاہتا ہوں، غیر ارادی
طور پر یہ خط بہت طویل ہو گیا، اور بعض ضروری باتیں اس میں نوٹ ہو گئیں، اس
لئے اس کو ضائع نہ کریں واپس آکر لے لوں گا۔

فقط خادم طالب دعا
شجاعت

باب نہم

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا سفرِ آخرت

ہرگز تمیر دانکہ دلش زندہ شد عشق بہ ثبوت است بجزیرہ عالم دوام ما

سفرِ پاکستان اور سفرِ آخرت

حضرت جی^{۱۷} تقریباً ہر سال پاکستان جایا کرتے تھے، تقسیم ہند کے بعد پندرہ سولہ^{۱۷} مرتبہ تشریف لے گئے اور وہاں جا کر لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت دی، اور لوگوں میں ایمان و یقین والی زندگی پیدا کرنے کے لئے اجتماعات کئے۔

اس سال پاکستان میں اجتماعات کی ابتدا مشرقی پاکستان سے ہوئی، حضرت مولانا نے حسب عادت ادھر ان لوگوں کو بھیجا جو کام کرنے میں قدیم تھے، میاں جی محمد علی صاحب، میاں جی محمد اسحاق صاحب،

(جو بڑے حضرت جی کے رفقا میں سے ہیں)

کا سفر مغربی بنگال طے فرمایا تاکہ یہ حضرات اجتماعات کو صحیح منج پر لائیں جاعتوں میں ترتیب قائم کریں، ان دونوں نے اس حقیر کو اپنے ساتھ چلنے کا حضرت جی^{۱۷} سے بائار اصرار فرمایا، مگر حضرت نے ہر مرتبہ یہ فرمایا کہ یہ تو میرے ساتھ چلے گا، بہر حال یہ دونوں حضرات مغربی بنگال کے سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔

رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا، اس مرتبہ بھی معمول کے مطابق حضرت جی نے اعتکاف فرمایا، اس سال بھی ہر سال سے زیادہ معتکفین تھے، مسجد کی دونوں منزلیں پختیں، اسی اعتکاف میں سفر کا پروگرام بنا، مغربی پاکستان کا سفر تو پہلے

۱۷ روایت مولانا انعام الحسن صاحب ۱۷ مراد قاری عبدالرشید خوجوی

ہی طے ہو چکا تھا، اب ساتھ چلنے والوں کا مسئلہ تھا، مشورہ چلا، پاسپورٹ والے
تمام احباب طے ہو چکے تھے،
روایت کی

حضرت جی اکثر اپنے ساتھ ایک خادم خاص بھی رکھا کرتے تھے اکثر بابو
عیاض صاحب اور حافظ محمد صدیق صاحب نوحی اس خدمت پر مامور ہوتے اس
سال بابو عیاض صاحب کو ساتھ نہیں لیا، بابو صاحب مدوح فرماتے ہیں چلتے وقت
مجھ سے فرمایا، ذرا گھرا اور اماں جی کا خیال رکھنا حالانکہ اس سے قبل کبھی ایسا نہیں
فرمایا۔

جب مولانا روانگی کے لئے اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے تو فرمایا، ”بھائی
ہماری کتابوں اور ہماری جگہ سے سلام کہہ دینا“ لے
لوگوں نے عرض کیا، ”حضرت! یہ کیا؟“
فرمایا ”بھائی سفر کا معاملہ ہے طویل اور غیر ملکی سفر ہے معلوم نہیں کیا حالات
پیش آئیں“

حضرت جی نے اجتماع کاومی، بھوپال، مرادباد، علی گڑھ، سہارنپور کے
اسفار میں مجھے ساتھ رکھا تھا، اس مرتبہ پاکستان کے سفر میں بھی اپنی خدمت کے لئے
بتدہ کو منتخب فرمایا، حضرت جی، مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا محمد عمر صاحب
پالن پوری، حاجی احمد، مومن جی نے لاہور تک ریل کے ذریعہ سفر کیا اور پھر ہوائی
جہاز سے مشرقی پاکستان کے صدر مقام ڈھاکہ پہنچے ہیں اور مولانا رحمت اللہ صاحب
مولانا داؤد صاحب کلکتہ کے راستہ ۳۱ فروری کو ڈھاکہ حاضر ہوئے حضرت اپنے
رفقار کے ساتھ ایک دن قبل ہی پہنچ گئے تھے ہم تینوں کو دیکھ کر بہت خوش
ہوئے فرمایا، رشید تیرا تو بہت انتظار کر رہا تھا؟

میں عرض کیا، حضرت! راستہ دور دراز کا تھا، ”پھر فرمایا، ”اچھا تمباکو

لے روایت بابو عیاض صاحب لے روایت حاجی عبدالحمید صاحب کمر پوری

لاؤ ہمارے پاس کل تمباکو ختم ہو گیا ہے، میں نے تمباکو پیش کیا،
 ڈھاکہ کا اجتماع

ڈھاکہ میں تین دن اجتماع رہا، دن میں مشورہ، انفرادی گفتگو، عصر کے بعد
 خواص سے ملاقات اور بات چیت مغرب کے بعد بیان اور اس کا بنگلہ زبان میں
 ترجمہ ہوتا تھا، فجر کی نماز کے بعد حضرت جی نے ہر جگہ بیان کا اہتمام رکھا، ان دنوں
 روزانہ دس گھنٹے بولنے کا واسطہ رہا۔

اس اجتماع میں ساٹھ ہزار کے قریب لوگ جمع ہوئے، لوگوں کی سادگی اور دین
 کی طلب دیکھ کر حضرت جی بہت خوش ہوتے تھے، آخر ایسا کیوں نہ ہوتا، حضرت
 مدنی نے تقسیم ہند سے پیشتر اس علاقہ میں کافی محنت کی تھی، حضرت جی فرمایا کرتے
 تھے، یہاں اسلام کا پھیلنا بہت آسان ہے، بھٹوڑی سی محنت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی زندگی آسانی سے چل سکتی ہے، اس طرح کہہ کر حضرت جی کام کرنے والوں
 کی بہت زیادہ ہمت افزائی کرتے،

اس اجتماع سے ایک سو پچاس جماعتیں چلے اور تین چلوں کی، ملک بھر میں
 روانہ فرمائیں جب آخری دن دعا فرمائی، تو پورا مجمع آہ و بکا اور گریہ زاری کر رہا تھا
 دو دن تک جماعتوں سے مصافحے ہوتے رہے، جب اجتماع ختم ہو گیا تو دو دن
 مزید قیام فرمایا، تاکہ مقامی حضرات کی ہمت افزائی ہو جائے اور وہ کام میں جان لٹا
 محنت کریں، لیکن احباب کے تقاضے اور مسائل اتنے تھے کہ دو دن کا وقت
 نا کافی تھا، ہم نے بڑی جانفشانی سے ان وعدوں کو پورا کیا اور جو باقی رہ گئے ان
 کو درمیان سفر میں خیال رکھنے کا وعدہ کیا،
 بیٹوں کے رفقاء سے کار

مغربی پاکستان کے اکثر قدیم احباب آچکے تھے، دو سو حضرات کا قافلہ حضرت
 جی کے ساتھ سفر میں چلنا طے ہوا، حضرت جی نے بھی ایک جماعت اپنی مرتب
 فرمائی جس کے امیر جناب محمد شفیع صاحب قریشی، قاضی عبدالقادر صاحب،

حاجی محمد افضل صاحب حاجی محمد ابراہیم صاحب بن حاجی عبدالجبار صاحب،
عبدالملکیت صاحب، مولانا عبدالعزیز صاحب کھلتوی، چند دن کے بعد بابو
بشیر احمد صاحب بھی ساتھ ہو گئے اور مولانا احسان الحق صاحب اور یہ حقیر خادم
کی حیثیت سے ساتھ رہے،

یہ وہ حضرات ہیں، جو بڑے حضرت جی، حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کے
اکثر فقار سفر رہے ہیں، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری تقریر لکھا کرتے
تھے، بھائی عبدالوہاب صاحب رائے ونڈ والے کبھی کبھی مشورہ میں شریک ہو جاتے
تھے، سفر کے درمیان حضرت جی نے احباب کی کارگزاری اور یہود و نصاریٰ کے نظام
پر زیادہ گفتگو فرمائی آپ فرمایا کرتے تھے۔

”دولوں قومیں اسلام کی ہمیشہ دشمن رہی ہیں، انہوں نے اپنی معاشرت
اور تہذیب کے ذریعہ دین کو ایسا نقصان پہنچایا ہے کہ سدھار دشوار
ہو رہا ہے، اچھے اچھے دینداروں کو خیر نہیں، تاریخ اسلام، سیرت
پاک، لغات قرآن میں ایسے ایسے تغیرات کئے ہیں، کہ اچھے اچھے اہل علم
کو دھوکہ لگ جاتا ہے“

اس سفر میں حضرت نے ان قوموں کے لئے بڑی بددعائیں کی ہیں،

سلہٹ کا قیام

قیام ڈھاکہ کے دوران برما جانے کا مسئلہ چلا اس وقت دس حضرات کے ویزا فارم
کی خانہ بڑی کر کے بھیجی گئی ہم ۲ مارچ کو برما کے لئے سیٹیں بھی بک ہو گئیں مگر کوشش
کے باوجود برما کی حکومت کی طرف سے منظوری نہ ہو سکی تب ۵ یوم ڈھاکہ میں قیام فرما کر
۱۶ شوال کو رات کی گاڑی سے سلہٹ کے لئے روانہ ہوئے، پوری رات ریل گاڑی
میں گزری، صبح کی نماز کے بعد سلہٹ پہنچے یہاں دو روز کا قیام تھا، مگر برما کے
سفر کی وجہ سے ایک روز رہا، اگلے دن دوپہر تک آرام فرمایا، دوپہر کے کھانے
میں کافی دیر ہو چکی تھی، دوپہر بعد نبیت اور علماء سے گفتگو ہوئی،

جملہ معترضہ کے طور پر یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ سلہٹ وہ مقام ہے جہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا برسوں قیام رہا، اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اس قسم کی نسبتوں کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے جس مقام کو بزرگوں سے نسبت حاصل ہوتی، وہاں کے اجتماع باوجود کام نہ ہونے کے خصوصی توجہ کے ساتھ مقرر فرماتے، چنانچہ انبیہ کا اجتماع حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی وجہ سے طے فرمایا، جو ۳۰/۳۱ مئی ۱۹۶۵ء میں ہوا، اور جس میں آپ کے جانشین حضرت مولانا انعام الحسن صاحب تشریف لے گئے۔ سلہٹ کے اجتماع میں حضرت مدنی کے کافی خلفاء شریک ہوئے آپ نے ان کا بہت زیادہ اکرام فرمایا، اور مشوروں میں شریک رکھا اور احترام ملحوظ رکھتے ہوئے کام کی طرف توجہ دلائی۔

کمرلا کا قیام

دوسرے دن صبح کو ہجے والی ٹرین سے سفر کرنا تھا، اس لئے رات ہی کو جلے قیام سے آگے اور رات کو ٹرین ہی میں آرام کیا اس رات حضرت جی کو اچھی طرح نیند نہیں آئی، ہجے گاڑی چلی، گھنٹے بعد دوبجے دن کمرلا پہنچے، مدرسہ اسلامیہ کمرلا میں پہلے سے خواص اور علماء کا جمع موجود تھا، ترے ہی ان سے بات چیت شروع ہو گئی، ایک گھنٹہ بعد کھانا تناول فرمایا اور اس کے بعد ماجدی کوٹ کے لئے بذریعہ کارروانہ ہو گئے،

ماجدی کوٹ

ماجدی کوٹ کمرلا سے سات یا آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے ماجدی کوٹ ضلع نو اٹھالی کا بڑا شہر ہے، عصر اور مغرب کی نماز راستے میں ادا کی، عثمانز کے وقت قیام گاہ پر پہنچے، یہاں ایک مدرسہ میں جس پر پھونس کا پھیر تھا، اور مسجد سے متصل لہ آسام کے علاقے میں آنڈھیلیا، طوفان، درازے بہت آتے ہیں، ہجے کے بعد باس اور پھونس کے گھر جاتے ہیں اور اسکو زمین پر سہاروں کے ذریعہ باندھ دیتے ہیں، اس طرح کوئی جالی نقصان نہیں ہو پاتا، عزیز الرحمن

تاقیام فرمایا لیکن حضرت جی؟ اس قیام گاہ سے بہت غوش ہوئے یہاں سہ روزہ اجتماع
معارض لوکھالی کے علماء اور عوام کی بڑی تعداد میں شریک ہوئے یہاں پر حضرت جی؟
کے چھ بیان ہوئے، جس کے نتیجے میں پچاس جماعتیں نکلیں یہاں حضرت جی؟ نے علماء
اور عوام کو بیعت بھی فرمایا،
چالگام

۲۱ سوال کو ماجدی کوٹ سے کاروں کے ذریعہ چالگام کے لئے روانہ ہوئے، یہ
ماجدی کوٹ سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے، ظہر کے وقت پہنچنا ہوا، یہاں بھی مدنی
مسجد سے منقل مدرسہ میں قیام ہوا، بیانات تو یہاں بھی حضرت جی؟ کے بہت ہوئے
مگر مشکل سے پانچ جماعتیں تیار ہوئیں، شہر کے آدمی کم شریک ہوئے تھے، مضافات
کے آدمی زیادہ شریک ہوئے تھے اس سے حضرت جی؟ کی طبیعت پر گرائی ہوئی بھائی
کلام احمد نے حضرت کو اپنے گھر لیا کر آرام کرایا، یہاں پر حضرت نے عورتوں کو بیعت
بھی کیا، متعدد بیانات حضرت کے عورتوں میں ہوئے، حضرت نے یہاں چالگام
بھائیوں سے فرمایا:-

”تم لوگ کھانا کھانا جانتے ہو جماعتیں نکالنا نہیں جانتے“

۲۲ سوال کو جمعہ حضرت نے مدنی مسجد میں ادا کیا اس کے بعد ریلی پر سوار ہو کر نتر
کوٹا کے لئے روانہ ہوئے، جس ڈبہ میں حضرت سوار ہوئے وہ بہت پرانا تھا اور چلنے
میں بہت زیادہ ڈگمگاتا تھا،
نتر کوٹا کا قیام

۱۸ گھنٹے کا سفر اللہ اللہ کر کے طے ہوا ۲۴ سوال کی صبح کو نتر کوٹا پہنچے یہ
وسط بنگال میں ایک ضلع ہے آبادی سے باہر اجتماع ہوا لوگ بہت کافی آئے
تھے، لیکن انتظام ناقص تھا۔ یہاں کچھ بارش بھی ہوئی ہو اس پر چل پڑی تھی، لیکن
لوگوں نے حضرت کا بیان بڑے اطمینان سے سنا تقریباً سات ہزار جمع تھا لوگوں
نے اوقات بھی خوب دیئے صبح کو حضرت نے لوگوں کو تعلیمی حلقوں میں تاکید کے

ساتھ بٹھایا دو گھنٹے تک تعلیمی حلقے ہوتے اتنی دیر کے لئے حضرت اپنی قیامگاہ پر تھا
 رہے اس کے بعد بیان ہوا مغرب کے بعد جماعتیں روانہ ہوئیں چار بجے صبح کو گاڑھی
 جانے والی تھی، اس لئے جائے قیام سے رات ہی کو چل دئے تھوڑی دیر کے لئے
 ایک مدرسہ میں بیان ہوا تھا، بیان کے بعد ریل کے ڈبہ میں آرام کیارات کو سوتے سوتے
 دو بج چکے تھے ساڑھے چار بجے ریل چلی دوپہر کو ریل سے اتر کر دو گھنٹہ اسپتھر میں رہے
 پھر اتر کر ریل میں سوار ہوئے اور یہاں سے دیناج پور کے لئے روانہ ہوئے، رات کو
 آٹھ بجے دینا چور اسٹیشن پر اترے، یہاں ایک اسکول کے میدان میں اجتماع تھا
 حضرت نے رات کو آرام کیا، صبح کو بیان فرمایا دن میں جماعتوں نے شہر میں گشت کیارات
 کو مغرب کے بعد پھر بیان ہوا، یہاں مجمع بہت تھوڑا تھا یہاں زیادہ تر مہاجرین آباد
 ہیں، یہاں سے چند جماعتیں بن کر روانہ ہوئیں،

راج شاہی کا قیام

۲۸ سوال کو صبح سے گاڑھی سے دینا چور سے روانہ ہو کر دوپہر کو نٹورا
 اسٹیشن پر اترے اور بذریعہ کار ہم میل کا راستہ طے کر کے راج شاہی پہنچے، یہ
 ہندوستان کے بارڈر کا علاقہ ہے تھوڑا تھوڑا فاصلہ پر بورڈر نظر آتا ہے یہاں رات کو
 عشاء کے قریب پہنچے مولانا رحمت اللہ صاحب یہاں پہلے پہنچ چکے تھے، ان کا بیان
 ہو رہا تھا، حضرت نے آرام فرمایا دوسرے دن صبح کو حضرت کا بیان ہوا، داد اچھائی
 جو بہت بڑے اچھے ہیں، انہوں نے ہر طرح کی راحت و آرام کا انتظام کیا یہاں بھی لوگ
 اچھے جمع ہو گئے تھے

راج شاہی سے ۲۹ سوال ۱۰ بجے دن کے روانہ ہوئے اور نٹورا کی مسجد میں تھوڑی
 دیر ٹھہر کر اسٹیشن پر ریل کا انتظار کیا ایک بجے دن کو ریل میں سوار ہوئے اور کھلنا کے لئے
 روانہ ہو گئے، راستہ میں جیسور اسٹیشن پر عربی مدرسہ کے طلباء اور علماء زیارت کے لئے
 آئے ان کو دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے اور کھلنا آنے کے لئے فرمایا،
 کھلنا کا قیام مغرب کے بعد کھلنا پہنچے یہاں رانی تالاب کے متصل مسجد تھی

اس کے قریب موتی مسجد کا مکان تھا حضرت نے رات کو وہاں قیام فرمایا یہ مولانا عبدالعزیز صاحب کا وطن ہے جو بنگال کے پرانے ذمہ دار مبلغ ہیں، مسجد میں اجتماع تھا، لوگ کافی تعداد میں جمع ہوئے، یہاں دو رات دن قیام رہا، یہاں سے جماعتیں نکلیں، ۲۲ ذیقعد کو روانہ ہوتے وقت مولانا عبدالعزیز صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے، ساڑھے بارہ بجے دن کو ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈھاکہ کے لئے روانہ ہو گئے دوسرے اجاب جیسو آ کر رات کو ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈھاکہ پہنچے، یہاں حاجی نجم الدین صاحب کی فرمائش سے ان کی ہمیشہ کے نکاح کی دعوت کھا کر کلکٹل تشریف لائے،

کراچی کو روانگی

جس ہوائی جہاز سے سیٹیں ریزرو تھیں وہ دس بجے چلنے والا تھا مگر نظام میں کچھ تغیر ہو گیا کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ ماسکو سے جٹ طیارہ آرہا ہے اس سے سفر ہو سکتا ہے، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سے فرمایا "بھائی جتنا وقت کم خرچ ہو اتنا ہی اچھا ہے، ہوائی جہاز سے گھنٹہ کا سفر ہے اور جٹ طیارہ سے صرف تین گھنٹہ کا ہے بہر حال رات کو بارہ بجے جٹ طیارہ سے کراچی کے لئے روانہ ہو گئے چار بجے ہوائی جہاز سے اتر کر مکی مسجد گارڈن روڈ آئے، یہاں حافظ محمد صدیق صاحب فرح والے پہلے سے منتظر تھے، خدام کی حیثیت سے بھائی یعقوب صاحب، احسان الحق صاحب بھی یہاں شریک ہو گئے، ڈی ایم ملک صاحب راولپنڈی سے ملاقات کے لئے آئے تھے رات ٹھوڑی باقی تھی آرام فرمایا، نماز کے بعد بیان فرمایا پھر آرام کیا، چونکہ پوری رات جاگنے میں گزر چکی تھی، اس لئے حضرت کو آرام کی زیادہ ضرورت تھی اور پھر کھانا کھایا اور ظہر کی نماز ادا فرمائی خصوصی اجاب سے عصر کے بعد بات چیت ہوئی، مغرب کے بعد بیان ہوا اس طرح دو دن کافی مشغول رہے ۵ ذیقعدہ کو جو کہ کراچی کے قیام کا آخری دن تھا، دہلی سے مولانا عبید اللہ صاحب پہنچے ان کے لئے جہاز مقدس جانے کا مشورہ ہوا، اسی دن عصر کے بعد سلطان صاحب کا بیان

ہونا ناظم آباد میں خصوصی احباب سے بات چیت کر کے کراچی اسٹیشن پر آکر عشاء کی نماز ادا کی اور غیر میل سے روانہ ہوئے اس میں ایک بوگی لگائی گئی تھی یہاں کھانا کھایا، اور آرام کیا۔

صبح کو روہڑی اسٹیشن پر اتر کر بذریعہ کار خیر پور میرس ایک گھنٹہ میں پہنچے حضرت نے اتر کر اجتماع میں بیان کیا، تقریباً دو گھنٹے میں فارغ ہوئے درپہر کے کھانے کے بعد آرام کیا عصر کی نماز کے بعد خصوصی بات چیت فرمائی مغرب کے بعد پھر بیان فرمایا جماعتیں روانہ فرما کر پھر روہڑی اسٹیشن پر آگئے ملتان کھیلے روانگی

عشاء کی نماز کے بعد شاہین ایکسپریس پر سوار ہو کر جمعرات کی صبح کو ملتان پہنچے محوڑی دیر آرام کر کے بات چیت اور ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا، پھر مغرب کے بعد بیان فرمایا شہر کے لوگ کافی جمع تھے، کچھ میواتی بھی آئے تھے، حاجی محمد ہارون صاحب کا انتظام تھا، مسجد شاہ ابدالی کے متصل مدرسہ میں قیام تھا اور مسجد میں اجتماع تھا، رات کو بیان و تشکیل کے بعد آرام فرمایا، دوسرے دن جمعہ حضرت نے پڑھایا، اور بیان بھی فرمایا،

آٹھ ذیقعدہ کو دوپہر کو چل کر رات راہیونڈ میں گذری صبح کو بذریعہ ٹرین کنگن پور کے لئے روانہ ہو گئے، گیارہ بجے پہنچے اسکول میں قیام ہوا یہاں کے اطراف میں میوات سے آکر لوگ آباد ہو گئے ہیں ظہر تک کافی تعداد میں جمع ہو گیا حضرت نے عصر سے قبل بیان فرمایا، اس کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اس کے بعد جماعتوں سے رخصتی مصافحہ ہوا۔ رات کو ہمیں آرام فرمایا

۱۹ ذیقعدہ کو کنگن پور سے بذریعہ ٹرین سوار ہوئے اور کار میں سوار ہو کر قصور حاجی افضل صاحب کے مکان پر پہنچے، یہاں تھوڑا آرام کر کے کھانا کھایا اور بجے تیز گام میں سوار ہو کر راہلپٹری پہنچے، مغرب کے قریب یہاں پہنچتا ہوا مغرب کی نماز پڑھ کر قریشی صاحب کے مکان پر پہنچے یہاں احباب سے ایک گھنٹہ بات چیت کی

اور اس کے بعد آرام فرمایا،
صل کے لئے روانگی

۱۱ ذیقعدہ کو ناشتہ کے بعد بذریعہ کارٹل کے لئے روانہ ہوئے، یہ روانہ پنڈی سے قریباً سو میل سے زیادہ کا سفر تھا ۲ بجے ٹل پہنچے، مدرسہ عربیہ کے قریب مکان میں قیام فرمایا، یہاں کے لوگوں کا رہن سہن سادہ ہے، ان کے کچے مکانات اور محنت کش زندگیاں دیکھ کر بہت خوش ہوئے، آزاد قبائل کو ہاٹ پشاور، نوشہرہ، جند، سوات، داؤد خیل کے حضرات کافی تعداد میں آئے تھے اس علاقہ کے اکثر علماء بھی موجود رہے حضرت کی تقریر ہونی پشتو میں ترجمہ کیا گیا سب لوگ متوجہ ہو کر بیٹھے رہے دوسرے دن صبح کو بغیر ترجمہ کے بیان فرمایا، ظہر کے بعد کالج کے طلباء سے بات چیت کی عصر کے بعد خصوصی ملاقات اور مغرب کے بعد ہدایات، مصافحہ، دعا کر کے آرام فرمایا، ۱۴ ذیقعدہ کو ناشتہ کے بعد کاروں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تمام دن سفر کیا ۵ بجے عصر کے قریب پنڈی پہنچے یہاں خصوصی احباب کو جمع کرنے کا انتظام قریشی صاحب نے فرمایا تھا، مگر بارش اور ہوانے سب فیل کر دیا، عشاء کی نماز پڑھ کر صدر کی مسجد میں آرام فرمایا، بارش ہوا رات بھر چلتی رہی مسجد کے اندر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ کم پڑ گئی، جس کی وجہ سے کافی زحمت ہوئی، سردی بھی بہت بڑھ گئی تھی، اسی حال میں اجتماع کے سارے کام ہوئے ۱۲ ذیقعدہ کی رات کو مولانا عبید اللہ صاحب کو حجاز مقدس کے لئے روانہ کیا جا چکا تھا جو کراچی سے رخصت ہو کر بعافیت حجاز مقدس پہنچ چکے تھے،
لاہور کے لئے روانگی

۱۴ ذیقعدہ کی دوپہر کو عورتوں کے اجتماع سے فارغ ہو کر مغرب کے بعد بعد حضرت جی لاہور کے لئے روانہ ہوئے یہاں جنرل شاہنواز کے مکان پر کھانا کھایا عشاء پڑھ کر راتے وند تشریف لے آئے یہاں رات کو آرام فرمایا اور صبح کو بیان فرمایا یہ سہ روزہ اجتماع تھا، ملک کے ہر چہار طرف سے یہاں لوگ آ کر جمع ہو گئے

مختے، دونوں اجتماع کے کاموں میں بحد مصروف رہے ۲۳ مارچ کو ہدایت دے کر
دعا فرمائی اور جماعتوں کو رخصت کیا، اس دن کافی تمکین ہو گئی تھی،
راتے دنڈ کا اجتماع

کافی دنوں سے شہر کی اکثر مساجد میں یہ دیکھنے میں آتا رہا کہ عصر یا مغرب کی نماز
کے بعد ایک صاحب کھڑے ہوتے اور بڑی نرمی سے یوں گویا ہوتے،
”مھائیو! دعا کے بعد تشریف رکھئے دین کی بات ہوگی“

کہنے والے کی اتنی سی بات میں جو سادگی اور خلوص ہوتا رہ سب کو مجبور کر دیتا
کہ سن کے جائیں اس کے بعد امام صاحب دعا کرتے اور پھر اپنی کہنے والوں میں سے
کوئی ایک اللہ کا بندہ کھڑا ہو جاتا اور بغیر کسی تفسیح کے ۱-۵ منٹ نہایت سادہ
الفاظ میں کچھ بیان کرتا جس کا خلاصہ یہ ہوتا، اس دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، اس
طرح کام کریں کہ حشر کی رسوائی سے بچ جائیں۔ بات واقعی دل کو لگتی اور جی
چاہتا کہ یہ اس طرح بولتا ہی رہے تاکہ سنتے سنتے شاید اس دنیا کی بے ثباتی
کا یقین آجائے، آخر میں کہا جاتا کہ اس مہینے کی ۲۱، ۲۲، ۲۳ تاریخ کو لاہور کے
قریب راتے دنڈ میں ایک اجتماع ہو رہا ہے جس میں آخرت کی زندگی کے بارے
میں باتیں ہوں گی، آخر ۲ تاریخ بھی آن پہنچی، شوقی ابھر کہ چلو دیکھیں کہ آخرت کی زندگی
کے کیا نقشے بتائے جاتے ہیں، کچھ دوستوں کو آمادہ کیا، شام کو چلتے وقت کچھ بزرگوں
سے تذکرہ کیا، انہوں نے بروقت ہی اطلاع دینے کا گلہ کیا، ندامت ہوئی کہ اس دنیا
کے جھیلوں میں لگے رہے اور پہلے سے کیوں نہ حاضر ہو سکے،

رات ۱۰ بجے اسٹیشن پہنچے، ٹکٹ خریدنے لگے دیکھا کہ ہزاروں لوگ کھڑے
ٹکٹ لے رہے ہیں اپنی باری آئی تیرہ آنے نکال کر بابو کو دستے اور ٹکٹ حاصل
کر لیا۔

کراچی ایکسپریس ۱۰ بج کر ۲۵ منٹ پر چلی، کوئی ڈبہ ایسا نہ تھا بھرانہ ہو بڑے
اطمینان سے سفر گزارا کرتی تو تکار نہ ہوئی کوئی حکم پیل نہ ہوئی، دوسرے کے لئے

جگہ خالی کرنے کا جذبہ موجود تھا، سو اگیارہ بجے راتے دن اسٹیشن پر اتر گئے کوئی تین فریگ پر اجتماع گاہ تھی، سادہ سی مسجد باہر صحن میں شامیانے تے ہوئے تھے اور تیل دھرنے کی جگہ نہ تھی، ایک طرف بیسیوں بیسی بیسی کاریں کھڑی تھیں دوسری طرف تین چار بیسی، معلوم ہوا کہ یہی کالج اور چیف کالج کے طالب علم اکٹھے ہو کر بیسیوں میں آئے ہیں، مسجد کے فرش پر جو جس کے پاس تھا بچھایا گیا، اور چند گھنٹے آرام کرنے کی کوشش کرنے لگے،

۲۱ کی صبح نماز فجر کے بعد رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا خطاب ہوا میں گھنٹے یہ خطاب جاری رہا لوگ ہمہ تن کوشش بیٹھے سنتے رہے ان کی ایک ایک بات میں دزن تھا، حقیقت ہی خلوص تھا، آخر اللہ اور اس کے رسول کی باتوں میں یہ سب کچھ کیوں نہ ہوتا، حضرت نے فرمایا:-

”بھائیو! انسان اس دنیا میں دو چیزوں پر محنت کرتا ہے، ایک اس دنیا کی چیزوں پر، دوسرے اپنی ذات پر اس کی چیزوں پر مثلاً مکان، دوکان، زمین، تجارت، کارخانے، ملازمت، عزیزیکہ جس چیز پر بھی محنت کی جائے گی، پورا دھیان اس طرف ہوگا، دل انہی چیزوں میں الٹا رہے گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنی ذات کی تکمیل رہ جائے گی، مرنے کے بعد ان چیزوں پر کی گئی محنت ساری کی ساری دھری رہ جائے گی اور انسان اس دنیا سے بالکل خالی جائے گا، اور جب حشر کے میدان میں اپنی ذات پر محنت کرنے والوں کو دیکھے گا تو اپنے آپ پر روئے گا اتار دئے گا کہ آنسوؤں کے دریا بہہ نکلیں گے“

پھر فرمایا:-

”اپنی ذات پر محنت کرنے یعنی اپنی زبان پر محنت، اپنے کانوں پر محنت، اپنی آنکھوں پر محنت، اپنے دل پر محنت، غرض ہر حصہ جسم پر محنت کرنے سے اس درجہ تک پہنچ جائے گا کہ صرف ایک آنکھ

کے چھپکنے سے اس پوری کائنات سے کروڑوں درجہ زیادہ قیمتی جنت
عطا کی جائے گی، آپ جا رہے ہیں، سامنے سے غیر محرم عورت پہ نگاہ
پڑی، دل نے کہا، بس اب اگر آنکھ اٹھا دے گی تو برباد ہو جاوے گی
آنکھ دوسری طرف پھر گئی، اس ایک بار کے پھرنے سے اللہ رب العزت
وہ کچھ عطا فرمائیں گے کہ تصور ناممکن، اُن عطا کی جانے والی چیزوں
میں سے کوئی چیز بھی اگر اس دنیا میں آجائے تو پوری دنیا حاصل
کرنے کے لئے لڑے،“

باتیں دل میں اترتی چلی گئیں، اپنے آپ ندامت ہوئی کہ زندگی یونہی
گزر گئی جس طرح اب تک گزری تو کیا ہوگا؟ آٹھ سے دس ہزار کا مجمع جس طرف
نظر اٹھی انسان ہی نظر آئے وہ انسان جو محض اللہ کی خاطر اتنی دور دراز جگہوں پر
سفر کر کے صوبتیں پھیل کر اس ویرانے میں اکٹھے ہو گئے تھے۔
مولانا نے فرمایا،

”محض اللہ کی خاطر لوگوں جمع ہونے والوں پر اللہ کے فرشتے آسمان
سے زمین تک حلقہ بناتے اور سلامتی بھیجتے ہیں، اللہ کرے لوگ آج
دنیا میں صرف اللہ ہی کی خاطر جمع ہوا کریں تاکہ اللہ کی رحمتیں اس زمین
پر اتریں اور انسان سکون قلب سے ہمکنار ہوں“ آمین،
اس مجمع میں امیر بھی تھے، غریب بھی، چھوٹے بھی تھے بڑے بھی، بچے بھی تھے
بڑے بھی، پنجابی بھی تھے، سندھی بھی، سرحدی بھی تھے، بنگالی بھی، عرب سے آئے
ہوتے بھی تھے، ہندوستان سے بھی، طوں والے بھی تھے اور خواجہ فروش بھی، دیہا داروں
کے طلباء بھی تھے، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علم بھی، غرض کہ زندگی کے
ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر جمع ہو گئے تھے جس کو
مسجد میں جگہ نہ مل سکی، وہ باہر ہی بیٹھ گیا، خواہ امیر تھا یا غریب، کوئی نمائش گاہ نہ
تھی، کوئی تین تین چار چار تک بے رنگے بڑے بڑے پوسٹرن تھے کوئی پھلی کار گذاریوں

کے بیان نہ ہوتے، بس ایک ہی تڑپ تھی کہ ہم سب جہنم میں، تو سب ٹھیک ہو جائیگا
 سب کو اپنی ذات کی کوتاہیوں، ناکامیوں اور نامرادیوں کا احساس تھا دوپہر کو الگ
 الگ حلقوں میں بیٹھ کر تعلیم ہوئی، سنا گیا کہ نماز کیا ہے۔ دعا کیا ہے، نمازیوں
 پڑھنے سے کیا ملے گا، اور جن لوگوں نے یوں پڑھی انہوں نے کیا پایا، دعاؤں
 سے کیا ہوتا ہے، جس طرح دعا مانگنے کا حق ہے اس طرح مانگی جائے تو کیا ملتا ہے
 اور اس طرح جہنم نے مانگی انہوں نے کیا پایا پچھلوں کے تذکرے تھے، دولت والوں
 کا تذکرہ آیا تو قارون و ہامان کی دولتوں کے نقشے بتائے گئے عزیمت کا ذکر ہوا، تو
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے واقعات بتائے گئے، نالتوں کا ذکر حضرت اوسینی
 صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بتلائی گئی، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والوں نے کیا کھویا اور کیا
 پایا یہ معلوم ہوا، دو گھنٹے کی تعلیم کے بعد کھانے اور نماز کا وقت ہوا، ایک طرف کھانے
 کا انتظام کیا گیا تھا دوکانداروں نے درکانیں بھی لگائی ہوئی تھیں جس کا جہاں جی چاہا کھا
 لیا اجتماع والوں کی طرف سے کھانے کا کوئی پیسہ نہ لیا جاتا عصر کی نماز کے بعد لالہ
 کے مفتی زین العابدین صاحب کا بیان ہوا، تھوڑے سے وقت میں بہت کچھ سمجھا دیا گیا
 اللہ تعالیٰ نے بولنے کا خوب ملکہ دیا ہے، سن کر وجدانی کیفیت پیدا ہوتے لگتی، بتایا
 گیا کہ:-

انسان جب اپنے آپ محنت کرتے کرتے اس درجہ تک پہنچتا ہے، کہ
 جس پر اللہ راضی ہو کر اس کے صرف ہاتھ پاؤں اٹھنے پر ہی نیکو فرما
 دیتے ہیں، تو دنیا میں کیا ہوتا ہے، دنیا اس طرح اس کے پیچھے آتی ہے
 آج ہم لوگ دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں اور وہ ہے کہ ہاتھ ہی نہیں آتی۔
 صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے واقعات سنائے گئے اور کچھ اس انداز
 سے کہ ایمان تازہ ہو گیا بتایا گیا کہ ان میں سے کوئی
 در انسان جب مرتا تو اس ڈر سے کہ اس کے مرنے کے بعد کہیں
 فرشتے اسے غسل اور دفن نہ کرنے لگ جائیں، خود نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم عجلت سے غسل دیتے اور جلدی جنازہ لیجاتے ہیں، اللہ کے پاک رسول جنازے کے ساتھ پنجوں کے بل چلتے ہیں، پوچھنے پر فرمایا جاتا ہے، کہ اتنے فرشتے آسمان پر سے اتر کر ساتھ ہولنے کہ پورا پاؤں رکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔“

مغرب کے بعد عرب سے آئے ہوئے ایک اللہ کے بندے کا بیان شروع ہوا زبان عربی تھی، لہجہ انتہائی خوب صورت، جی چاہتا کہ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بولتا رہے، مترجم صاحب بیٹھ گئے پون کھنٹے دین کے مختلف پہلوؤں پر نہایت وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالتے رہے، عدل و انصاف، معاشرت و معیشت اور دنیا کے مختلف علاقوں میں اسلام کی دعوت کے پھیلاؤ پر معلوماتی تقریر کی،

رات کے خطاب میں مولانا محمد یوسف صاحب کا بیان ہوا لاہور اور قریب ہر شہر کے مختلف حلقہ فکر کے علماء کرام موجود تھے مولانا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہ تھی کھانسی اور تزلزلہ کا درد رہا لیکن دین کی محبت کچھ اس طرح غالب آئی ہے، کہ کسی چیز کی برداہ نہ کرتے ہوئے مسلسل بولتے ہیں، عام اجتماع ہو یا خاص، شہری حضرات کے اجتماع میں بولنا ہو یا میواتی حضرات میں، اس بولنے اور پوری طاقت سے بولنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی بتایا جاتا رہا کہ:-

”مزدکی خدائی پوری قوت سے اس کوشش میں لگی رہی کہ آج کی رات کسی بچے کے وجود کی بنیاد نہ پڑے تمام ملک کے مرد اور عورتیں الگ الگ کر دی گئیں، پہرے دار بھاڑے گئے، لیکن ہوا کیا اللہ کے حکم کے مطابق جو کام ہوتا تھا ہو کے رہا، دشمن کے گھرا بے ایم علیہ السلام بل رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ جب کرنے پر آتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت کچھ نہیں کر سکتی، موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات بتائے جاتے ہیں، ایک طرف اس دنیا اور اس کے اندر کی تمام چیزوں کی بے بسی، دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی

عظمت دل میں یہ سب کچھ یوں نقش ہوتا رہا جیسے ہونے کا حق ہے، آخر کیوں نہ ہو کہنے والا پورے یقین سے کہہ رہا ہے زبان کے ساتھ دل کی گہرائیوں کی آواز شامل ہے بتایا جا رہا ہے کہ:-

”اگر کوئی فاسق اور جھوٹا شخص تمہارے پاس اس قسم کی خبر لائے کہ کوئی گروہ یا فرد تمہارے مال اور جان کے بارے میں بڑے ارادے کر رہا ہے، تو اس امر کے باوجود کہ اس کا جھوٹا ہونا تمہارے نزدیک مسلم ہے، تم اپنے مال اور جان کی فکر میں لگو گے لیکن جس اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا یہ ایمان ہے کہ سچے نبی ہیں، اگر اس ایمان میں کچھ بھی کمی ہے تو ہم مسلمان ہی نہیں، وہ فرما رہے ہیں کہ اسے لوگو! اس دنیا کی حقیقت کچھ بھی نہیں، اللہ کے نزدیک اس کی حیثیت پھر کے پڑ کے برابر بھی نہیں، مردہ بکری کے بچے کے برابر بھی نہیں جو کچھ بھی ہے آخرت کی زندگی ہے اس کے لئے کچھ کر لو ورنہ اس ختم نہ ہونے والی زندگی تڑپو گے لیکن میں کہہ میں یقین نہیں آتا کیوں؟ اس لئے کہ اس دنیا کے مال و اولاد ہمارے مشاہدے میں ہیں، اور آخرت کی زندگی غیب میں بس اسی کا نام ایمان بالغیب ہے جب دیکھ لیا تو غیب کہاں رہا“

رات کے گیارہ بجے تک یوں ہی دین و ایمان کی باتیں ہوتی رہیں، نماز پڑھی ایک ہی صف میں ہر درجے، ہر زبان، ہر عمر اور مختلف رنگ و نسل کے دینی بھائی اللہ حضور یوں کھڑے ہوئے جیسے ان کا وجود ہی نہیں رہا ہے، چاروں طرف ایک سناٹا، امام صاحب ان سب کی طرف سے اللہ کے حضور عرض گزار رہے ہیں بارہ بجے کچھ آرام کی فکر میں لگ گئے کچھ اللہ سے باتیں کرنے میں، ہم بچے آنکھ کھلی آگے پیچھے، دائیں بائیں بہتوں کو کھڑے پایا، اللہ اکبر، کیا سرد ہے اس کھڑے ہونے میں۔

۲۲ کی صبح نماز کے بعد پھر تقریر ہوئی، دوپہر کو تعلیمی حلقے بنائے گئے، عصر کے

بعد ہندوستان سے آئے ہوئے علی گڑھ یونیورسٹی کے گریجویٹ اور پھر علم دین سر
پورے مولوی محمد عمر صاحب کی تقریر ہوئی، خوب سلیقے سے بیان فرماتے ہیں مختصر طرز
سے وقت میں ہر انداز کا خوب مواد ذہنوں میں بسایا کہ زبان اللہ کی عظمت کے ترانے
خود بخود گانے لگے،

غرض اسی طرح یہ تین دن کا روح پرور اجتماع چلتا رہا، احساس دلایا جاتا
رہا کہ سب بگاڑ اپنی ذات میں ہے، اگر یہ درست ہو جائے تو سب درست ہو جائے
گا،

آخری روز اللہ کے راستہ میں اپنی ذات پر محنت کرنے کے لئے جن لوگوں نے
وقت دئے ان کی تشکیل جماعتوں کی شکل میں ہوئی ہر جماعت میں آٹھ سے بارہ تک
اللہ کے بندے جمع کر دئے گئے سو کے قریب جماعتیں بن گئیں، جنکو ملک کے
کونوں کونوں میں بھیجا گیا تاکہ ان فانی چیزوں سے کچھ دیر کے لئے کٹ کر آدمی اپنی ذات
پر محنت کر سکے، ہر جماعت کا ایک امیر مقرر کر دیا گیا، اپنے اپنے بستر، اپنا اپنا خرچ
اور اپنی اپنی ذات پر محنت کرنے کا جذبہ، اور دوسرے بندوں تک اللہ کی بات
پہنچانے کی فکر، یہ سب منظر اس قدر روح کو بالیدگی بخشتے رہے کہ سینکڑوں وعظ
بھی یہ نہ کر سکیں اختتام پر دعا ہوئی، مولانا محمد یوسف صاحب نے دعا فرمائی، اپنے
گناہوں کی توبہ معفرت، آخرت کی سرخروئی، دین کی عظمت، تمام انسانوں کے
لئے ہدایت طلبی، یہ سب باتیں اللہ سے کی طلب کی گئیں دعایوں مانگی گئی، جس طرح
مانگئے کا حق ہوتا ہے، کوئی آنکھ نہ کھلتی جو نہ روئی ہو، کوئی زبان نہ کھلتی جو نہ ہلی ہو
کوئی دل نہ تھا جو پھٹ پڑتے پر نہ آیا ہو، بس ایک ہی احساس تھا کہ اتنی زندگی جو
گذری ناکامی میں گزری، میں ہی سرِ پامعصیت ہوں، سب برائیاں مجھ ہی
میں ہیں، اے اللہ ان سب کوتاہیوں کو معاف فرما اور میری زندگی کو اپنے راستے
پر لگا دے، اس طرح ۲۳ کی دوپہر کو یہ مبارک اجتماع ختم ہو گیا، اے

حضرت جی علیل ہو گئے

اتنے طویل سفر اور اتنی سخت محنت سے اچھا تندرست آدمی بھی بیمار ہو جائے گا، چنانچہ حضرت جی کو تنگدلی ہو گئی تھی دو دن سے قبض بھی چل رہا تھا، نزلہ، کھانسی، کمر میں درد بھی شروع ہو گیا ۲۲ مارچ کی صبح کو ڈاکٹر اسلم صاحب نے نبض دیکھی حال دریافت کر کے حضرت کو علاج کے لئے آمادہ کیا، آپ نے انجکشن لگوانا منظور فرمایا، گولیاں ناشتہ کے وقت تجویز ہوئیں، ڈاکٹر نے انجکشن لگایا، آپ نے تھوڑی دیر آرام کیا، مگر چین کہاں تھا فوراً ہی پرانے احباب کے اجتماع میں تشریف لے گئے اور ایک گھنٹہ بیان فرما کر ملکوں میں کام کرنے والوں کی تشکیل فرمائی حضرت نے اپنے ہاتھ سے نام لکھے سب ہی حضرات نے ملکوں میں کام کرنے کے لئے اپنے نام پیش کئے، اس میں دو گھنٹہ صرف ہو گئے دعا فرمائی اور کھانا کھا کر آرام فرمایا، مگر نیند نہیں آئی ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھی، پھر بذریعہ کار لاہور آکر بلاں پارک میں قیام فرمایا یہاں لاہور کے احباب نے مغرب کے بعد بیان کرایا، ۲۵ مارچ کو ناشتہ سے فارغ ہو کر بذریعہ ریل نار دوال کے لئے روانہ ہوئے دن بھر سفر کے بعد بذریعہ کار شام کو نار دوال پہنچے، اس گاؤں میں اجتماع ہفت یہاں سیالکوٹ سے آکر میواتی جمع ہو گئے تھے، طبیعت تو خراب چل رہی تھی وارٹھ میں اور تکلیف ہو گئی، بولنے میں اور زیادہ تکلیف ہوتی تھی وہاں سے آکر آرام فرمایا، حکیم ضیاء الدین صاحب سرگودھا والوں نے یونانی علاج شروع فرمایا دو دنوں وقت جو شانڈہ وارٹھ پر ماش کچھ معجون وغیرہ کھلانا بھی تجویز ہوا، اس دن قدرے آرام ملا مگر پھر ظہر کے بعد بیان ہوا، بیعت بھی کیا یہ سب کام حضرت نے طبیعت پر جبر کر کے کیا رات کو قیام کر کے صبح کو کار سے روانہ ہوئے اور جمعہ کو جرنوالہ میں پڑھا، اور بیان فرمایا شام کو لاہور تشریف لائے یہاں بھی دو دن کا اجتماع تھا اسی حال میں یہاں بھی کام کیا،

راتے ونڈ کا قیام :- ۲۴ مارچ کو دوپہر کے وقت پھر راتے ونڈ کے حضرات لے

گئے وہاں دن میں احباب سے انفرادی گفتگو فرمائی، حکیم صاحب نے بھی اپنا علاج جاری رکھا ۳۱ مارچ کو ہندوستان کی واپسی کے لئے ٹکٹ بھی خرید لئے گئے تھے لاہور سے بدھ کے دن روانہ ہو کر جمعرات سہارن پور قیام کر کے جمعہ تقام الدین میں پڑھنے کا پروگرام بن چکا تھا مگر رائے ونڈ کی شوری نے ہاتھ پیر پھیلائے، اور حضرت کو مجبور کیا کہ دو دن مزید قیام کیا جائے، چنانچہ مولانا انعام الحسن صاحب کے مشورہ کے بغیر ہی حضرت نے فیصلہ کر دیا کہ بدھ کی روٹی ملتوی جمعہ کے دن جانا ہے، اس فیصلہ کا بوجھ سب پر پڑا مگر کیا کیا جاتا مقدر ہی تھا،

۲۸ مارچ کو رائے ونڈ میں ناشتہ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے، اور فرمایا آج میری طبیعت خراب ہے بولا نہیں جاتا، لیکن ایک ضرورت سے بول رہا ہوں، کان کھول کر سن لیجئے، سب احباب کو نام لے کر بلوایا، اس وقت فرمایا،

ت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی مشکلات اور مصیبتیں جھیل کر امت تیار کی ہے مکی جذبہ، خاندانی عصبیت جب زندہ ہوتی ہے، تو امت ٹوٹ جاتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں کس قدر تباہی آئی، جنگ جمل، جنگ صفین، میں آپس میں کس قدر خون ہوئے۔“

اس وقت حضرت نے قوموں کے عروج و زوال کے بہت سے واقعات سنائے، اور بتلایا کہ آپس میں تفرقہ کس طرح پیدا ہوتا ہے، اپنے آپ کو قربان کر کے دوسروں کو آگے بڑھاتا اور اخلاق و محبت کے واقعات بیان فرمائے، آپ نے فرمایا کہ امت کے ٹوٹنے سے دین ختم ہوتا ہے اس جگہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کا واقعہ بیان فرمایا:-

”ایک دفعہ حضرت مدنیؒ حضرت رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث کے مکان پر موجود تھے فسادات کا زمانہ تھا لوگ پاکستان جا رہے تھے

حضرت مدنیؒ سے دریافت کیا گیا، حضرت مسلمان تباہ ہو رہے ہیں
اب ہم کیا کریں؟ حضرت مدنیؒ نے فرمایا، جس کو ملک مال عزت
چاہئے وہ تو جائے پاکستان، مجھے تو میرے بھائی مدینہ منورہ بلائے
پر اصرار کر رہے ہیں، مگر میں تو اس امت کے لئے یہاں مرنا چاہتا
ہوں۔“

یہ فرما کر حضرت جی روپڑے اور سارا مجمع بھی روپڑا، پھر پرانے احباب
کو نام لے لیکر خوب ڈانٹتے رہے، اس کے بعد تشکیل فرمائی، سارے پرانے
احباب کے تین چلے لکھوانے پر زور لگایا سب نے نام لکھوادئے، دو گھنٹہ کے
بعد مشوروں کے لئے مجلس ہوئی، اس میں ہر ایک کو جانے کی اجازت نہ تھی۔
حضرت جی کی طبیعت برابر خراب چل رہی تھی مگر مصروفیت تھی کہ ختم نہ ہوتی
تھی، رات کو کھانسی زور پکڑتی تھی، تو گھنٹوں نیند غائب رہتی تھی۔ ۳۰ مارچ
کی صبح کو بیان فرمایا، ہدایات تعلیم فرمائیں، اور سب پرانوں کی جماعتوں کو
روانہ فرمایا، میاں جی عبداللہ صاحب نے مصافحہ کر کے ان کی پیشانی کو بوسہ
دیا، اسی طرح میاں جی عبدالرحمن صاحب کے ساتھ کیا

مشورے ختم ہو چکے تھے اب سب احباب کو یہ فکر ہوئی کہ حضرت کو
آرام کرانا چاہیے، مگر آرام کہاں ملتا، اب انفرادی گفتگو کا نمبر آیا، مولانا
عبدالعزیز صاحب کھلنوی اور مولانا سہیل صاحب عبدالمقیت صاحب نے حیاة
الصحابہ کو ترجمہ عربی میں مع اعراب کے ترجمہ کرنے کی اجازت حاصل کر لی، سب
باتیں چل رہی تھیں مگر حضرت جی کی بے چینی بھی بڑھ رہی تھی، جب کبھی استنجایا
وضو فرماتے تو قاری عبدالرشید خوجوی سے فرماتے ہندوستان چلنا ہے، یہ سب
تو یہاں رہ جائیں گے، ہمیں تمہیں چل کر وہاں کام کرتا ہے، وہاں کا کام بہت
بڑھ گیا ہے۔

لاہور میں آمد اور علالت :- یکم اپریل کو ۱۹۶۵ء راتے دنڈ سے ظہر کے بعد چل کر

عصر سے قبل بلال پارک لاہور میں قیام فرمایا نماز سے قبل چائے نوشی فرمائی، وضو کر کے جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا فرمائی، عصر کے بعد لاہور کے چند خواص اور علماء تشریف لائے تھے ان سے مغرب تک بات چیت فرمائی مغرب کی نماز اسی مجلس سے اٹھ کر مسجد میں ادا فرمائی جائے قیام پر واپس آ کر ادا بین کی نقیص دیر تک پڑھتے رہے ٹھکن کافی ہو گئی تھی بستر پر لیٹ گئے چند منٹ کے بعد چند خاص حضرات تشریف لے آئے، بستر پر بیٹھ کر ان حضرات سے ۳۰ منٹ تک گفتگو فرمائی، اسی اثناء میں قاری عبدالرشید صاحب نے بغیر دودھ کی چائے پیش کی پہلے انکار فرمایا مگر ایک گھونٹ کے پینے پر پسند آگئی فرمایا ان حضرات کو بھی پلاؤ، جب یہ حضرات اٹھ کر گئے، تو لاہور کے اسباب آگے کہنے لگے، حضرت مسجد اوپر نیچے بھر گئی سے لاہور شہر کے خواص اور عوام بھی جمع ہو گئے ہیں چلئے، اور بیان فرمائیے حضرت نے فرمایا مولوی محمد عمر صاحب کا بیان ہی کافی ہے مگر دستوں نے کہا حضرت آخری تقریر اور دعا آپ کی ہوگی پھر نہ معلوم کب آپ کا آنا ہو، کل آپ تشریف سے جا رہے حضرت نے فرمایا آج تو بالکل بہت نہیں ہو رہی ہے مولانا الغام الحسن صاحب سے دریافت فرمایا تو جواب دیا، اگر ایسی بات ہے تو تقریر نہ فرمائیے

چند اشارے

میاں جی عیسیٰ قریشی صاحب کے قریب بیٹھے تھے مگر کو سہارا دے کر ان دونوں بزرگوں نے اٹھایا فرمایا، بھائی سہاری تو منزل پوری ہو چکی ہے، مولانا نے فرمایا، ابھی کہاں، ابھی تو ملکوں کا فیصلہ کرنا ہے روس اور امریکہ کے نقشے بدلوانا میں ہند میں اسلام کی نشر و اشاعت کرنی ہے، حضرت نے فرمایا پالیسی مکمل ہو چکی ہے۔ کام کرنے والے کرتے رہیں گے۔“

پھر فرمایا بڑے حضرت کی عمر کیا تھی؟ مولانا نے جواب دیا ۶۲ سال پھر پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا عمر ہوئی تھی؟ عرض کیا ۶۳ سال اور حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کی؟ عرض کیا ”۶۳ سال“۔ اس کے بعد فرمایا ”اور ہماری عمر تو
 اڑتالیس یا اونیچاس سال ہی کافی ہے“ مھوڑے وقفہ کے بعد فرمایا ”۶۳ سال ،
 ٹھیک سے“ مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا ”یہ کوئی مشورہ کی بات تو ہے نہیں
 جس کا وقت آئے گا ، چلا جائے گا“

اس کے بعد حضرت جی ”تقریر کے لئے تشریف لے گئے، سامنے مولوی شمس
 الدین صاحب آئے تو فرمایا تم ہندوستان چھوڑ کر آگئے؟ وہ خاموش رہے تو
 فرمایا ”وہاں تو حضرت شیخ الحدیث ہی کافی ہیں“

آخری اوقات

اس دن بارش ہوئی تھی ہوا سرد چل رہی تھی اس لئے محراب کے قریب
 کرسی رکھی گئی، اندر جمع خوب بھرا تھا ہوا کے گزرنے کا کوئی راستہ نہ تھا، بیان
 شروع فرمایا، آواز میں لپٹی بولنے میں تکلف تھا ایک گھنٹہ تک بیان فرماتے
 رہے، بیان میں پسینہ اور بے چینی شروع ہوئی رومال سے پسینہ صاف کرتے سر پر
 سے ٹوپی کبھی اتارتے اور کبھی رکھتے ایک ہیلت پر بیٹھنا مشکل ہوا تو مختلف
 ہیلتیں بدلنے لگے اسی اتار میں قاضی عبدالقادر صاحب نے کھڑے ہو کر کان میں
 فرمایا ”آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے تقریر بند کر دیجئے، آرام کر لیجئے“
 فرمایا ”تشکیل رہ جائے گی“ چنانچہ اسی حال میں تشکیل فرمائی نہ کوئی نام دیتا
 تو دعائیہ کلمات ارشاد فرمادیتے، قیس منٹ کے بعد عبد الحمید پوری صاحب کے
 صاحبزادے کا نکاح پڑھانا تھا، گئے اور مختصر نکاح کی تقریر بھی فرمائی، پھر
 دعا فرمائی اور اٹھ کر جائے قیام پر تشریف لے جانے لگے، بستر کے قریب آگئے
 تھے فرمایا ”مجھے سنبھالو بھائی یعقوب صاحب کے مکان کی دوسری چوکھٹ سے
 بیہوش ہو گئے تھے اتنے میں احسان قریشی صاحب نے آواز دی، بھائی یعقوب
 اور قاری عبدالرشید صاحب پہنچے، گود میں اٹھا کر بستر پر لٹا دیا، نبض بند
 تھی، پسینہ چھوٹ رہا تھا چند منٹ بعد بیہوش آگیا، فرمایا ”میں بیہوش

ہو گیا تھا، اب ہوشیار ہو گیا ہوں“ دریافت فرمانے لگے مجھے کیا ہو گیا تھا؟ قاری
 عبدالرشید نے عرض کیا حضرت گرمی کی وجہ سے چکر آگئے تھے، مولانا پھر بے قابو
 ہو گئے اور خاموش قریب بیٹھ گئے، حضرت کی خبر سن کر سب لوگ آگئے، حکیم
 ضیاء صاحب کے شاگرد حکیم احمد حسین صاحب کی جیب میں جو اہر مہرہ تھا کال
 کر دودھ کے ساتھ کھلایا اس سے کچھ طبیعت سنبھل گئی، ذرا قریشی صاحب نے
 حاجی محمد افضل صاحب، ڈاکٹر کرنل ضیاء الدین صاحب دہولا پور میں دل کے
 امراض کے پرانے تجربہ کار ڈاکٹر ہیں، ڈاکٹر اسلم صاحب کے مشورہ سے بلانے
 بھیجا آدھ گھنٹہ کے بعد ڈاکٹر صاحب آگئے، انہوں نے آکر نین دیکھی، خون
 کا دباؤ وغیرہ دیکھا کچھ دیر خاموش رہ کر کمرے کے باہر آ کر فرمایا: ”دل کا زبردست
 اٹیک تھا یہ معجزہ یعنی کرامت ہوئی کہ اس حملہ سے بچ گئے پیشاب کا خطا ہونا
 بھی اچھا ہوا، فوراً ان کو ہسپتال میں داخل کیجئے، حرکت بالکل نہ ہو، پانی کا
 استعمال بھی بند، نماز تم اور اشارے کے ساتھ پڑھو انہیں کپڑے اڑھا دیئے
 تھے، پسینہ کم ہوا تو بنجا آ گیا تھا۔ بار بار فرماتے سینے میں جلن ہو رہی ہے، حکیم
 صاحب نے خمیرہ منگوا کر کھلایا کچھ نیند آئی تھوڑے تھوڑے وقفے سے آنکھ کھلتی
 تھی، فرماتے مجھے پاک کرادنا کہ عشاء کی نماز ادا کروں“ مگر ڈاکٹر صاحب کے
 فرمانے کی وجہ سے یہ پاک کرانے والا مسئلہ بڑا اہم بن گیا تھا، سارے حضرات اس
 غور فکر میں پڑ گئے کہ یہ مسئلہ کس طرح حل ہو کوئی صورت سمجھ میں نہیں آرہی تھی،
 قاری عبدالرشید صاحب نے عرض کیا ”مجھ کو اجازت دیجئے میں انشاء اللہ حضرت
 کو بغیر حرکت دے پاک کرادوں گا۔“ مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا ”اچھا
 رات کے ڈھائی بج چکے تھے، چنانچہ پاک کرایا گیا، تیمم کرایا، لیٹ کر
 اشارے سے جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی پھر فرمایا اب سو کر کیا کروں
 گا صبح کی نماز پڑھ کر ہی آرام کروں گا، بندہ نے عرض کیا، حضرت آپ سو
 جائیں بے فکر ہیں صبح کی نماز پڑھوائی جائے گی، ڈاکٹر صاحب نے نیند کا

ایک انگلش بھی لگا دیا، حضرت سو گئے، صبح کو اذان کے وقت بیدار ہوئے فرمایا،
 ”مجھے جلدی سے نماز پڑھو اور“ چنانچہ تمیم کرا کر نماز پڑھو ادھی، حکیم صاحب نے
 دودھ کے ساتھ دوا کھرا دی، پھر سو گئے تقریباً دو گھنٹہ سوئے آنکھ کھلنے پر چائے
 طلب فرمائی زیادہ دودھ کی چائے، چائے دانی کی ٹونٹی سے پلائی، دوبارہ اور
 طلب کی دوسری پیالی پی کر پانی مانگا، معمولی چھالی اور مٹیا کو کے ساتھ پان کھلایا
 مجھ سے فرمایا ”ہندوستان چلنا ہے آج کی سیٹیں بھوں ملتوی کرا دیں“ میں نے عرض
 کیا ”حضرت بہت جلد چلنا ہے، صرف آج آپ آرام کر لیں کل کو جانے کی بات
 ہو جائے گی، ڈاکٹر بھی اجازت دے دیگا“ پھر فرمانے لگے ”تم لوگ تو رگ
 کتے یہ قریشی صاحب مجھ سے پھر تقریر کرائیں گے“ میں نے عرض کیا، نہیں ابھی
 اب آپ سے کوئی تقریر نہیں کرائے گا، فرمایا اگر تقریر نہ کرائی تو یہ خواص کو
 لا بٹھائیں گے اور ان سے بات کرنے کے لئے کہیں گے یا پھر میرا ہی دل چاہنے
 لگا تو کیا ہوگا“

میں نے عرض کیا، میں کسی کو نہ آنے دوں گا، مفتی زین العابدین صاحب
 آگے مزاج پرسی فرمانے لگے تو فرمایا ”لوگ کہتے ہیں کہ دل کا دورہ ہوا کرتا ہے
 مگر میرا تو دل ہی نہیں ہے دوڑ کیا ہوگا“ میں نے تمام حضرات سے کہا اب
 تشریف لے جائیے حضرت کو آرام کرنا ہے سب چلے گئے حضرت چادر
 اڑھ کر سو گئے

دس بجے کے قریب ڈاکٹر کمرل صنیاء الدین صاحب پھر آتے دیکھا، تو
 فرمانے لگے اٹھ کا فضل ہے کہ طبیعت صحت کی طرف مائل ہے وہ یہ کہہ کر
 چلے گئے ان کی تجویز شدہ دوا ڈاکٹر اسلم صاحب نے کھلانا شروع کر دی کیا رہ
 بجے استنجا کیا پھر چائے طلب فرمائی، ڈاکٹر صاحب نے روکا بجائے چائے دودھ
 دیں یا زیادہ دودھ کی چائے اور ڈبل روٹی کے تویں کھلائیں، اس کے بعد ایک
 ہلکا سا پان بھی کھلایا پھر فرمانے لگے ”تم لوگوں نے اسکو بیماری اور دل کے درد

کا مسئلہ ہی بنا لیا ہے ہمارے نزدیک تو یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، ہم تو مطمئن ہیں بس آخرت کا فکر ہے کہ کیا ہوگا؟ سب لوگ باہر گئے اور نیند آگئی،

سہارن پور کو روانگی کے ملتوی ہونے کا تار دے دیا گیا تھا کہ چند ایام آرام کر کے جائیں گے، مولانا انعام صاحب سے جمعہ کا غسل کرنے کے لئے فرمایا کچھ دیر کے بعد مولانا غسل کر کے تشریف لائے، جمعہ کی اذان ہو چکی تھی حضرت کی آنکھ کھلی تو فرمایا ”مجھے ظہر پڑھو او“

ڈاکٹر اسلم صاحب نے مجھے گولیاں دیں کہ ان کو ادھ گھنٹہ ادھ گھنٹہ کے فصل سے کھلاؤ، میں نے جیب میں رکھ لیں سوچا تھا کہ جمعہ پڑھ کر کھلاؤں گا، وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہا تھا کہ قریشی صاحب نے اوپر سے آکر دریافت کیا ”گولیاں کھلا دیں؟“

میں نے عرض کیا ”نماز کے بعد کھلاؤں گا“

انہوں نے تقاضہ کیا ابھی کھلاؤ،

میں نے شبیہ ان کے ہاتھ میں دیدی، انہوں نے ڈاکٹر اسلم کی ہدایت کے مطابق دو گولیاں نکال کر مجھے دیں کہ ان کو فوراً کھلا دو، میں نے پیالی میں دودھ لیا اور گولیاں لے کر حضرت کے پاس آیا، عرض کیا حضرت یہ کھالیجے، کچھ وقت کے بعد فرمایا اچھا لاؤ دو گولیاں حلق میں ڈالیں، اوپر سے دودھ پیا، بمشکل وہ نیچے اتریں میں نے عرض کیا حقوڑا سادو دھ لیجئے، کیونکہ رات سے کچھ کھایا نہیں سے فرمایا لاؤ، چنانچہ ایک پیالی دودھ پیش کیا گیا، بس حضرت کی یہ آخری غذا تھی،

رفیق اعلیٰ سے ملاقات

مولانا انعام الحسن صاحب نے نماز پڑھا دی، سب لوگ مسجد میں چلے گئے، خطبہ شروع ہونے کو تھا کہ قریشی صاحب نے صحن مسجد میں کھڑے ہو کر ڈاکٹر اسلم صاحب کو آواز دی میں نے ان کو اشارہ سے منع کیا کہ نماز کے بعد آئیں گے ادھر

حضرت پرسائس کا دورہ شروع ہو گیا نمازِ نغم ہوئی تو بھائی خدا بخش صاحب نے
پکارا، ڈاکٹر صاحب! مفتی صاحب! قاضی صاحب! جلد آئیے،

احباب دعا مانگتے ہوئے دوڑے، تو حضرت کو سائس زور سے آ رہا تھا،
حافظ صدیق آئے تو کہنے لگے حضرت! بلغم اٹک رہا ہے، ڈاکٹر اسلم صاحب
آئے، تو فرمایا "ہسپتال لے چلو آکسیجن کی ضرورت ہے" قاضی صاحب نے
آکر دیکھا تو فرمایا، حضرت قرآن پڑھتے! حضرت نے فرمایا تم بھی پڑھو،
پھر ڈاکٹر اسلم صاحب نے فرمایا ہسپتال لے چلو،

حضرت نے فرمایا وہاں عورتیں ہوں گی، یہاں لا کر لگا دو
ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اس کی مشینیں یہاں لانا مشکل ہے مفتی صاحب
نے فرمایا کہ حضرت اطمینان رکھیں وہاں کوئی عورت نہ ہوگی ہم اس کا انتظام
کر لیں گے، بھائی بشیر احمد صاحب آئے دروازہ کھولا، تو حضرت رَبِّی اللہ
ذِی الْجَلَالِ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ، اس وقت حضرت انگلی اٹھا اٹھا کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَرَحْمٰتُکَ الْوٰحِدَةُ کَانَ ذٰلِکَ نَصْرًا مِّنْکَ وَتَصَدِیْقًا مِّنْکَ، کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے
الغام الحسن صاحب نے فرمایا ہسپتال چلے تو فوراً اپنا جامہ پہنا اور مع لستر کے سب
نے آہستہ سے اٹھایا اور قریشی صاحب کی کار میں پھلی سیٹ پر لٹا دیا حضرت خود
ہی زور لگا کر ادھر ہو گئے، مولوی محمد الیاس صاحب سیٹ کے نیچے بیٹھ گئے
بندہ مفتی صاحب بھائی بشیر احمد صاحب بھائی گلزار کی کار میں بیٹھ کر حضرت
نگلی کار کے آگے چلے تاکہ ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کر کے خبر دیں،
اور ہسپتال میں آکسیجن وغیرہ کا جلد انتظام کرائیں، حضرت کی کار بھی چل پڑی تھی،
ریل کے پھاٹک سے گزر کر گڑھی شاہو کے قریب حضرت نے فرمایا
کتنی دور ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، آدھا فاصلہ باقی ہے اس کے بعد
حضرت رُپست آواز سے کلمہ پڑھتے رہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَرَحْمٰتُکَ الْوٰحِدَةُ
رُک کو سنائی دے رہا تھا کہ اتنے میں آواز لڑکھڑانے لگی۔ واز بند ہو گئی آنکھیں

پھر آگئیں، زبان دانتوں کے درمیان آ کر رک گئی، ناک اور منہ سے رطوبت، جھاگ اور بلبوں کی طرح نکلنے لگی مولانا انعام الحسن صاحب نے سورہ یسین شروع فرمادی، روح مبارک پرواز کر چکی تھی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ط

وصال کے بعد

جو جان اللہ کی راہ پر ۲۱ برس سے کھپ رہی تھی آج وہ ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سو گئی، مولانا نے فرمایا واپس لے چلو، مگر ڈاکٹر اسلم نے فرمایا آکھیجن دیکھ لینا اچھا ہے، چنانچہ ہسپتال پہنچے، بندہ نے کار کا دروازہ کھولا تو حضرت جا چکے تھے، اَللّٰہُمَّ اِجِدْنِیْ رِجِیْ مِصِیْبَتِیْ پڑھ کر روتا ہوا حضرت کو کار سے اتار کر ہسپتال کی گاڑی پر لٹا کر اندر لے چلے فوراً ہی ڈاکٹر منیر صاحب نے آکھیجن دیا ایک انجکشن بھی لگایا اور بہت زور زور سے سینہ دبانا شروع کیا، پانچ منٹ تک آکھیجن دیا کہ شاید حرکت ہو جائے، مگر وقت موعود آچکا تھا ڈاکٹر منیر صاحب نے پھر نبض کو دیکھ کر فرمایا اب کوئی گنجائش نہیں ہے بس یہ سننا تھا کہ سب رونے لگے حافظ صدیق صاحب تو بے قابو ہو کر مولانا انعام صاحب کے سامنے آ کر معافی مانگنے لگے ان سے چپٹے کا عزم کر رہے تھے میں نے حضرت کے پاس سے ہٹا کر ان کی کمر پکڑ کر علیحدہ کیا تاکہ مولانا کی طبیعت بے قابو نہ ہو جائے میں حضرت کے سر ہانے کھڑا تھا، اور ان کی ناک سے جو رطوبت نکلتی تھی، اس کو صاف کرتا تھا

مولانا انعام الحسن صاحب نے بھائی بشیر سے فرمایا، "بھائی جلد ہی سے بلال پارک لے چلو، کہیں یہ لوگ پوسٹ مارٹم نہ کرنے لگیں" بھائی بشیر صاحب چلے، قریشی صاحب اپنی کار میں بیٹھے رورہے تھے بہت ہی پریشان تھے ان سے کہا حضرت کو بلال پارک لے چلنا ہے، پھر مولانا کے پاس آئے تو ان کی طبیعت میں قابو تھا، پھر ڈاکٹر منیر کو تلاش کر کے قریشی صاحب لے گئے، انہوں نے قریشی صاحب کو دو ابھوائی اور ایمبولینس گاڑی کا انتظام کرایا، جس میں حضرت

کوٹا دیا گیا، دوسرے ساتھی اس میں بٹھا کر چلے، تھوڑی دیر چلنے کے بعد گاڑی
خراب ہو گئی، مگر پھر ٹھیک ہو کر چلنے لگی،

تجہیز و تکفین

بلاں پارک پہنچے تو یہاں پورا مجمع کھڑا رو رہا تھا سب نے ملکر چارپائی پر
لے کر مسجد کے سامنے مدرسہ میں رکھا مولانا انعام الحسن صاحب اپنی جائے قیام
پر تشریف لائے میں حضرتؒ کے پاس تھوڑی دیر کھڑا رہا، لوگ زیارت کے
لئے قطار باندھ کر دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے مولانا انعام الحسن صاحب نے
مجھے بلایا اور فرمایا جلد غسل کا فکر کرو فوراً پانی تیار کرایا، کھن کا جب نام لیا تو
بھائی یعقوب صاحب نے اپنے احرام کی چادریں لا کر دیں، دو جگہ سے
اور احرام کی چادریں آگئیں نیا ایک تھان بھی آگیا، میں نے اسے پھاڑا، قاری
عبدالرحیم صاحب کراچی والوں نے جلد سینا شروع کر دیا، میں نے غسل کے پانی
کے لئے جگہ کھودنا شروع کی اتنے میں پانی اور کھن دونوں تیار ہو گئے عصر کی نماز
پڑھ کر در سگاہ کے دروازے بند کر کے حضرتؒ کو تختہ پر لٹایا آہستہ سے
کھڑے نکالے میاں جی عبداللہ رائے ونڈ والوں نے پھیلی باندھ کر استنجا کرایا
مہارت وضو کے بعد اچھی طرح غسل دیا، چارپائی پر کھن بچھا کر لٹایا، میں نے
کا فور مقام سجود پر لگایا پھر ہاتھوں کو کھار کھا باقی جسم ڈھکا دیا، مغرب سے ذرا
قبل غسل سے فارغ ہوئے لوگ لائن لگا کر زیارت کرتے رہے،

مغرب کی نماز پڑھ کر مولانا انعام الحسن صاحب تشریف لائے میں نے عرض
کیا حضرتؒ کو دہلی لے چلنا ہے، مولانا نے فرمایا بھائی تو، جذبات سے کام نہ
لے، مفتی صاحب سے دریافت کر لے حضرت جیؒ نے حضرت راپوریؒ کے
وصال کے وقت فرمایا تھا کہ مجھے کہیں منتقل نہ کرنا مگر یہ وصیت حضرت
راپوریؒ کی تدفین کے اختلاف کو سن کر فرمائی تھی پھر اس کے بعد کوئی ذکر
ہنیں فرمایا تھا، اتنے میں حافظ صدیق صاحب نے عرض کیا حضرت شیخ الحدیث

سے دریافت کر لیا جائے،

چونکہ اس وقت مختلف رائے آرہی تھیں لاہوری حضرات تو بہت ہی مُصر تھے کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم کے جوار میں دفن کیا جائے، بعض نے رائے ونڈ کے لئے کہا، بعض نے بلال پارک بٹویرہ کیا، نظام الدین کے ساتھی اور رائے ونڈ کے پرانے میا بھائی حضرات اس پر قائم رہے کہ حضرت کو نظام الدین لے جانا چاہئے

مفتی زین العابدین نے چار بجے ریڈیو سے اعلان کر لیا مگر اس اعلان میں صرف اتنا تھا کہ مولانا یوسف صاحب دہلی والوں کا وصال ہو گیا ہے اس اعلان کو جس نے بھی جس جگہ سنا وہ حضرت جی مرحوم کو نہ سمجھا بلکہ کچھ اور سمجھ لیا، قریشی صاحب نے چودہری عزیز الدین صاحب کے یہاں آدمی بھیجا کہ حضرت شیخ کو خبر کر دیں، چنانچہ انہوں نے ٹیلیفون پر صابر صاحب لکڑی کے تاجر کو خبر دی عبدالحق صاحب نے فون کی خبر لے کر حضرت شیخ کو اطلاع دی، اس کے بعد دفن والے مسئلہ پر حضرت شیخ سے معلوم کیا گیا، فرمایا سہولت لانے کی ہو تو نظام الدین روڈ پر رائے ونڈ ہی میں دفن کر دو

ادھر حافظ صدیق صاحب نے حافظ عبدالعزیز صاحب کو دہلی فون پر خبر کر دی یہ اس خبر کو لے کر فوراً نظام الدین آئے منشی بشیر احمد صاحب اور بھائی محمد ہارون صاحب کو خبر دی بس اس خبر پر ان بزرگوں کا جو حال بھی ہوا ہوا اللہ ہی بہتر جانتا ہے، فوراً ابو عیاض صاحب کو بلا کر سہارنپور خبر کے لئے موٹر تیار کیا، یہ تینوں حضرات سہارن پور چل دئے تاکہ حضرت کو یہاں لائیں، لاہور میں نماز جنازہ

لاہور میں حضرت شیخ مدظلہ کی رائے سن کر سب متفق ہو گئے، سب کے عبدالحمید پوری صاحب کو ہوائی جہاز کے انتظام کے لئے بھیجا اور دوسرے احباب بھی ان کے ساتھ گئے، گیارہ بجے رات کو اطلاع ملی کہ جہاز تیار ہو گیا، ۱۲

بچے ہوئی اڑھے پر آجائے گا ادھر عشار کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو پھر چار طرف سے اطلاع ہونے پر لوگ آنے لگے لاہور کے خواص یہاں تک علامہ مودودی صاحب بھی، چند فقار کو لے کر آئے مولانا انعام الحسن صاحب نے انہوں نے فرمایا امت مسلمہ کو بہت سخت نقصان پہنچا ہے، اور بہت ہی قلق و افسوس کا اظہار

فرمایا،

و بچے جنازہ باہر لایا گیا، مجمع اس قدر کہ چار پائی کو ہاتھ لگانا دشوار قبلہ رخ رکھا گیا صفا آئی گھوٹی س میں ۳۰ منٹ خرچ ہوتے سولہ ہزار کے مجمع نے مولانا انعام الحسن صاحب کی اقتدار میں نماز جنازہ ادا کی، مجمع کی کثرت کی وجہ سے جنازہ حاجی بشیر احمد صاحب کے زمانہ میں رکھا گیا مگر لوگ زیارت کے لئے برابر آرہے تھے، تھوڑی دیر بعد پھر اٹھایا گیا، اور مدرسہ میں لا کر رکھ دیا، اور لوگ قطار بنا کر زیارت کرنے لگے گیارہ بجے کے قریب حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب جانشین حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری تشریف لائے انہوں نے نماز پڑھنے کا عزم فرمایا چنانچہ پھر باہر جنازہ لایا گیا، مولانا عبدالعزیز صاحب نے نماز پڑھائی، اس مرتبہ بھی پانچ ہزار کے قریب مجمع ہوگا، کہ جس نے مولانا عبدالعزیز صاحب کی اقتدار میں نماز پڑھی پھر مدرسہ میں رکھا تھوڑی دیر کے بعد ایک صندوق لایا گیا لیکن وہ صندوق تنگ اور غلط وضع کا بنا ہوا تھا، قاضی صاحب نے دوسرا منگایا، ۱۲ بجے حضرت کو ہوائی اڑے پر لے گئے کافی احباب بھی ساتھ آئے موٹر سے اتار کر رکھا گیا مگر صندوق اب بھی نہ آیا کوئی گھنٹہ بھر کے بعد صندوق آیا ہر طرف رضائی کی تہہ لگائی، پھر حضرت کی لاش رکھ کر بند کر دیا سب احبابوں نے اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے ہوائی جہاز میں رکھ دیا

دہلی آمد اور تدفین

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے پہنچانے والے حضرات کو کافی

دیر تک کام کے بارے میں ہدایات فرمائیں، ہم سات آدمی اس میں سوار ہوئے
 حضرت دالا کو ہوائی جہاز کے انجن کے پاس رکھا، مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا
 محمد عمر صاحب پالن پوری، حافظ محمد صدیق صاحب، مولوی محمد الیاس صاحب،
 میا بچی محمد اسحاق صاحب، حاجی احمد مومن جی اور قاری محمد رشید خورشیدی ہوائی
 جہاز میں سوار ہوئے، جہاز میں سوار ہوتے ہوئے مولانا انعام الحسن نے فرمایا کہ

”سب کی جوڑی موجود ہے میری نہیں ہے“

جہاز ایک بج کر ۲۵ منٹ پر روانہ ہوا مولانا محمد عمر صاحب نے نجاتی اہلکار
 کھول کر پورے راستے سنائی ۲ بج کر ۳۰ منٹ پر جہاز پالم ہوائی اڈے پر پہنچا
 یہاں دہلی اور نظام الدین کے کافی احباب کاربن لے کر اور ایک ٹرک لے
 کر کافی دیر سے انتظار میں تھے اپنے احباب نے ہی ہوائی جہاز کو صندوق اتارا
 ملازمین جہاز نے بخوشی اندر آنے کی اجازت دہے دی تھی، کسٹم پر سے گزر
 کر صندوق ٹرک پر رکھا گیا، ہم سات آدمی اپنا سامان کا کسٹم اور پاسپورٹ کا اندراج
 کرانے لگے الحمد للہ بغیر کسی زحمت کے ۳۰ منٹ میں مع سامان باہر آ کر کاربن
 اور ٹرک پر سوار ہو کر نظام الدین کے لئے چلے ۳ بجے تھے کہ نظام الدین میں
 صندوق اتارا مسجد کے سامنے والے جہان خانہ میں رکھ دیا، قاری محمد رشید صاحب
 نے لوہے کی سلانج سے صندوق کھولا تو حضرت کے چہرے کے فریب کا کھن خون
 میں بھرا ہوا تھا، چہرے کو روئی اور پانی سے صاف کیا اور لاش کو صندوق سے باہر
 نکال کر جنازہ پر رکھا لوگوں نے قطار بنا کر زیارت شروع کر دی۔

پورے چار بجے حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم اور مولوی محمد یارون صاحب
 منشی بشیر احمد صاحب، بابو عیاض صاحب کی گاڑی سے پہنچے، مولوی محمد
 یارون صاحب پہلے اتر کر حجرہ کی طرف جانے لگے تو میں نے مصافحہ کیا
 اور عرض کیا بھائی کہاں جاتے ہو؟ حضرت تو یہاں ہیں زیارت کر لو، انہوں
 نے جواب دیا پہلے حضرت شیخ کو اور پستے آجانے دو اتنے میں حضرت شیخ بھی

تشریف لے آئے اور حضرت مرحوم کی چار پائی کے دائیں طرف بیٹھ گئے بھائی محمد
بارون صاحب سر ہانے بیٹھ کر آنسو بہانے لگے میں نے حضرت شیخ مدظلہ سے
عرض کیا جلد دفن کرنا چاہئے، مہذ سے برابر خون جاری ہے، یہ خون غسل سے
ایک گھنٹہ بعد آنا شروع ہو گیا تھا ذرا بھی ہونٹوں کو حرکت ہوتی تھی تو خون
باہر نکلتا تھا رنگ بالکل سرخ تھا،

حضرت شیخ صاحب مدظلہ نے بڑے حضرت جی کی قبر کے دائیں طرف
قبر کھودنے کا حکم دیا اذان صبح سے قبل قبر کھودنا شروع ہوئی صبح کی اذان
ہوئی حضرت شیخ وہاں سے اٹھے استنجار و صورت فرما کر مسجد میں تشریف لے
گئے جماعت کھڑی ہو گئی، یہ ایک نماز تھی جس میں حضرت جی مرحوم شریک
نہ تھے نماز پڑھ کر حضرت شیخ پھر جنازے کے پاس آگئے لوگ جمع ہوتے
چلے جا رہے تھے، میوات میں جس کو جہاں خبر ملی رات ہی کو چل دیا، حضرت
جی کے وصال کا کسی کو یقین نہیں آتا تھا مگر وہ میں خبر ملنے کے بعد تین دن
تحقیق میں خرچ کر دئے گئے،

بہر حال دن نکلتے ہی لوگ اپنے مقابلات سے چلے نماز سے قبل مولانا اسعد
صاحب، مفتی عتیق الرحمن صاحب اور دیگر علمائے کرام بھی شرکت کے لئے
آگئے تھے، قبر تیار ہونے میں کافی دیر لگی، اس کے پھر بابو عیاض صاحب دہلی
سے بازار کھلنے پر تیار کرا کر لائے، دس بجے دن تک جنازہ اٹھا کر حجرہ میں
لایا گیا تاکہ محرم مستورات اور والدہ زیارت کر لیں کچھ دیر کے بعد دوسرے
دروازے سے نکال کر چونسٹھ کھبے کی عمارت میں لیجانا تھا اثر وہاں بہت تھا ہر شخص
اس کا متمنی تھا کہ کس طرح کا نہ ہادے دے مگر کہاں مشکل جنازہ چونسٹھ کھبہ پہنچا
اور صف آرائی کی گئی، حضرت شیخ الحدیث نے صاحبزادہ محمد بارون صاحب
سے اجازت لے کر نماز جنازہ پڑھائی اس وقت بھی بہت لوگ تھے چونسٹھ
کھبے سے مسجد نئی دہانہ اور ہو چل تک صف تھی، نماز کے بعد مرزا غالب کے

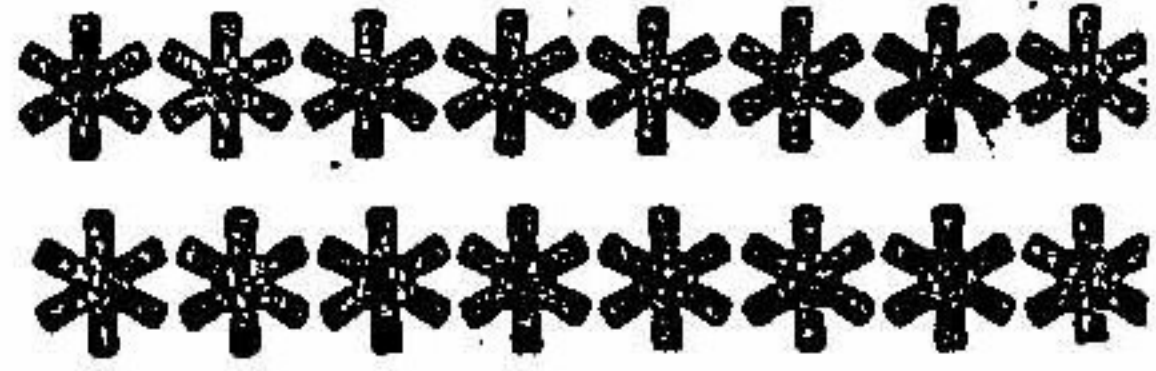
دروازے سے نکال کر درجہ حفظ کی پرانی درسگاہ میں رکھا کیونکہ ابھی قریب نہیں
ہوئی تھی،

حضرت شیخ الحدیث صاحب جامعہ صنوبر کے حجرے سے لگ کر بیٹھ گئے حضرت
مولانا انعام الحسن صاحب سامنے تھے مولانا اسعد مدنی نے مسجد میں کچھ دیر بیان
کیا اس سے قبل مولوی محمد عمر صاحب پالن پوری بیان کر رہے تھے، مولانا فخر الحسن
صاحب مدرس دارالعلوم کے ذریعہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے اعلان کرایا
کہ مولانا انعام الحسن صاحب جو کہ حضرت جی مرحوم کے سفر حضر کے ساتھی ہیں اب
وہ اس کام کے ذمہ دار ہیں، اپنے ساتھیوں کے مشورے سے کام کریں گے
رہا حضرت جی مرحوم کی جگہ کا معاملہ سو جو محنت کرے گا پالے گا،

اس اعلان کے بعد پھر مولوی محمد عمر صاحب نے تشکیل کر دی لوگ اوقات
پیش کر رہے تھے اتنے میں درسگاہ سے جنازہ باہر لایا گیا قبر کے قریب چارپائی
رکھ کر درمیان میں حافظ صدیق صاحب نے رومال ڈال کر اور سر ہانے پائنتیانہ
دوسرا جبانے پکڑا قاری محمد رشید صاحب خوجوی اور مقبول حسین صاحب
قبر میں اترے اور لاش کو آہستہ سے اتارا مسجد میں لوگ بھرے تھے کلمہ شہادت
کی آواز سے مسجد گونج اٹھی، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی صَلٰةٍ وَسَلٰمٍ اللّٰهُ پڑھ کر قبر
میں رکھا گیا کر دٹ داہنی طرف دے کر تھوڑی مٹی کا سہارا لگایا، بند کھول
دئے گئے اس وقت حضرت جی کی مٹی والی تقریر یاد آگئی، منہ کا خون روئی
سے صاف کیا حضرت شیخ الحدیث کا حکم ہوا جلد پاٹو چنانچہ پتھر رکھے دروازوں
میں ملتان مٹی لگائی مینہا خٹناکم کی آواز بلند ہوئی، ٹھیک دن کے گیارہ
بجے تک تقریباً دو گھنٹے لوگ مٹی دیتے رہے جب وہاں کی مٹی ختم ہو گئی
لوگ اپنی جھولیوں میں مٹی لاتے تھے اور قبر پر رکھ دیتے تھے یہ عمل بھی تین
دن تک جاری رہا،

حضرت کے قریب تر وارث تو ان کے ایک صاحبزادے جناب مولوی

محمد ہارون صاحب ہی ہیں، ان کے علاوہ خاندان کے اور بہت سے قریبی عزیز
 ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی عمروں میں برکت عطا فرمائے، آمین۔
 ہرگز نغمیر دآنکہ دلش زندہ شد عشق
 ثبت است بر جسد نیرہ عالم دوام کا



باب دوم

ارشادات حضرت جی

تبلیغ کے چھ نمبر
منہ پور کے اجتماع میں ارشاد فرمایا، ہم جب تک زندہ ہیں، تبلیغ کے چھ
نمبر قائم رہیں گے، ساتواں نمبر نہیں ہو سکتا، اس کے بعد چھ نمبروں کی مختصر تشریح
فرمائی،

۱۔ کلمہ کا جزو اول ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کیا ہے؟ کلمہ
کا مقصد یقین کی تبدیلی ہے، چیزوں سے یقین نکل کر اللہ کی ذات پر یقین آ
جائے، اسی کو کلمہ سے پیدا کرنا ہے،

ب۔ کلمہ کا جزو دوم، حال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے
طریقوں کے مطابق بنائے، ارشاد فرمایا، جتنا ہم مجمع کو یقین کی دعوت دیں
گے، اتنا ہی ہم میں یقین پیدا ہوگا، اور تنہائیوں میں اس کلمہ کو عظمت کے ساتھ
اللہ کے دھیان کے ساتھ پڑھیں گے، اتنا ہی دل میں یقین جمے گا،

۲۔ نماز: نماز ایک عملی مشق ہے، کلمہ میں اجتماعِ عالی طور پر جس بات کا اقرار
کیا ہے، نماز میں تفصیلی طور پر اس کی مشق ہے، نماز سے مقصود ہر حال میں ہر
وقت ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے
طریقہ کے مطابق کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے جیسے نماز میں تمام حرکات و
سکناات اللہ کے حکم کے مطابق ہیں، اسی طرح نماز کے باہر دینی زندگی

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو جائے جتنی ہم نماز کی دعوت دہیں گے اور نماز کو اچھی طرح بنا کر پڑھیں گے، اتنا ہی یہ نماز ہماری زندگی پر اثر انداز ہوگی،

۳. علم و ذکر۔ علم سے مراد جاننے کے ہیں ہر حال میں ہر موقعہ کا حکم جس کی مشق ہم نے نماز میں کی ہے اس کے جاننے کا جذبہ پیدا ہو جائے کہ ہر عمل کرنے سے پہلے ہم معلوم کریں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو کیسے کیا اس کے معلوم کرنے میں وطن کو چھوڑنا پڑے مال اور جان کو قربان کرے تو ان ساری چیزوں کو اس کے حکم معلوم کرنے کے لئے قربان کریں گے علم کے ذریعہ اس کا صحیح جذبہ پیدا ہوگا،

ذکر سے مراد دھیان کا پیدا کرنا ہے، تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کا دھیان پیدا کرنا اور اس کی بڑائی کا دھیان کے ساتھ ان تسبیحات کو پورا کرنا اور اس کے علاوہ ہر موقعہ کے اذکار مسنونہ میں مشغول رہیں گے، تو اللہ تعالیٰ کا دھیان پیدا ہوگا

۴۔ اکرام ہر انسان کے حقوق کو ادا کرنا بلکہ اس کے حق سے زیادہ ادا کرنا اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرنا،

۵۔ یقین نیت، اپنی نیت کو صحیح کرنا عمل کے آخر میں اپنی نیت کی کوتاہیوں کو نکالنا،

۶، تیلینج :- دوسروں کو عمل کی دعوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو اس عمل پر ڈالنے کی کوشش کرنا یہ ایک مستقل محنت ہے اس کے لئے عمر میں سے اول چار چار مہینے کے لئے اقلیم و اقلیم، شہر در شہر دین کے تقاضوں کے لئے پھرنا اپنی جان و مال کو اللہ کے لئے قربان کرنا جس عمل سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا اس سے پرہیز کرنا

علم کا استعمال

ارشاد فرمایا "ایک علم کا صحیح ہونا ہے اور ایک صحیح علم کا استعمال صحیح ہونا ہے اگر علم صحیح ہو اور اس کا استعمال صحیح نہ ہو تو یہ بھی خسارہ کی بات ہے علم

کے مطابق اپنے اندر یقین، اس علم کے مطابق عمل اور اس یقین عمل کو عالم میں پھیلاانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئے ان نین پہلوؤں پر ابتداء میں محنت کی گئی تو اس زمانہ کے کائناتی نقشوں پر چلتے والا باطل روم و فارس پاش پاش ہو گیا اور آخر میں دجال اپنی فطرت کو اتنی بڑی طاقت کا مظاہرہ کرے گا، کہ اس کے مقابلہ میں موجودہ طاقتیں کچھ بھی نہیں ہیں اس وقت مہدی علیہ السلام زمین سے اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آئیں گے اور من و عن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق اس علم پر محنت کریں گے۔“

نماز کی حقیقت

نماز صرف اعمال بنوت کا مجموعہ ہے اسے تمام کائناتی اعمال چھوڑ کر بلکہ ان سے دور ہو کر مسجد میں ادا کرنے کا حکم ہے اور نماز میں کائناتی اعمال تجارت وغیرہ کو صرف چھوڑنے کا حکم نہیں بلکہ نماز میں ان کا خیال کرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے اور پوری کائنات سے یکسوئی والے عمل کی طرف حیا علی الفلاح سے پکارا گیا ہے۔ یہ عمل گویا اس یقین کی مسلسل مشق کرتا ہے کہ کامیابی کا دار و مدار صرف اعمال بنوت پر ہے، اور اعمال بنوی کے ساتھ اس درجہ یقین رکھنے والے کو جو شغف اور اہتمام علوم بنوی کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ مخفی نہیں ہے۔“
علماء سے کیا چاہتے ہیں،

ارشاد فرمایا، ”ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ بخاری پڑھانے والوں کو التحیات یاد کرانے پر لگا دیں مگر یہ ضرور چاہتے ہیں کہ التحیات یاد کرانے کی بخاری پڑھانے والوں کے نزدیک بھی انتہائی اہمیت ہو اس لئے کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں سے ایک علم ہے اور اسے عین اہم سمجھنے والا کہیں کا نہ رہے گا اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ تعلیم کا یہ درجہ بھی ماہرین بخاری کی نگرانی میں ہو،“

۱۔ ارشاد فرمایا، جب قرآن شریف سننے بیٹھو تو یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے مخاطب ہے اور جب حدیث پڑھنے یا سننے بیٹھو تو یہ سمجھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے مخاطب ہیں۔“

۲۔ ارشاد فرمایا، اجتماعات پر لوگوں کو صرف میری زیارت یا دعا کی خاطر نہ لایا کر بلکہ اللہ کی رضا و دعوت کی عظمت اور آخرت کے اجر و ثواب کی بنیاد پر آمادہ کر کے لایا کرو۔“

۳۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ تبلیغی عمل انشاء اللہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا کیونکہ اس کا مدار شخصیت پر نہیں، بخلاف دوسری جماعتوں کے وہ نہیں اور نعم ہو گئیں اور جو ہیں ان کو بھی دوام نہیں کیونکہ ان کا مدار شخصیت پر ہے۔

۴۔ میواتیوں سے فرمایا، تم میں سے بہت سے صرف میری زیارت اور مصافحہ کی نیت سے آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، میں کہتا ہوں اُس کام کی عظمت سمجھو جس کی وجہ سے خدا نے تمہارے دل میں میری محبت اور عقیدت ڈالی ہے اس کام میں اپنا وقت جان اور مال لگاؤ اور اس کام سے پیار جوڑو میری ذات تو فانی ہے بلکہ

۵۔ ارشاد فرمایا:- اگر تم اس کام میں لگنے کا حق ادا کرو تو ایم بھم اور ہائیڈروجن والے ایٹم سمیت تمہارے غلام بن جائیں گے ہائیڈروجن بھم اور ایم بھم سے ڈرنا ایسا ہی ہے جیسا بت پرست اپنے بتوں سے ڈرتے ہیں۔

۵۔ ارشاد فرمایا، جب ہمارے خاندان میں پوتا پیدا ہوتا ہے تو دادا کے مرنے کا وقت قریب آجاتا ہے۔“

چنانچہ جب میرے یہاں ہارون پیدا ہوا تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب
 نوزائیدہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا تھا اب میرا وقت قریب ہے اسی طرح اب
 مولوی ہارون سلمہ کے فرزند تولد ہوا ہے، تو میرا وقت قریب آگیا ہے،

آخری ملفوظات

۱۔ ۲۲ ذی قعدہ کو دوپہر کے وقت رائے ونڈ میں خاص احباب کے مجمع میں فرمایا، ”جی چاہتا ہے یہاں رہا کھٹان میں، پتھر تیسری کام چل جاتا اور ہندوستان میں بھی اور ہم مدینہ طیبہ میں رہتے“

۲۔ رائے ونڈ یا لاہور میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے حضرت جی سے عرض کیا، ”حضرت اب عمر بچپس کو پہنچ چکی ہے اب آپ کو محتاط رہنا چاہئے، بے وقت کھانا کھانا، طویل ترین تقاریر اور بے وقت سونا، اب ان امور میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے“ فرمایا، ”اب تو منزل طے ہو چکی ہے“ مولانا انعام الحسن صاحب نے عرض کیا، ”ابھی تو کھنڈ کی طاقتوں میں جنگ کرنا ہے، اس کے بعد اسلام کے چمکنے کا زمانہ آئے گا“ فرمایا، ”پالیسی طے ہو چکی ہے، اب دوسرے عمل کریں“

۳۔ لاہور میں جب حضرت جی پر مرض کا حملہ ہوا تو آپ نے دریافت کیا کیا جماعتیں رخصت کر دی ہیں؟“ آپ کو بتلایا گیا، ہاں جماعتیں رخصت کر دی گئی ہیں، تب حضرت نے فرمایا، ہر طرف جماعتیں بھیج دو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا تھا“

۴۔ حضرت جی کے آخری اور بالکل آخری کلمات یہ ہیں:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَحْمَدُ لِلَّهِ النَّبِيُّ أَمْجُرُ وَعَدَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
 اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ أَحْمَدُ لِلَّهِ النَّبِيُّ أَمْجُرُ وَعَدَا وَلَا تَضُرُّ عَبْدًا وَلَا تَهْزِمُ الرُّعْبَابَ
 وَحَدَا وَلَا شَيْءٌ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ وَلَا شَيْءٌ قَبْلَهُ وَلَا شَيْءٌ قَبْلَهُ وَلَا
 بَعْدَهُ

۵۔ اسلامی اعمال کی ترتیب قائم کرنے میں بھٹو گے، تو چیزوں کی ترتیب بدل جائے گی اعمال کی ترتیب کو قائم کرنا اور چیزوں کی ترتیب کو قرآن مجید کے مطابق بدانا، اسلام اسی کا نام ہے جو اعمال کی ترتیب کو بگاڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرے گا، اور ان کے دلوں میں نور ہدایت پیدا نہیں ہوگا، جو اعمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب قائم کریں گے، وہ محبوب و مرجح خلائق بنائے جائیں گے، نماز کی حقیقت کو پیدا کرنے کے لئے محنت کرنا اسلام دو حرکتوں پر چمکتا ہے، ایک نماز میں محنت دوسری نماز والی حرکت میں محنت اور اس کو عام کرنا اندر کا نور ان دو حرکتوں میں دیا جائے گا، دعائے قبول ہوتی ہے، جب حرام کے کھانے سے بچو گے اور خوب قبول ہوگی جب مکروہ تک سے بچو گے، سوال کرنا حرام سے اشراف یعنی اندر ہی اندر مخلوق سے مانگتے رہنا اور مخلوق سے ملنے کی توقع رکھنا مکروہ ہے، منہ سے مانگ لیا تو سوال ہے۔ اور اندر ہی اندر غیر سے جزا مانگنے کا جذبہ باقی رہتا ہے۔ تو یہ اشراف ہے اللہ کے جاننے کے اعتبار سے تو دونوں یکساں ہیں، مخلوق سے مانگ کر جو چیز کھاؤ گے حرام ہے اشراف کے ذریعہ جو چیز آئے گی اس کا کھانا مکروہ ہے، مخلوق سے مانگ کر کھاؤ گے تو ذلیل ہو جاؤ گے، خواہ سنجیدگی سے مانگو خواہ منہ سے مزاق سے مانگو یہ مانگنے کی مختلف صورتیں ہیں، اصل ان کی سوال ہی ہے، ان دونوں سے بچنا ضروری ہے اور دو چیزوں پر محنت کرنا ضروری ہے، اشراف سے بچنے پر محنت، دعا مانگنے پر محنت، مخلوق سے مانگنا سوال ہے اللہ سے مانگنا خواہ دل سے

ہو خواہ زبان سے ہو اصل دعا دل کی ہے، شیطان اشراف پر ڈالے گا۔
 تم دعا میں لگ جاؤ، یہ اس کا علاج ہے، دین و دنیا کا جہاں کوئی مسئلہ
 آ رہے تم دعا میں لگ جاؤ، تو اشراف سے محفوظ ہو جاؤ گے، جب اشراف
 سے محفوظ ہو گئے تو سوال محفوظ ہو جاؤ گے اگر اشراف کی جڑ نہ کھٹی تو ایک
 نہ ایک دن سوال کی لعنت میں پھنس جاؤ گے،

» کتنی کی چیز بغیر اس کے مالک کی اجازت کے استعمال کرنا حرام ہے اس
 سے بچو! خواہ چیز کتنی ہی معمولی اور عام استعمال میں آنے والی کیوں نہ
 ہو ممکن ہے جس وقت تم اس چیز کو استعمال کرنے بیٹھو اسی وقت اس
 کو بھی ضرورت ہو۔

۷۔ آپس میں بے تکلفی سے بچو کہ اس سے بے اکرامی شروع ہو جاتی ہے
 اور بے اکرامی سے دل پھٹتے ہیں۔

۸۔ غریبوں، کس مہر سوں کی خدمت سے اللہ ملتا ہے تکبر ٹوٹتا ہے، تو وضع
 پیدا ہوتی ہے، عرض والی خدمت کرنے سے اللہ نہیں ملتا، حکام،
 امار اور مشائخ و علماء کی خدمت مطلب بر آری و جاہت پرستی شہرت
 کی وجہ سے بھی کی جاتی ہے اس سے اللہ نہیں ملیگا، جس سے گھن آتی
 نفرت آتی ہو، ان کی خدمت سے قلوب کھینچتے ہیں، جب تک کہ اس میں کوئی
 عرض شامل حال نہ ہو مشائخ عظام کے جو خدام کی بابت ہم سنتے ہیں، وہ
 صاحب کمال بنے یہ وہ خدام تھے جو خانقاہ میں آنے والے مہانوں کی خدمت
 کرتے تھے، حتیٰ کہ ان کے پاخانے تک اٹھاتے تھے، عرض والی خدمت
 کرنا بہت آسان ہے، لوگ پیروں کی خدمت کرتے ہیں کہ ان کی دعا سے

ہمارا فلاں کام بن جائے گا ہماری سفارش کر دیں گے پھر ان حضرات کی خدمت سے نفس کو مفت کی شہرت ملنے کی وجہ سے لذت آتی ہے یہ تمام اعزازیں ہیں ان سے پاک ہو کر خدمت کرو۔“

۹۔ جتنا محنت کا میدان وسیع ہوگا، اسی قدر نور زیادہ نصیب ہوگا، ہمارے اور ہمارے سب کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و محنت عالمی تھی دیگر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محنت علاقائی اور مخصوص اقوام تک تھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت کا میدان سارا عالم اور قیامت تک آنے والی تمام اقوام میں زندہ و تقویٰ کی برکت سے اٹھرا پاک لوگوں کے قلوب کو پلٹ دیتے ہیں، اس کے ذیل میں حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا، ورنہ ایسا یہ ایک بزرگ گزرے ہیں، حیب انہوں نے دیکھا، کہ لوگوں کی کھائیوں کی آمدنی ٹھیک نہیں رہی تو لوگوں نے بدایا لینے چھوڑ دیے اور باہر نکلنا چھوڑ دیا، اندر ہی اللہ جل شانہ کا ذکر کرتے رہے جب ان کے والد مرحوم کا انتقال ہوا تو بہت ہی قابل رقم چھوڑ گئے تھے، جن پر انہوں نے بیس سال گزار دیئے جب یہ بھی نعم ہو گئی، تو مکان کے پتھر اور چیت کی کھڑیوں کو بیچ کر گزارا کیا، مگر لوگوں سے نہیں لیا، جب ان کا انتقال ہوا تو صبح شام تک جنازہ چلاتا جا کر کہیں قبرستان پہنچا لوگوں کے ہجوم کی کثرت کی وجہ سے چودہ چار پائیاں لٹھیں اور اس دن ان کی برکت سے چھ لاکھ یہودی مسلمان ہوئے۔“

اسی طرح حضرت جی مرحوم نے حضرت شیخ المشائخ سیدنا شہاب الدین سہروردی نور اللہ مرقدہ کی برکت سے، شاہان تیمور اور تاتاریوں کی بہت بڑی اور جنگجو قوم کا جس کا اس زمانے میں جھکانے والا کوئی نہ تھا جن کی تلواروں کے سامنے سب کی تلواں کھڑ ہو گئیں تھیں اور جس قوم نے ایک دفعہ ساری دنیا کو زیر کر کے رکھ دیا جو مسلمان کے نام سے بھی انتہائی نفرت رکھتے تھے، اسلام لانا

ذکر فرمایا "اگر مقصد اچھا ہے اور اس کی اجتماعی نوعیت اچھی ہو جائے اللہ پاک سے بے انتہا نافع کی امید کی جاسکتی ہے" ایک دفعہ اجتماع کے موقع پر ارشاد

فرمایا

۱۰۔ "میرے بھائیو اور دوستو! ہم جو اپنے عیش و عشرت کو چھوڑ کر جمع ہوئے

ہیں سو وہ بہت اونچے مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں وہ مقصد اجتماعی

ہے انفرادی نہیں، وہ مقصد مجمع کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے انفرادی

زندگی سے تعلق نہیں رکھتا اور مقصد جب حاصل ہوتا ہے جب تمام مجمع

متفکر رہے! مقصد اگر نیک ہوتا ہے تو خیر و فلاح کی امید ہوتی ہے

اور جب مقصد خراب ہوتا ہے تو بڑے نتائج برآمد ہوتے ہیں"

۱۱۔ اجتماعات کا مقصد کیا ہے جس طرح ہم تین دن کے لئے یہاں مختلف شہروں

آکر جمع ہوئے ہیں اور یہ تین دن کا وقفہ مختصر سا وقت ہے اسی طرح یہ دنیوی زندگی

بہت تھوڑی اور جلد ختم ہو جانے والی ہے، اور یہاں سے کوچ کر جانا ہے اس

عالم کی تمام اشیاء فنا ہو جانے والی ہیں، اس عالم میں جب انسان ہوتا ہے

تو وہ بھی یہاں فنا ہو جاتا ہے اور جب بقا والے عالم میں چلا جاتا ہے تو بقا والا

بن جاتا ہے خواہ جنت میں بقا والا بن کر رہے، خواہ دوزخ میں بقا والا بن کر رہے

اس فنا والے عالم میں جس نے اچھی زندگی گزار لی یعنی ایمان و اسلام والی زندگی

گزار لی تو بقا والے عالم میں بھی اچھی زندگی گزارے گا، اور جس نے اس عالم میں

بری زندگی گزار لی، اس کو بقا والے عالم میں بھی خراب زندگی گزارنی پڑے گی

حقیقت کے خلاف کو دھوکہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اجل شانہ، اور جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقائق بتلائے ہیں یہ دیکھو کہ ہماری محنت اس کے مطابق

ہے یا اس سے ہٹی ہوئی ہے جو لوگ حقائق کو تلاش نہیں کرتے اور اس کے بغیر

محنت اٹھاتے ہیں وہ دھوکہ پر محنت کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں، کہ حقیقت یہی ہے

حالانکہ دھوکہ ہے یہ لوگ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کامیاب اور اصل میں میں ناکام جب

حقیقت میں زندگی گزارنے کے لئے اپنے آپ کو ریاضت و مجاہدہ کا عادی نہیں بنائیں گے، تو دھوکہ ہی میں پڑے ہیں گے، ہمارے جمع ہونے کا مقصد یہی ہے، کہ آیا ہم حقیقت پر تخت کر رہے ہیں یا دھوکہ پر۔ اس پر غور کریں، کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے کو تکالیف کے برداشت کرنے کے حقائق پر ڈالا تھا، ان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی تکالیف برداشت کرنا محبوب ہو گیا تھا، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ موت "حق" ہے اور حیات "دھوکہ" سے حیات ختم ہو جانے والا ایک وقت ہے جس کے متعلق یوں معلوم نہیں کہ صبح ختم ہو جائے گا، انسان موت کی طرف تو پیٹھ کرتا ہے اور زندگی کی طرف منہ کرتا ہے، یعنی زندگی کی تو ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھے، اور موت کے تھے بڑے مسئلہ کو نہ دیکھے، کہ جہاں ہزاروں برس رہنا پڑے گا یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ دھوکہ والے انسان ہیں، جو موت سے پہلے کی زندگی کا تو اہتمام کرتے اور مرنے کے بعد والی زندگی کو بھولے بیٹھے ہیں، ایسے انسان دوزخ میں جائیں گے،

فرمایا، انسان چیزوں کی لائن سے تو ایک ایک ذرہ کو یہاں ہی چھوڑ کر جائے گا، اور اعمال کی لائن سے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو ساتھ لیکر جاتا ہے اگر ہم چیز کا تو فکر کریں اور اعمال کا فکر نہ کریں، تو یہ زبردست دھوکہ ہے، زمین سے جو چیزیں نکل رہی ہیں وہ تو فنا ہو جائیں گی، اور وہ اعمال جو انسان کے بدن سے نکل رہے ہیں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں خواہ بد ہوں یا نیک چیزوں میں سے تو ایک شخص بھی اس دنیا سے ایک چیز بھی ساتھ لے کر نہیں جائے گا، یہاں تک کہ میدان حشر میں یہ شخص ننگا اٹھایا جائے گا، لیکن اعمال میں سے ایک ایک عمل اس کے ساتھ ہوگا۔ حشر میں میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، دیکھیں گے کہ اعمال کے رجسٹر موجود ہیں اور ایک ایک عمل ان کا

لکھا ہوا ہوگا، اگر شرک کا ایک ذرہ برابر عمل ہوا ہوگا، اور اس کو روپیٹھ کر
دنیا میں معاف نہ کرایا ہوگا تو وہ بھی سامنے آجائے گا۔

فرمایا، محنت کی دو لائنیں ہیں، ایک حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والی لائن
جنہوں نے اپنی انسانوں کی پاکیزگی کے لئے محنت کی اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہوں
نے جائیدادوں اور حکومتوں کے نقشے بنانے کے لئے محنت کی اور انسانوں کی بھیرٹھ کو جمع
کیا جو نقشے والے اور چیزوں والے ہیں اور اعمال اچھے نہیں تو اللہ تعالیٰ جل شانہ
نے ان کو دنیا میں ہی موت سے پہلے پہلے ذلیل کر کے دکھلا دیا مال والوں کو زمین میں دھنسا
کر دکھلا دیا، اصل جگہ تو موت کے بعد آئے گی، جہاں ہر شخص حقیقت کو معلوم کرے
گا، لیکن مرنے سے پہلے بھی بعض نقشوں کو دکھلا دیا،

۱۲ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے لائن تو قائم کر دی، ایک تو اچھے اعمال کرنے کی محنت
انسان کے ہر عضو سے رات دن اعمال نکل رہے ہیں عمل تو ضرور نکلیں گے، اگر
معم جاہیں، کہ اچھے عمل نکلیں، تو اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے، اگر محنت
کرنی چھوڑ دی تو پھر برے عمل خود بخود نکلیں گے جس طرح زمین پر محنت کرنے
سے غلے نکلتے ہیں، سونا چاندی نکلتا ہے پٹرول نکلتا ہے، اور اگر محنت نہ کی جائے
تو تفع والی چیزیں تو نکلیں گی نہیں ہاں کانٹے دار درخت اور خود رو جھاڑیاں جو
جلانے کے قابل ہوتی ہیں خود نکل آئیں گی، جو اعمال اللہ پاک کو راضی کر آئیں
آسمان و زمین کے فیصلے ہمارے موافق کر دیں تو اس کے لئے بہت محنت کرنی
پڑے گی،

۱۳۔ سلسلہ وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے چل رہا ہے وہ اپنے وجود میں اصل
ہیں اور سب اس کے تابع ہیں وہ جس طرح چاہیں گے کر کے دکھلائیں گے اور
سارے وجود اس کے محتاج ہیں، ذات کو پہچاننے کے لئے صفات آتی ہیں
اس کے لئے کہہ دیا گیا لَا رَبَّ إِلَّا اللَّهُ انسان کے سارے مسائل اللہ کی ذات

سے ہوتے ہیں، عزت و ذلت، فساد امن و صحت بیماری وغیرہ جتنے مسائل ہیں، ان کا تعلق ایک اللہ کی ذات سے ہے رب کی ایسی صفت جو اپنے اندر تمام کور لے ہوئے ہے، جب چاہیں گے فقیر کر دیں گے، جب چاہیں گے غنی کر دیں گے، جب چاہیں گے بیمار کر دیں گے، جب چاہیں گے تندرست کر دیں گے۔“

۱۲۔ حضرت جی نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا ”لوگ یوں کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کیا ہوتا ہے، آخر کچھ اسباب بھی کرنے پڑتے ہیں اور ہم بھی کہتے ہیں، کہ خالی نماز سے کچھ نہیں ہوتا، ہاں کچھ محنت نماز سے پہلے کی ہے اور کچھ نماز کے بعد کی ہے۔ تین نماز سے پہلے اور تین نماز کے بعد پھر دیکھو نماز سے کیا کچھ نہیں ہوتا یہی تین یہ ہیں۔“

۱۱۔ اول یقین ٹھیک کرنے کی محنت، ہر چیز جو مشاہدہ میں سے اس کا نکالنا اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو سن کر دل میں یقین جانا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا اور اللہ پاک نے جو اعمال بتلائے ہیں ان کے ذریعہ سے سب کچھ ہوتا ہے اس بات کو دل میں سمجھانا۔

۱۲۔ دوسری محنت، علم والی ہے، جن اعمال پر محنت کرنے سے اللہ پاک دنیا و آخرت میں عزت سے پالتے ہیں، ان اعمال کو صحیح بنانے کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقہ کے مطابق کرنے کے لئے علم پر محنت کرنا۔

۱۳۔ تیسری محنت، ذکر پر محنت، بکرتا ذکر پر ہم ایسی محنت کریں کہ ہر عمل کو کرتے وقت اللہ کا دھیان نصیب ہو جائے اللہ کے ذکر سے دل کی بوتل اس قدر پر ہو جائے کہ غیر کا دھیان دل میں گھسنے نہ پائے قلعہ کی طرح دل کی حفاظت ہو جائے یہ محنتیں تو نماز کے اندر ہیں۔

اور نماز کے بعد کی تین محنتیں یہ ہیں اپنی کھائیوں کو ٹھیک کیا جائے اب تک جو کسی کی زمین کو یا مکان کو دبا رکھا ہے ظلم و ستم بند کر کے اس کو واپس کیا

جائے، اور آئندہ کے لئے توبہ کی جائے یہ سوچے کہ پرورشِ اللہ کے حکم پورا کرنے میں سے جتنا میں اللہ کے حکموں کو اپنی کھائیوں کے طریقوں میں پورا کروں گا اتنا ہی اللہ پاک راضی ہو کر میری پرورش فرمائیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دوسری محنت نماز کے بعد والی یہ ہے کہ مال کو اللہ تعالیٰ اجل شانہ، اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی ترتیب سے خرچ کرنا، اور اپنی خواہشات پر، مکان پر، بنگلہ پر، موٹر پر، برادری پر، برادری کے کہنے پر یاہ شادی کے مواقع پر، قوم پر، ناک پر، نام و نمود پر خرچ نہیں کروں گا اور نہ بیوی کے کہنے سے زیور، کپڑے کھانے وغیرہ پر خرچ کروں گا بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ سے خرچ کروں گا اول مال و جان کا صحیح مصرف دیکھوں گا، پھر خرچ کروں گا،

تیسری محنت نماز کے بعد والی یہ ہے کہ معاشرہ کو ٹھیک کرنا ہر حال میں اللہ پاک کے حکم کو دیکھوں گا، قوم کو، برادری کو، اپنے، غیر کو نہیں دیکھوں گا، مسلمان کو غیر مسلم کو نہیں دیکھوں گا۔ بلکہ اللہ پاک کے حکم کی اتباع کروں گا، انصاف کی طرف داری کروں گا، مظلوم کا ساتھ دوں گا، ظالم کا ساتھ نہ دوں گا، اگر اپنا بیٹا کسی غیر مسلم پر ظلم کر رہا ہے تو غیر مسلم کا ساتھ دوں گا۔ چاہے عیسائی ہی کیوں نہ ہو، چاہے یہودی ہی کیوں نہ ہو، ان کچھ محنتوں کے درمیان نماز سے، اب پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مانگو، نماز سے کیا کچھ نہیں ہوتا ایسی نماز پڑھنے پر اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتے ہیں۔

۱۵۔ ہمارا علم دھوکہ والا ہے، اور اللہ والا علم حقیقت ہے ہمارے مشاہدہ والا علم کہہ رہا ہے کہ مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے کم ہوگا مگر اللہ والا علم کہہ رہا ہے، کہ کم نہیں ہوگا، بلکہ اللہ پاک اس کو بڑھائیں گے، مشاہدہ کہہ رہا ہے زکوٰۃ دینے سے مال کم ہوگا، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں، ہمارا وعدہ سچا ہے کم نہیں ہوگا، بڑھے گا،

انسان اصل ہے اور کائنات اصل نہیں ہے اگر اصل کو نہیں بنایا اور اصل کے اندر بگاڑ پیدا ہو گیا تو ساری کائنات کے اندر بگاڑ پیدا ہو گا جن چیزوں میں نفع نظر آرہا ہے، ان سے نقصان لیں گے جس میں عزت نظر آرہی ہے اس میں ذلت آجائے گی اور جس میں حفاظت دکھائی دے رہی ہے۔ اس میں سے ہلاکت نکل آئے گی، غرضیکہ اگر انسان کا صحیح استعمال ہو گا تو کائنات بھی صحیح ہوگی بیری محنت اصل ہے، کائنات اصل بھڑا ہی ہے، اگر ہم نے محنت کر کے اپنے اعمال کو ٹھیک کر لیا اور اچھے اعمال آسمان پر بھیجے تو وہاں سے خیر کے فیصلے ہو کر نیچے آئیں گے اگر بگڑے اعمال آسمان پر گئے تو ہلاکت، ظلم، بربادی، فساد اور نفاق کے فیصلے ہوں گے، چاندی، لوہا، سونا، لکڑی یہ اصل کب ہیں اصل اعمال ہیں حالات کا تئیر اعمال کے بننے اور بگڑنے پر ہے اگر محنت کر کے اعمال کو اچھا بنا لیا ہے تو ساری دنیا میں خیر آئے گی برکت آئے گی رحم آئے گا، عدل آئے گا۔

ارشاد فرمایا، ایشیاء کو معبود نہ بناؤ، ایشیاء پر اعتماد نہ کرو، صورتوں پر متوجہ نہ ہو، ان سے کچھ نہ ہوگا، وسائل کی حقیقت کچھ بھی نہیں ان سے کچھ نہیں ہوتا جو کچھ ہوتا ہے اعمال سے ہوتا ہے، صفات سے ہوتا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے رب الاشیاء اور رب العوالم سے ہوتا ہے، اسی کو جانو اسی کو پہچانو، اسی کو مانو اور ہی جو نوح علیہ السلام کا رب تھا، اسی نے موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل میں محفوظ رکھا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے بچایا، اسی پر ایمان لاؤ۔

۱۶ - ارشاد فرمایا، جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو جن چند افراد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ ایمان کو قبول کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاشی مسئلے کے بارے میں جو کچھ روئے اختیار فرمایا وہ یہ تھا، آپ نے سب سے پہلی بات تو یہ فرمائی کہ تم نے جتنے اوقات معاش کے لئے وقف کئے ہیں، ان کا بیشتر حصہ اسلام کے لئے فارغ کرو، دوسرا ارشاد یہ ہوا کہ فلاں ذریعہ کو ترک کرو یہ ناجائز ہے فلاں معیشت کو چھوڑ دو یہ تمہارے

رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے، معیشت پر ان دو عملوں کے بعد، تیسرا حملہ ہوا کہ جو کچھ تم کھاتے ہو یہ صرف تمہارا ہی حق نہیں ہے، بلکہ اس میں تمہارے ان بھائیوں کا بھی حق ہے۔ جو وسائل معیشت سے ہی دامن ہیں، اور چوتھی بات یہ فرمائی، جو کچھ تم کھاؤ اس میں سے بہت سادین کی خدمت میں اور کلمتہ الحق کی سر بلندی اور نبی نوع انسان تک اپنی دعوت کو پہنچانے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں خرچ کرو،

۱۷۔ ارشاد فرمایا، ”بارش نہ ہونے کی وجہ سے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا، انہوں نے خواب میں لکھا کہ غلہ سے لڑے ہوئے اونٹوں کا ایسا قافلہ بھیج رہا ہوں، جس کا پہلا اونٹ مدینہ منورہ میں اور آخری اونٹ مصر میں ہوگا، اس غلہ سے اعلیٰ ترین انتظام کیا ایک وقت میں دس ہزار افراد کو کھانا کھلایا جا رہا تھا، اسی دوران میں ایک شخص نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ سے کہو تم تو بہت عقلمند تھے، یہ خواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا گیا تبخیر سمجھ میں نہ آئی، لوگوں سے پوچھتے رہے تا وہ کجی میں کوئسی تبدیلی واقع ہو گئی، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ایک شخص نے کہا بات صرف اتنی ہے کہ آپ کی نماز حقیقی ہے، جس کے ساتھ دعا قبول ہوتی ہے، تو اسے پھوڑ کر انتظام کے چکر میں کیوں پڑے ہوئے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو بادلوں کا نام و نشان نہیں تھا دعا جاری رہی بادل اٹھے اور انہیں میں سے آواز آئی ”الغوث اباحفص“ اور خشک سالی دور ہو گئی،“

۱۸۔ ارشاد فرمایا ”اگر تم نے اپنی دوکان اپنے کاروبار اور اپنے طور پر بیویوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور پر بیویوں کو داخل کر لیا اور سب کچھ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے طریقہ پر کیا، تو اس طریقہ پر بنایا ہوا جھوٹا مشرکین و کفار کے
 ڈھائی لاکھ سے بنی ہوئی کو بھی سے زیادہ قیمتی سے مٹی کی کوئی قیمت نہیں
 یہ تو بے قیمت ہے، قیمت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کی ہے، اگر
 ساتوں آسمان و زمین کے برابر کو بھی ہو اور سب کو سونے سے بھر دیا جائے، تو
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر بنائی ہوئی پاؤں دھرنے اور پاخانہ کرنے کی
 جگہ کے برابر نہیں، اور یقین کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت سے اللہ
 پاک ملے گا، حالات درست ہوں گے، اور اگر یہود و نصاریٰ کے راستہ پر معاشرت
 بناؤ گے تو حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جائیں گے

۱۹ - ارشاد فرمایا، "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی، سادگی
 اور حیا پر ہے اور یہود و نصاریٰ کی لائی ہوئی معاشرت کی بنیاد بے حیائی
 اسراف اور تعیش پر ہے، تمہیں ان کی معاشرت تو پسند آنے لگی،
 جہنوں نے تمہارے اسلاف کے خون بہائے عصمتیں لوٹیں، ملک چھیننے
 اور اب بھی تمہیں امداد دے کر اس طرح پال رہے ہیں جس طرح تم مرغیاں
 پالتے ہو، یعنی ذبح کرنے کے لئے، اور جس نے تمہارے لئے خون بہایا
 اور دانت شہید کرائے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے چچا شہید کرائے
 تمہارے لئے راتیں جاگتے گزاریں ان کی معاشرت تمہیں پسند نہ آئی، دوستو
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت بھی قیامت تک کے لئے ہے جیسے
 ان کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے"

ف۔ معاشرت سے مراد کیا ہے۔ زندگی گزارنے کا چلن، رواج، خواہ
 وہ جماعت سازی کا طریقہ ہو یا گھر چلانے کا، جو لوگ اسلامی طرز چھوڑ کر
 مغربی طرز پر جماعت سازی کرتے ہیں، وہ بلاشبہ یہود و نصاریٰ کے متبعین
 ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں۔"

۲۰ - ارشاد فرمایا: "اگر ایک شخص ایسے مکان میں ہو جس میں سوشیشے لگے ہوئے ہوں اور اس میں ایک چڑیا اڑ رہی ہو تو وہ بلاشبہ سو جگہ اڑتی ہوئی نظر آئے گی، لیکن اس ایک اصل چڑیا کے سوا سب کے سب اس کے ظل و عکس اور شیشوں میں اتر ہی ہوئی اس کی تصویریں ہیں، جو شخص اس ایک اصل چڑیا کو پکڑ لے گا، سب کی سب اس کے ہاتھ میں آجاویں گی اور جو اسے چھوڑ کر دوسروں کو پکڑنے کی کوشش کرے گا، عمر بھر محنت کرے گا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا، فرمایا اسی طرح اگر کوئی اسی ایک ذات حقیقی کو حاصل کرے گا، تو تمام ضروریات خود بخود اس کے قبضہ میں آجائیں گی اور اسے چھوڑ کر جتنی بھی محنت کرے گا سب رائیگاں اور فضول ہے۔"

۲۱ - ارشاد فرمایا "انسان عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے، ہر عنصر میں خاص اثر ہے اس کے نامناسب اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے ابتداءً اذان میں چار تکبیر کھلوانی گئی ہے۔"

۲۲ - ارشاد فرمایا "کام یہ ہے کہ کام کرنے والے کا اس ذات پر یقین قائم ہو جائے جس کے کرنے سے کام ہوگا، یعنی اللہ جل جلالہ کی ذات پر اور اس کی حیثیت کام کرنے والے پر ایسی منکشف ہو کہ اپنی ذات اور کوئی دوسری ذات دکھائی نہ دے دوسرے یقین یہ ہو کہ میں سب نامہرو باطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر آجاؤں گا تو رب العزت دنیا و آخرت میں اچھے حالات لائیں گے۔"

۲۳ - ارشاد فرمایا جو انسان خالق کائنات اور اصل کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بنانے اور ماننے میں، کائنات کی پیڑوں میں گھستتے ہیں ان کی حیثیت

چوروں اور ڈاکوؤں کی سے انہیں مال و دولت تول سکتے ہیں مگر سکون و محبوبیت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔“

یعنی خالق کائنات اللہ سے اور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرامی اصل کائنات سے، لہذا جو آدمی کائناتی چیزوں کو استعمال کرے گا، اور یہ نہ خیال کرے گا کہ اللہ اور اس کے رسول نے جائز فرمایا ہے یا ناجائز، وہ چور سے کیونکہ جائز ہونا استعمال کے لئے اجازت ہے، اور ناجائز ہوتا مخالفت۔

۲۳۔ یہ خیال غلط ہے کہ ملک و مال ہاتھ میں آجانے سے اسلام چمکے گا ملک و مال والے تو اسلام کو زندہ درگور بکر رہے ہیں آج جن کے ہاتھوں میں حکومت اور اس کے خزانے ہیں وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نمائندے نہیں ہیں، بلکہ نقیر و کسریٰ اور شداد و غرور کے نمائندے ہیں، ان سے حیات اسلامی کی توقع بالکل غلط ہے ان کے ہاتھوں اسلام کا جو حال ہے اس کو دیکھ کر تو دل کہتا ہے ”اِنِّیْ یٰحییٰ هٰذِہِ الْاٰلَہُ بَعْدَ مَوْتِہَا“
اللہ اس مردے میں اب کیسے جان ڈالے گا،

اسلام جب بھی چمکے گا، قربانیوں سے چمکے گا، آج بھی قربانیوں ہی سے چمکے گا، اسلام کے لئے اگر قربانیاں ہوں تو یہ دشمنوں کے گھیرے یہ بھی چمکتا ہے اور جب قربانیاں نہ ہوں تو مسلمانوں کی بادشاہت میں مٹ جاتا ہے، جو لوگ اخلاص کے ساتھ قربانیاں دیتے رہیں گے۔ ان کو اگر ملک و مال ایک دن خورد و جوہر ہوں گے، وہ وقت بڑی آزمائش کا ہو گا اگر ان کی نظر حکومت اور دولت پر ہو گئی اور یہ سمجھا گیا کہ اب ان کی دولت اور حکومت سے دین کا کام چلے گا، تو سب کیادھرا برباد ہو جائے، اور اگر ملک و مال سے نظر سہاؤ گے بلکہ ان کو بھی قربانی کے راستے پر لگایا گیا تو ان سے بھی بڑے آئیں گے ان کے ساتھ بھی یہی کرنا ہو گا، یہاں تک کہ حکومت کے صدر اور وزرائے اعظم آئیں گے ان کو بھی اسی راستے پر لگانا ہو گا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ دعوت

اور قربانی کا راستہ ہے ملک و مال کا راستہ نہیں ہے
ایسوں کی ضرورت ہے جو روس اور امریکہ کی مادی فضاؤں میں بھی اسی یقین
پر جے رہیں کہ دین صرف دعوت کے راستہ کی قربانیوں سے اور قربانیوں کے
بعد کی دعاؤں سے چمکے گا، اور اس یقین پر دعوت کے راستہ میں قربانیاں دیتے
رہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہرہ اور کمن و کینگوئی نشان پر نگاہ رکھتے ہوئے
امید و یقین کے ساتھ ہدایت کے لئے، اور جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور
ان کی وجہ سے ہدایت کا راستہ رک رہا ہے ان کی بربادی کی دعائیں کریں، پھر یا
تو ہدایت کے دردانے کھلیں گے، یا وہ ہوگا جو شاد و غمزد اور فرعون و
ہامان کے ساتھ ہوا۔

۲۵۔ تم دنیا میں سورج کی طرح نور کے ساتھ پھرو گے تو تم سے دنیا میں نور
پھیلے گا اور نور تمہارے اندر ایمان سے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولے
اعمال و اخلاق سے اور اخلاص کے ساتھ دین کو دعوت سے آئے گا، سورج میں
تین باتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ نور کے ساتھ پھرتا ہے، دوسرے مسلسل پھرتا ہے،
تیسرے یہ کہ جن کو روشنی پہنچاتا ہے، ان سے خود کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا تمہارا
حال بھی یہی ہونا چاہئے نور کے ساتھ پھر و مسلسل پھر و اور "وَأَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ
أَجْرًا"، کو اپنا اصول بناؤ دعوت کے عمل سے کوئی فائدہ نہ اٹھاؤ۔

۲۶۔ آج دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، اور جو ترقیاں نظر آرہی ہیں وہ مادہ پر
محنت کا نتیجہ ہے، انبیاء علیہم السلام کا راستہ روح پر محنت اور روحانی ترقی
کا راستہ تھا وہ اللہ کی رضا والے اعمال پر محنت کر کے اور قربانیاں دیکر اللہ
کی طاقت سے اپنے مسائل حل کراتے تھے، فرعون کے پاس فوج تھی، لشکر تھا،
اور ہر قسم کی مادی طاقت تھی، موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بس روح کی

ترقی والے اور اللہ کی رضا والے اعمال کے لئے تیار کیا، ان سے فرمایا کہ اے قوم اگر تم نے ایمان والا راستہ اختیار کیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرو، اور پورے ایمان و یقین اور اعتماد کے ساتھ اس سے مدد مانگو، یا
 قَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰلِهٰٓكُمْ فَعَلَيْهِمْ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝

قوم نے کہا ہم نے آپ کی بات مان لی، اور اللہ پر یقین و توکل کا راستہ اختیار کر لیا اور ہم اپنے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ فرعون اور فرعون کی حکومت کے ظلم و ستم سے ہماری حفاظت فرمائے اور اس کا فرقہ کی غلامی کی مصیبت سے ہمیں نجات دلائے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّٰلِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِّنَ الْمُقَدِّرِ الْكَافِرِيْنَ ۝

اس کے بعد قرآن مجید میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم کی، ایمانی تربیت کے لئے، مصر میں خاص مرکز اور عبادت خانے قائم کرو اور اقامتِ صلوٰۃ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے ان کا تعلق جوڑو اور ان کی زندگی کو اللہ کی فرمانبرداری والی زندگی بناؤ اور ساتھ ہی فرمایا گیا، کہ جب یہ باتیں عمل میں آجائیں تو قوم کو بشارت سنا دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی، اور اللہ کا فیصلہ ان کے حق میں ہے وَ اَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی وَاٰخِيْنِهٖ اَنْ تَبۡرَأُوْا لِقَوۡمِكُمَا بِمِصۡرَٔيۡمًا وَاَجْعَلُوْا اٰيٰتِكُمۡ مِّبۡلَةً وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَكُنۡمُ الْمُؤۡمِنِيۡنَ ۝

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کی تربیت میں لگ گئے اور بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اقامتِ صلوٰۃ کا عمل اور تبدیلی کی محنت شروع کر دی، تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تو نے فرعون اور فرعونوں کو دنیا کے ہلدوسا مان دے رکھے ہیں وہ ان کے ذریعہ تیرے بندوں کو گمراہ کر رہے ہیں اے مالک تو ان کے مال و دولت کو ملیا میٹ کر دے، اور جھاڑ پھیر دے، وَقَالَ مُوسٰی رَبَّنَا اِنَّكَ اَتَيْتَ فِرْعَوۡنَ وَاٰتٰٓمَہٗ ذٰلِكَ مِمَّا رَزَقۡتَہٗ وَاَمَّاۤ اٰرَآءُ فِیۡ الْاٰخِرَةِ اَلَاۤ اِنَّکَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ۝

اَطِيسُ عَلَى اَمْرِهِمْ وَاَشَدُّ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ حَتَّىٰ يَسْرُوْنَا الْعَنَابَ الْاَكْبَرِ
 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون کی دعا قبول فرمائی ان کو حکم ہوا کہ نبی اسرائیل
 کو لے کر مصر سے نکل جاؤ، وہ نکل گئے، اللہ نے ان کے لئے سمندر میں راستہ بنا دیا،
 جس سے وہ صحیح سلامت پار ہو گئے، فرعون نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ ان
 کا تعاقب کیا اور اپنے پورے لشکر کے ساتھ اسی میں غرق کر دیا گیا یہ جو کچھ ہوا براہ راست
 اللہ کی طاقت سے ہوا،

انبیاء علیہم السلام کا راستہ یہ ہے وہ اپنے کو اور اپنے ساتھیوں کو جس اللہ کے
 حکموں پر ڈال دیتے ہیں، اور اللہ کے راستہ میں تکلیفیں اٹھاتے ہیں، قربانیاں دیتے
 ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنی طاقت سے ان کے مسائل حل کرتا ہے، قرآن پاک میں اس کو
 ”سنت اللہ“ کہا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ازلی ابدی قانون ہے
 فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَحْوِيلًا

۲۷۔ آج کل اس دنیا میں چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے براہ راست ”پیروں پر محنت
 کرنے کا رواج ہے، کھیت والے کھیت سے غلہ حاصل کرنے کے لئے بس کھیت ہی
 پر محنت کرتے ہیں، تجارت اور سوداگری والے اور کارخانے والے بس دوکانوں
 اور کارخانوں پر محنت کرتے ہیں یہی محنت آج کل عام ہے، دوسرا راستہ یہ
 ہے کہ محنت و مجاہدہ کر کے اپنے اندر تقویٰ پیدا کیا جائے اور پھر اللہ تعالیٰ انعام
 کے طور پر اپنے خزانہ غیب سے چیزیں نصیب فرمائے اور برکت فرمائے، قرآن مجید
 میں فرمایا گیا ہے ۔

اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ
 اس کو اسلئے راستے پیدا کریں گے اس کو دہاں
 سے رزق عطا فرمائیں گے جہاں سے اسے

دہم دگمان بھی نہ ہوگا۔

وَمَنْ يُتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ
 لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ
 مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

اور فرمایا گیا،

اور جو تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے
کاموں کو آسان کر دیں گے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ
لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا گیا ہے۔

اور اگر ان لوگوں میں ایمان و تقویٰ کی صفات
ہوتیں تو ہم ان پر زمین و آسمان سے برکتوں
کے دروازے کھول دیتے،

وَلَوْ أَنَّ النَّاسَ
لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمُ
بَرَكَاتٍ
مِّنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ

ان آیتوں میں تقویٰ پر جو کچھ وعدہ فرمایا گیا ہے اس کا تعلق اسی دنیا سے ہے۔
اور یہ بات کہ تقویٰ کیا ہے اس کی تفصیل اس آیت سے معلوم ہوگی اس آیت
میں تقویٰ کی ساری شرطیں بیان کر دی گئیں ہیں۔

نیکی کا معیار یہ نہیں ہے کہ تم مشرق کی طرف
رخ کر دیا مغرب کی طرف بلکہ اصل نیکی ان
کی ہے (اور اللہ کی نگاہ میں وہ نیک ہیں)
جو ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور فرشتوں پر
اور اللہ کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر اور
دیں اپنا مال اس کی چاہت کے باوجود، اہل
قرابت کو اور یتیموں مسکینوں کو اور ضرورت
مند مسافروں اور سائلوں کو اور غلاموں کو
آزادی دلانے کے لئے، اور قائم کریں نماز
اور ادا کریں زکوٰۃ اور وفا
کرنے والے اپنے عہد کے، جب
عہد کریں، اور صبر و برداشت سے کام
لینے والے تنگی اور تکلیف میں، اور ثبات قدم رہنے

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَكُّوْا
وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ وَلَا كِنَ الْبِرِّ مَنْ آمَنَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ
أَسْلَمَ مَلِكُهُ وَالْكِتَابِ
وَالنَّبِيِّنَ وَالَّذِي أَمَّا
لَكُمْ حَيْثُ ذَرِي الْقُرْبَى
وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ
وَأَنَّ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ
فِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ
وَأَتَى الزَّكَاةَ وَالْمُؤْتُونَ
بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا
وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ

دالے، جنگ کے وقت

یہی بندے ہیں سچے اور یہی تقویٰ
دالے ہیں۔

رَحِيمِنَ الْبَاسِ ط

اُولٰٓئِكَ وَاللّٰتِيْنَ صَدَقُوْا

اُولٰٓئِكَ وَهُمْ الْمُتَّقُوْنَ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کے متقی ہونے کے لئے یہ چند باتیں ضروری

ہیں،

۱۔ ایک ایمان باللہ، یعنی اس حقیقت کا پورا یقین کہ سب کچھ اللہ کی ذات سے ہوتا ہے، اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں ہوتا، اس لئے بس اسی کو راضی کرنے کی فکر کرنی چاہئے، اور اسی کے لئے مرنا ملنا چاہئے

ب۔ دوسرے ایمان بالیوم الآخر، یعنی اس حقیقت کا یقین کہ یہ زندگی اصل زندگی نہیں ہے، بلکہ اس زندگی کے خاتمہ کے بعد ایک دوسری زندگی اور دوسرا عالم ہے اور وہی اصل عالم ہے اور اصل زندگی سے اور یہ چند روزہ زندگی بس اس کی تیاری کے لئے ہے، اور انسانوں کی کامیابی اور ناکامی کا دار و مدار اسی آخری زندگی کی کامیابی اور ناکامی پر ہے

ج۔ تیسرے ایمان بالملکۃ یعنی اس بات کا یقین کہ یہ عالم جن ظاہری اسباب سے چلتا ہوا نظر آتا ہے دراصل ان اسباب سے نہیں چل رہا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان دیکھی قوتوں، فرشتوں کے باطنی نظام کے ذریعہ اس سارے ظاہری نظام کو چلا رہا ہے، مثلاً ہمیں نظر آتا ہے کہ بارش بادلوں سے اور ہواؤں سے ہوتی ہے اور زمین کی چیزیں بارش کے پانی سے اگتی ہیں، ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کا یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ سارے کام دراصل فرشتوں سے کرا رہا ہے، گویا ان ظاہری اسباب کے پیچھے فرشتوں کا نظر نہ آنے والا نظام اور اس کے پیچھے اللہ کی ذات اور اس کی مشیت ہے۔

د۔ چوتھے ایمان بالکتاب والینبیین یعنی اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں اور اس کے پیچھے ہوئے نبیوں کے بارے میں یقین کہ حقیقی علم وہی ہے جو اللہ کی کتابوں میں ہے

اور جو نبیوں کے ذریعہ انسانوں کو ملا ہے اس کے سوا جو کچھ ہے وہ غیر حقیقی ہے اور ناقص ہے مثلاً انسانوں کی فلاح اور کامیابی کا راستہ وہی ہے جو اللہ کے نبیوں نے اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں نے بتایا ہے اگر دیتا بھر کے فلسفی اور دنیا بھر کے لیڈر اس کے خلاف کہتے ہیں اور سوچتے ہیں تو غلط ہے ان کا جہل سے پہلی شرط کی یہ چار باتیں ایمان و یقین کی لائن بھٹیں یعنی متقی ہونے کی پہلی شرط یہ بتائی گئی کہ ان چار باتوں کے بارے میں یقین صحیح ہو، اس کے بعد فرمایا گیا:-

وَإِنِ الْمَالُ عَلَىٰ حَبِيبٍ ذَرِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ،

یعنی ایمان و یقین کی درستگی کے ساتھ وہ مالیات کو بھی اس یقین کے مطابق بنائیں مال کی طبعی چاہت اور اس سے دل چسپی اور محبت کے باوجود، اپنا کمایا ہوا مال وہ اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے نبیوں اور کتابوں کی تعلیم کے مطابق اپنے ماحول کے ضرورت مندوں پر خرچ کریں، یتیموں، مسکینوں پر خرچ کریں، غرض اپنی کھائی دوسروں پر لگائیں اور اس سے دوسروں کو آرام اور نفع پہنچائیں،

اس کے بعد تیسری شرط تقویٰ کی یہ بتائی گئی ہے کہ نماز قائم کریں جس کا مطلب یہ ہے کہ پورے اہتمام سے اچھی سے اچھی نماز پڑھنے کی کوشش کریں، جو بھی منظر یہ بتائی گئی کہ زکوٰۃ بھی اہتمام سے ادا کریں،

آخر میں اخلاقیات کی درستگی کی شرط بیان کی گئی: وَالْمُؤْمِنُونَ بَعْضُهُمْ إِذْ عَاهَدُوا ۗ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ط

یعنی ان میں وفائے عہد ہو وہ بات کے ایسے پکے ہوں کہ اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کریں اور تنگیوں اور تکلیفوں تک میں اور جنگ اور قربانی کے میدانوں میں بھی صبر اور برداشت سے کام لینے والے ہوں۔ حالات کیسے ہی مخالف ہوں، مگر ان کے پاؤں میں لہزش نہ آئے

اس سب کے بعد فرمایا گیا ہے، اُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَاللَّهُ هُمْ

الْمُتَّقِينَ دہی اللہ کے سچے بندے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں!

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرنے کے لئے ان سب رُخوں پر محنت کرنی ہوگی، ایمان و یقین کے لئے محنت، مالیات کے درست کرنے پر محنت، نماز پر محنت، زکوٰۃ پر محنت، اخلاق کی درستگی پر محنت، جب یہ سب چیزیں درست ہو جائیں گی، اس وقت آدمی متقی ہوگا۔ اور پھر اس پر اللہ تعالیٰ کے خاص انعامات ہوں گے، اللہ تعالیٰ غیب سے اس کے مسائل حل کرے گا اس کے لئے برکتوں کے دروازے کھلیں گے،

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقویٰ پر جو انعامات اس دنیا میں ہوتے ہیں اور متقی بندوں کے مسائل جو حل کئے جاتے ہیں ان کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔

اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ کسی متقی بندے کو کسی چیز کی ضرورت پیش آئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندہ کے دل میں ڈالا اور اس نے وہی چیز مدیہ کے طور پر پیش کر دی یہ بہت عام اور متعارف طریقہ ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ضرورت پیش آئے اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی واسطہ سے اپنے فضل سے اس کو حل فرمادیا، مثلاً ایک بندہ بیمار ہوا اسے بیماری کی تکلیف شروع ہوئی، اس نے اللہ سے شفا کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے بغیر حکیم ڈاکٹر اور بغیر دوا کے شفا عطا فرمادی،

کبھی کسی بندہ کی ضرورت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی دوسرے بندہ کو خواب میں بھی مطلع فرماتے ہیں

حسن ابن سفیان ایک بزرگ ہیں۔ ان کا واقعہ لکھا ہے۔ کہ وہ اور ان کے دو ساتھی علم حدیث اور دین کی طلب میں نکلے ایک شہر میں قیام کیا، جو محضوڑا بہت اپنے پاس تھا سب ختم ہو گیا، اس کے بعد جب فاقوں پر فاقے آنے لگے تو انہوں نے طے کیا کہ اب ہم ایسی حالت میں ہیں کہ ہمارے لئے سوال جابز ہے مشورہ سے طے ہوا کہ بن ابن سفیان جائیں، اور کسی سے کچھ مانگ کر لائیں، یہ بیچارے نکلے لیکن انہیں شرم آئی کہ کسی مخلوق سے سوال کریں، تنہائی کا گوشہ تلاش کیا، اور

صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ سے دعا کی اور واپس آگئے اور ساتھیوں سے کہا کہ میں تو کسی سے سوال نہیں کر سکا، میں نے دعا کی سے اور تم بھی میں اللہ سے دعا کر دو، اسی رات کو شہر کے امیر نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس کو آسمان کی طرف سے بڑے جلال کے انداز میں پکار رہا ہے، نگاہ اٹھا کے دیکھا تو ایک شخص غصہ میں بھرا ہوا ہے اور نیزہ اس کے ہاتھ میں ہے، اور وہ نیزے کا رخ امیر کی طرف کر کے ڈانٹ کر کہہ رہا ہے :-

اَدْرَاكَ الْحَسَنَ وَسُفْيَانَ وَاصْحَابَهُ، قَبْلَ اَنْ يَّمُوتُوْا

حسن بن سفیان اور ان کے ساتھیوں کی خبر لے، قبل اس کے کہ ان بیچاروں کا خاتمہ ہو جائے،

خواب ہی میں یہ بھی اشارہ ملا کہ وہ شہر کی کسی مسجد میں ہیں امیر نے اسٹھٹے ہی شہر میں ان کی تلاش شروع کرائی، اور جب حکومت کے بعض کارندوں نے ان لوگوں کی تلاش کر لیا اور پایا اور امیر کی طرف سے کچھ اشرفیاں ان کو پہنچائیں اور ان سے کہا کہ امیر آپ سے ملنا چاہتے ہیں تو اللہ کے بندے خاموشی کے ساتھ شہر سے غائب ہو گئے تاکہ لوگوں پر ان کا راز نہ کھلے، تو اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کے مسائل کبھی اس طرح بھی حل کراتا ہے۔

اور سب سے زیادہ عجیب واقعہ تو مشہور محدث حضرت ابو بکر بن الخاضیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو بہت سی کتابوں میں مروی ہے۔

واقعہ یوں روایت کیا گیا ہے کہ وہ اور ان کے گھروالے سخت فقر و فاقہ کی حالت میں تھے گھر میں کچھ نہ تھا، بس اللہ سے دعائیں کرتے تھے اسی حال میں ایک چوہا حضرت مقداد کے سامنے سے گزرا، آپ نے اس پر اپنی چادر ڈال کر یا کسی طرح اس کو پکڑ کر بند کر لیا، کھڑکی دیر میں اس کا جوڑا آیا، اس نے اپنے ساتھی کو گرفتار دیکھا وہ اپنے بل میں گیا اور ایک دینار اپنے منہ میں لے کر آیا اور حضرت مقداد کے سامنے ڈال دیا اور درمیٹھا دیکھا رہا، کچھ دیر کے بعد پھر بل میں گیا اور ایک

دینار اور اسی طرح لاکڑا اس نے سامنے ڈال دیا اس طرح کیے بعد دیگرے سولہ دینار اس نے بل سے نکال کر حضرت مقدار کے سامنے ڈال دیئے وہ گویا اپنے طرز عمل سے اور زبان حال سے حضرت مقدار سے عرض کرتا تھا کہ یہ اشتر قیاس بطور فدیہ کے قبول کر لو اور میرے سامتی کو چھوڑ دو، آخر میں وہ ایک دینار اور لایا اور اس کے ساتھ ایک پھٹا ہوا کپڑا بھی بل میں سے، اس طرح اس نے گویا حضرت مقدار کو بتایا، کہ اب کچھ نہیں رہا جو کچھ تمہارے سب میں نے حاضر کر دیا، حضرت مقدار نے اس پر سہ کو چھوڑ دیا، اور دونوں چہرے خوشی خوشی اُچلتے کودتے اپنے بل میں چلے گئے اور ان سترہ اشتر فیوں کو حضرت مقدار نے اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھا اور اپنی ضرورتوں میں ان کو استعمال کیا تو کبھی ایسے غیر معمولی اور حیرت انگیز طریقوں سے بھی مقفی بندوں کی مدد کی جاتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے فضل کے طریقے بیشمار ہیں، اللہ کے سوا ان کو کوئی بانٹا بھی نہیں،

اب دنیا میں صرف مادہ پر اور مادی چیزوں پر عنت کا رواج ہے، تقویٰ پیدا کر کے اور اللہ سے صحیح تعلق قائم کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لینے کا راستہ لوگ بالکل قبول گئے ہیں حالانکہ یہی راستہ ہے جس کی دعا ہر نماز کی ہر رکعت میں کی جاتی ہے،

یعنی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اس میں سب سے پہلے اس یقین کو تازہ یی جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العلمین ہیں وہی سب کا پروردگار اور کارساز ہے، وہ رحمن اور رحیم ہے، دنیا کے علاوہ عالم آخرت کا مالک بھی وہی ہے اور اس کی ذات و صفات سے اور اس کی ربوبیت اور رحمت سے استفادہ کا طریقہ یہ ہے کہ: **إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ** کہ بس اس کی عبادت ہو اور اس سے دعا ہو، یہی صراطِ مستقیم ہے جو انبیاء اور صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ ہے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کی بے پناہ اکثریت کے مقابلہ میں جو کامیابی حاصل کی اسی راستہ سے حاصل کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو کامیابی مزدکی حکومت

کے مقابلہ میں ہوئی وہ اسی ایتاک نعبہ و ایتاک نستعین کے راستہ حاصل ہوئی
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا راستہ بھی یہی تھا اسی
راستہ کی ہدایت کی دعا ہر نماز کی ہر رکعت میں اس طرح کی جاتی ہے۔
رَاهِدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ
الْمَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

بہر حال اللہ کے سارے نبیوں، رسولوں اور ان کی راہ پر چلنے والے سب مقبول
بندوں کا راستہ یہی ہے اور اس کے برعکس جو لوگ اللہ کی ہدایت سے محروم
ہیں، اور جن پر اللہ کا غضب ہے ان کا راستہ یہ ہے، کہ وہ اللہ ذات و صفات
کے یقین اور عبادت و استعانت سے بالکل بے پرواہ اور بے فکر ہو کر، صرف مادی
لاٹوں پر محنت کرتے ہیں۔

۲۸۔ انبیاء علیہم السلام کا پیغام اور تجربہ یہ ہے کہ مسئلوں کا حل اور کامیابی نہ مال میں
ہے، نہ حکومت میں، نہ اکثریت میں، بلکہ اللہ کے امر سے وابستہ ہو جانے
میں اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرنے میں ہے، قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام
کے جو واقعات بیان فرمائے گئے ہیں ان سب کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے
حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور
ان کی قوم اور نمرود کا واقعہ، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون
دنا روں کا واقعہ قرآن مجید میں پڑھئے اور غور کیجئے، ان سب
واقعات کی روح یہی ہے کہ اکثریت اور دولت حکومت کچھ نہیں، اصل
چیز اللہ کا فیصلہ اور اس کی مدد ہے اور وہ ان بندوں کے ساتھ ہے، جو
اس کے ہو جائیں اور اس کی راہ میں قربانیاں دیں۔

۲۹۔ اللہ کی مدد ذاتوں اور شخصیتوں کی وجہ سے نہیں آتی بلکہ ان کے اعمال

اور اخلاق اور اوصاف کی وجہ سے آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مدد فرمائی، اسی طرح آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں اولیا کرام پر اللہ تعالیٰ کے جو انعامات ہوئے اور ان کی جو مددیں فرمائی گئیں وہ ان کی شخصیتوں کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان کے اعمال اور خاص کر اللہ کے لئے ان کی قربانیوں اور دین کے راستہ کی ان محنتوں کی وجہ سے فرمائی گئیں، آج بھی جو کوئی اللہ کی وہ مددیں چاہے، وہ ان کے دانے اعمال اور ان کی والی قربانی اور محنتوں کے راستہ پر پڑ جائے وہ اللہ کی مددوں کو آتا ہوا خود آنکھوں سے دیکھ لے گا،

اللہ کی نصرت اور غیبی مدد کا استحقاق اسی وقت تک رہتا ہے، جب تک نظر بس اللہ پر ہو اور یقین ہو کہ ہم سے اور کسی سے کچھ نہ ہو سکے گا، جو کچھ ہو گا صرف اللہ کی مدد اور اس کے کرم سے ہوگا، غزوہ بدر اور خندق میں مسلمانوں کا حال یہ تھا، کہ اللہ کے سوا کوئی سہارا اور کوئی پناہ کی جگہ ان کے سامنے نہ تھی، اپنی کسی چیز پر ذرا بھی اعتماد نہیں تھا، اس لئے نظر صرف اللہ کے کرم اور اس کی نصرت پر تھی، تو پوری نصرت اور بھرپور مدد ہوئی، اور اس کے برخلاف غزوہ احد اور غزوہ حنین میں جب اپنی تعداد اور تیاریوں پر بھی کچھ اعتماد پیدا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا ہاتھ کھینچ لیا گیا۔

۳۰۔ مسلمانوں میں دین کی رسم اور صورت تو موجود ہے اس تبلیغی جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ ان میں دین کی پوری روح اور حقیقت آجائے، ان میں دین کے منتشر اجزا موجود ہیں، تبلیغ کا مقصد یہ ہے کہ ان میں پورا دین اپنی صحیح ترتیب کے ساتھ آجائے

یہ چھ نمبر جن پر تبلیغ میں زور دیا جاتا ہے اور جن کی مشق کرائی جاتی ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان صحیح ترتیب کے ساتھ دین پر پڑ جائیں اور اللہ تعالیٰ

کے احکام اور آخرت کے ثواب و عذاب پر نظر رکھ کے زندگی گزارنا ان کا مزاج بن جائے ،

۳۱- آج دین کے جن احکام پر مسلمان عمل نہیں کر رہے ہیں خواہ وہ احکام کسی شعبہ کے ہوں ان پر عمل کرنے سے یا تو مسلمانوں کے مال پر زور پڑتی ہے یا جان و جسم پر، یا خواہشات پر، اس لئے ان احکام پر عمل کرنا ان کے لئے سخت مشکل ہو رہا ہے اور وہ اسلام کے ماننے کے باوجود، اس کے احکام کے خلاف زندگیاں گزار رہے ہیں،

ہماری یہ جدوجہد جس کا نام تبلیغ ہے، اور اس کے چھ نمبریں اس مشکل کو حل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں، اصل مقصد یہ ہے کہ ان نمبروں میں مسلسل مشغولیت اور ان کی مشق کے ذریعہ مسلمانوں کی زندگی کا رخ ان چیزوں کی طرف مڑ کر جن کی طرف پڑ گیا ہے، اللہ کے اوامر اور احکام کی طرف ہو جائے، اور پھر وہ اس کی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں، تکلیفیں اور نقصانات برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں،

۳۲- ہمارے اس تبلیغی کام کا مقصد یہ ہے، کہ مسلمان اللہ کے احکام کی پابندی والی زندگی گزارنے لگیں چھ نمبروں کی پابندی اور مشق سے ان میں یہ بات آسکتی ہے لیکن ان نمبروں کے الفاظ سے جو مطلب عام لوگ سمجھتے ہیں اس سے یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا بلکہ ان کا جو مطلب ہم سمجھتے ہیں، اور بتاتے ہیں۔

اس کے مطابق کرنے اور لگنے سے انشاء اللہ وہ بات پیدا ہو جائے گی، کہ جسمانی تکلیفوں اور مالی نقصانوں کے باوجود اور نفس کی خواہشات کے خلاف ہونے کے باوجود لوگ اللہ کے احکام پر چلیں گے،

۳۳۔ اسلام میں جن اعمال کا حکم دیا گیا ہے، اور جن کے عوض ثواب کا اور جنت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ چار قسم کے ہیں ایک وہ جن میں اللہ تعالیٰ کی نیابت ہے، مثلاً رحم کا حکم ہے، احسان کا حکم ہے، سخاوت اور فیاضی کا حکم ہے، عدل و انصاف کا حکم ہے، مجرموں کو سزا دینے کا حکم ہے ان اعمال اور اخلاق کی حیثیت یہ ہے، کہ دراصل تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال ہیں، اور بندوں کو بھی حکم ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق یہ اعمال کریں اور یہ صفات برہیں رتخلقوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ

دوسری قسم کے وہ اعمال ہیں جو دراصل نبیوں کے کرنے کے ہیں، اور امتی ان کو پیغمبروں کی نیابت کے طور پر کرتے ہیں، جیسے دین کی دعوت و تبلیغ، تعلیم و تربیت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش اور اس کے راستہ میں قربانی وغیرہ وغیرہ، یہ دراصل نبیوں والے اعمال ہیں اور نبی اپنی کاموں کے لئے بھیجے جاتے ہیں امتی ان کے کاموں کو کر کے نبی کے مقصد کی خدمت کرتے ہیں، اور ان ہی کی نصرت اور نیابت میں ان راستوں پر محنت کرتے ہیں،

تیسری قسم وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور ہیں اپنی عبدیت اور بندگی کا ظاہر کرنے کے لئے اور اس کے ذریعہ اللہ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں، یہ شان عبادت کی ہے نماز، روزہ، حج، قربانی، ذکر و تلاوت وغیرہ عبادت اس قسم کے اعمال ہیں،

چوتھی قسم وہ اعمال ہیں جو دراصل اپنی خواہشات اور بشری تقاضوں کے لئے کہے جاتے ہیں، لیکن ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے احکام دیئے ہیں کہ ان کو اس طرح کرو اس لئے یہ بھی، دینی اعمال ہو گئے، مثلاً نکاح کرنا

بیوی بچوں کو کھلانا پلانا، کپڑے پہنانا، ان کو پیار کرنا یا خرید و فروخت
 اسی طرح کاشت کاری یا کارخانہ داری، یا محنت مزدوری یہ سب
 چیزیں وہ ہیں جن کا تعلق دراصل ہماری خواہشات اور بشری ضروریات
 سے ہے، لیکن، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق احکام دیئے کہ ان کو اس
 طرح کیا جائے اور ان میں بھی ثواب رکھ دیا، اب یہ بھی دینی اعمال ہو
 گئے، لیکن ان کے دینی اعمال اور قابلِ ثواب ہونے کی شرط ایک تو یہ
 ہے کہ اللہ کے دئے ہوئے احکام اور اس کے مقرر کئے ہوئے ضابطوں کے
 مطابق ہوں اور دوسری شرط یہ ہے کہ ان کی وجہ سے وہ اعمال ضائع نہ ہوں
 تو ان سے مقدم اور زیادہ اہم ہیں، اب اگر ایک شخص اپنے کاروبار میں
 اور بیوی بچوں میں اس طرح مشغول ہوتا ہے کہ اس مشغولیت کی وجہ سے
 دین سیکھنے کے لئے اور ایمان و یقین حاصل کرنے کے لئے اور اپنی نماز کو
 حقیقی نماز بنانے کے لئے اور اللہ سے اپنے تعلق کو صحیح کرنے کے لئے وقت
 نہیں نکال سکتا تو اس کا بیوی بچوں کو پالنا اور کاروبار میں مشغول رہنا ہرگز
 دینی عمل نہیں ہے بلکہ سراسر وبال ہے اور "اَمْوَالُكُمْ وَاَوْ
 لَادُكُمْ فِتْنَةٌ" کا مصداق ہے۔

۳۴ - محنت کے دو میدان ہیں ایک زمین اور زمین سے پیدا ہونے والی
 چیزیں دوسرے ایمان اور ایمان والے اعمال۔

پہلی محنت کا معاوضہ دنیا میں ملتا ہے، لیکن ایسا نہیں ملتا کہ محنت
 کرنے والے اس پر خوش اور مطمئن ہوں۔

دوسری محنت کا معاوضہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ بھرپور دیکھا
 یہاں جو کچھ نظر آتا ہے وہ بہت ناقص ہے، بیچاری آنکھ کا حال یہ ہے کہ
 وہ ہر چیز کی صرف صورت کو دیکھ سکتی ہے، حقیقت کو نہیں، کسی جسمانی

چیز کی صرف اوپر سے نظر آنے والی سطح اور شکل کو دیکھ سکتی ہے اس کی روح کو نہیں دیکھ سکتی حد یہ ہے کہ خود اپنے کو نہیں دیکھ سکتی، اللہ کا غیبی نظام جو نظر نہیں آتا وہ لاکھوں کروڑوں درجہ زیادہ وسیع ہے پھر آنکھ نہ کسی چیز کو اول دیکھتی ہے، نہ آخر، صرف اس کا حال دیکھتی ہے ہر چیز شروع میں مٹی تھی آخر میں پھر اس کو مٹی ہونا ہے، آنکھ نے نہ اس وقت کو دیکھا جب کہ وہ پہلے مٹی تھی نہ وہ اس وقت کو دیکھ رہی ہے جب وہ پھر مٹی ہوگی، بلکہ صرف اس کو موجودہ شکل میں دیکھا ہے جب کسی چیز کو دیکھو تو سوچو کہ کچھ نہیں یہ پہلے مٹی تھی اللہ کی قدرت سے اسکی شکل یہ بن گئی ہے، اور پھر ایک دن اس کو مٹی ہو جانا ہے، پھر اپنے بارے میں بھی یہی سوچو، قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے: **مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ**۔ نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے رکھے گئے ہیں اس کی یہ بھی ایک حکمت ہے کہ جب پہلے سجدے میں جائے تو یاد کرے کہ میں اسی زمین کی مٹی سے بنایا گیا ہوں، پھر دوسرے سجدے میں یاد کرے کہ زندگی کی مبعار ختم کر کے مجھے پھر اسی زمین کا بیوند ہو جانا ہے اور پھر اس سے اٹھ کر اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے اور اپنی زندگی کا حساب دینا ہے

آخری تقریر

مسلمانوں کو امت بننے کی دعوت

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے تین دن پہلے یعنی ۲۶ ذیقعد مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۶۵ء منگل کے دن بعد نماز فجر رابٹونڈ صنلج لاہور میں ایک اہم تقریر فرمائی تھی یہ آپ کی زندگی کی اہم آخری تقریر تھی (یہ تقریر مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے، یہ پوری تقریر کافی طویل تھی ناظرین کی سہولت فہم کے لئے کسی قدر اختصار اور لفظی ترمیم کے ساتھ اس کو ذیل میں درج کر رہے ہیں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کا کوئی اہم حصہ چھوٹنے نہ پائے، حضرت مولانا مرحوم نے حمد و صلوات کے بعد خلاف عادت تقریر اس طرح شروع فرمائی،

”دیکھو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ساری رات مجھے نیند نہیں آئی اس کے باوجود ضروری سمجھ کے بول رہا ہوں، جو سمجھ کے عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے چمکائیگا ورنہ اپنے پاؤں پہ کلہاڑی مارے گا یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے اس کو امت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ان کے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں، اب مسلمان اپنا امت بنا یعنی امت ہونے کی صفت کھو چکے ہیں جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے چند لاکھ بھی

ساری دنیا پر مجاری تھے، ایک پکا مکان نہیں تھا، مسجد تک پہنچی نہیں تھی، مسجد میں چراغ تک نہیں جلتا تھا مسجد نبوی میں ہجرت کے نویں سال چراغ بنا ہے سب سے پہلے چراغ جلانے والے یم داری رضی اللہ عنہ ہیں، وہ سلسلہ میں اسلام لائے ہیں، اور سلسلہ تک قریب قریب سارا عرب اسلام میں داخل ہو چکا تھا مختلف قومیں، مختلف زبانیں، مختلف قبیلے ایک امت بن چکے تھے تو جب یہ سب ہو گیا اس وقت مسجد نبوی میں چراغ جلا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نور ہدایت نے کر تشریف لائے تھے، وہ پورے عرب میں بلکہ اس کے باہر بھی پھیل چکا تھا اور امت بن چکی تھی پھر یہ امت دنیا میں اٹھی جدھر کو نکلی ملک کے ملک پیروں میں گرے۔

یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی برادری، اپنی پارٹی، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان کا حامی نہ تھا، مال و جائداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا، بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ و رسول کیا فرماتے ہیں امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ و رسول کے حکم کے مقابلہ میں سارے رشتے اور سارے تعلقات کٹ جائیں، جب مسلمان ایک امت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جاتے سے ساری امت بل جاتی تھی اب ہزاروں لاکھوں کے گلے کھٹے ہیں اور کالوں پہ جوں نہیں رنگیتی، امت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سینکڑوں ہزاروں "قوموں" اور علاقوں سے جڑ کر امت "بنتی ہے جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ امت کو ذبح کرتا ہے، اور اس کے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے امت کو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہلے خود ہم اپنے ذبح کیا ہے یہود و نصاریٰ نے تو اس کے بعد کھی ٹھٹھائی امت کو کاٹا ہے، اگر مسلمان اب پھر مسلمان بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی، ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے، لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے تو اللہ کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا

سکیں گے،

مسلمان ساری دنیا میں اس لئے پٹ رہا ہے اور مر رہا ہے کہ اس نے امت
پن کو ختم کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی پر پانی پھیر دیا ہے، میں یہ عزم کی باتیں
کہہ رہا ہوں۔ ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ امت امت نہ رہی بلکہ یہ بھی بھول
گئے کہ امت کیا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح امت بنائی تھی امت
ہونے کے لئے اور مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی مدد ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے
کہ مسلمانوں میں نماز ہو، ذکر ہو مدرسہ ہو، مدرسہ کی تعلیم ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل
ابن بلجم ایسا نمازی اور ایسا ذاکر تھا کہ جب اس کو قتل کرتے وقت عصر میں بھرے
لوگوں نے اس کی زبان کاٹنی چاہی تو اس نے کہا سب کچھ کر لو، لیکن میری زبان نہ
کاٹو تا کہ زندگی کے آخری سانس تک میں اس سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں اس کے
باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کا قاتل میری امت کا سب
سے زیادہ شقی اور بد بخت ترین آدمی ہو گا اور مدرسہ کی تعلیم تو ابو الفضل اور فیضی نے
بھی حاصل کی تھی اور ایسی حاصل کی تھی کہ قرآن پاک کی تفسیر بے نقط لکھی، حالانکہ
انہوں نے ہی اکبر کو گمراہ کر کے دین کو برباد کیا تھا تو جو باتیں ابن بلجم اور ابو الفضل و
فیضی میں تھیں وہ امت بننے کے لئے اور اللہ کی غیبی نصرت کے لئے کیسے کافی ہو سکتی

ہیں حضرت ثناء اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی دینداری
کے لحاظ سے بہترین مجموعہ تھے، وہ جب سرحدی علاقہ میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں
نے ان کو اپنا بڑا بنا لیا تو شیطان نے وہاں کے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات
ڈالی کہ یہ دوسرے علاقے کے لوگ ہیں، ان کی بات یہاں کیوں چلے، انہوں نے
نے ان کے خلاف بغاوت کرائی، ان کے کتے ہی ساتھی شہید کر دئے گئے
اور اس طرح خود مسلمانوں نے علاقائی بنیاد پر امت پن کو توڑ دیا اللہ نے اس کی
سزائیں انگریزوں کو مسلط کیا یہ اللہ کا عذاب تھا۔
یاد رکھو میری قوم اور میرا علاقہ اور میری برادری یہ سب امت کو توڑنے

والی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسے بڑے صحابی سے اس بارے میں جو غلطی ہوئی (جو اگر دہ نہ گئی ہوتی تو اس کے نتیجہ میں انصار اور ہاجرین میں تفریق ہو جاتی) اس کا نتیجہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دنیا ہی میں بھگتنا پڑا روایات میں یہ ہے کہ ان کو جنات نے قتل کر دیا اور مدینہ میں یہ آواز سنائی دی اور بولنے والا کوئی نظر نہ آیا،

قتلنا سید الخوارج سعد بن عبادہ: رمیناہ بسہ: فلم یخط فوادہ

اس واقعہ نے مثال قائم کر دی اور سبق دیا کہ اچھے سے اچھا آدمی بھی اگر قومیت یا علاقہ کی بنیاد پر امت پنے کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کر رکھ دیگا، امت جب بنے گی جب امت کے سب طبقے بلا تفریق اس کام میں لگ جائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے کر گئے ہیں اور یاد رکھو امت پنے کو توڑنے والی چیزیں معاملات اور معاشرت کی خرابیاں ہیں ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کے ساتھ نا انصافی اور ظلم کرتا ہے اور اس کا پورا حق اس کو نہیں دیتا یا اس کو تکلیف پہنچاتا ہے یا اس کی تحقیر اور بے عزتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور امت پنا ٹوٹتا ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ اور تسبیح سے امت نہیں بنے گی، امت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی بلکہ تب بنے گی جب دوسروں کے لئے اپنا حق اور اپنا مفاد قربان کیا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے پر تکلیفیں بھیل کے اس امت کو امت بنایا تھا،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک دن لاکھوں کر دڑوں روپے آئے ان کی تقسیم کا مشورہ ہوا، اس وقت امت نبی ہوئی تھی، یہ مشورہ کرنے

لے ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو ہلاک کر دیا ہم نے اس کو تیرکانہ بنایا، جو

ٹھیک اس کے دل پر لگا،

والے کسی ایک ہی قبیلہ یا ایک ہی طبقہ کے نہ تھے بلکہ مختلف طبقوں اور قبیلوں کے
 وہ لوگ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے اعتبار سے بڑے خواص سمجھے جاتے
 تھے ماہیوں نے مشورہ سے باہم ملے کیا کہ تقسیم اس طرح پر ہو کہ سب سے زیادہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ والوں کو دیا جائے اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ
 عنہ کے قبیلہ والوں کو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبیلہ والوں کو اس طرح حضرت
 عمر رضی اللہ عنہ کے اقاربوں سے نمبر پر آئے، جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ
 عنہ کے سامنے رکھی گئی تو آپ نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور فرمایا اس
 امت کو جو کچھ ملا ہے اور مل رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اور آپ کے
 صدقہ میں مل رہا ہے، اس لئے بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے تعلق کو معیار بنایا
 جائے، جو نسبت میں آپ سے زیادہ قریب ہوں ان کو زیادہ دیا جائے، جو دوم
 سوم چہارم نمبر پر ہوں ان کو اسی نمبر پر رکھا جائے، اس طرح سب سے زیادہ نبی ہاتھ
 کو دیا جائے اس کے بعد عبد مناف کو، پھر قحسی کی اولاد کو، پھر کلاب کی، پھر کعب کی
 پھر مرہ کی اولاد کو، اس حساب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بہت پیچھے پڑ جاتا تھا اور
 اس کا حصہ بہت کم ہو جاتا تھا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی فیصلہ کیا اور مال کی
 تقسیم میں اپنے قبیلہ کو اتنے پیچھے ڈال دیا، اس طرح نبی صحتی یہ امت !
 امت بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب کی یہ کوشش ہو کہ آپس میں جوڑ ہو پھوٹ
 نہ پڑے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مضمون ہے کہ قیامت میں ایک آدمی
 دیا جائے گا، جس نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، تبلیغ سب کچھ کیا ہوگا، مگر وہ عذاب
 میں ڈالا جائے گا، کیونکہ اس کی کسی بات نے امت میں تفریق ڈالی ہوگی، اس سے
 ہٹا جائے گا پہلے اپنے اس ایک لفظ کی متراہکت نے جس کی وجہ سے امت کو
 نقصان پہنچا ہے، اور ایک دوسرا آدمی ہوگا جس کے پاس نماز، روزہ، حج وغیرہ
 کی کمی ہوگی اور وہ اللہ کے عذاب سے بہت ڈرتا ہوگا مگر اس کو بہت ثواب سے
 نوازا جائے گا، وہ خود پوچھے گا کہ یہ کرم میرے کس عمل سے ہے، اس کو بتایا جائے

گا تو نے فلاں موقعہ پر ایک بات کہی تھی جس سے امت میں پیدا ہونے والا ایک فساد رک گیا اور بجا سے توڑ کے جوڑ پیدا ہو گیا یہ سب میرے اسی لفظ کا صلہ اور ثواب ہے، امت کے بنانے اور بگاڑنے میں جوڑنے اور توڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے، یہ زبان دلوں کو جوڑتی بھی ہے، اور بھاڑتی بھی ہے۔ زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے اور اس پر لاکھٹی چل جاتی ہے۔ اور پورا فساد کھڑا ہو جاتا ہے اور ایک ہی بات جوڑ پیدا کر دیتی ہے اور پھٹے ہوئے دلوں کو ملا دیتی ہے، اس لئے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ زبانوں پر قابو ہو اور یہ جب ہو سکتا ہے جب بندہ ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ اللہ ہر وقت اور ہر جگہ اس کے ساتھ اور اس کی ہر بات کو سن رہا ہے۔

مدینہ میں انصار کے دو قبیلے تھے، اوس اور خزرج، ان میں پشتوں سے عداوت اور لڑائی چلی آرہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اور انصار کو اسلام کی توفیق ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اسلام کی برکت سے ان کی پشتوں کی لڑائیاں ختم ہو گئیں اور اوس و خزرج شکر ہو گئے یہ دیکھ کر یہودیوں نے ایکم بنائی کہ کسی طرح ان کو پھر لڑایا جائے ایک مجلس میں جس میں دونوں قبیلوں کے آدمی موجود تھے ایک سازشی آدمی نے ان کی پرانی لڑائیوں سے متعلق کچھ شعر پڑھ کر اشتعال پیدا کر دیا پہلے تو زبانیں ایک دوسرے کے خلاف چلیں، پھر دونوں طرف سے ہتھیار نکل آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے جا کر کہا آپ قرآن شریف لائے اور فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے تم آپس میں خون خرابہ کرو گے آپ نے بہت مختصر مگر درد سے بھرا ہوا خطبہ پڑھا، دونوں فریقوں نے محسوس کر لیا کہ ہمیں شیطان نے ورغلا یا، دونوں روئے اور گئے۔ اور یہ آیتیں نازل ہوئیں،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا

وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ الخ :-

(اے مسلمانوں خدا سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے اور مرتے دم تک پورے پورے مسلم اور خدا کے فرمانبردار بندے بنے رہو)

جب آدمی ہر وقت اللہ کا خیال رکھے گا اس کے فہر و عذاب سے ڈرتا رہے گا اور ہر دم اس کی تابعداری کرے گا تو شیطان بھی اسے نہیں بہکا سکے گا، اور امت پھوٹ سے اور ساری خرابیوں سے محفوظ رہے گی،

وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ رُحَمَاءَ قَوْمٍ قَالَفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ فَأَنْقَضُوا بَيْنَهُمْ خِيَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شِقَاغِهِمْ قَوْمًا
النَّارِ فَأَنْقَضُوا بَيْنَهُمْ خِيَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شِقَاغِهِمْ قَوْمًا

یعنی اللہ کی رسی کو یعنی اس کی کتاب پاک اور اس کے دین کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رہو یعنی پوری اجتماعیت کے ساتھ اور امت پنے کی صفت کے ساتھ مل جل کر دین کی رسی کو تھامے رہو، اور اس میں لگے رہو اور قوم کی بنیاد پر یا علاقہ کی بنیاد پر یا زبان کی بنیاد پر یا کسی اور بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو، اور اللہ کے اس احسان کو نہ بھولو کہ اس نے تمہارے دلوں کی وہ عداوت اور دشمنی ختم کر کے جو لشتیوں سے تم میں چلی آ رہی تھی تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تمہیں باہم بھائی بھائی بنا دیا اور تم آپس میں لڑتے وقت دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے بس گرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تھام لیا اور دوزخ سے بچالیا، شیطان تمہارے ساتھ ہے اس کا علاج یہ ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جس کا کام ہی بھلائی کی اور نیکی کی طرف بلانا اور ہر برائی اور فساد سے روکنا ہو۔ وَكَانُوا مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ يَاقُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

امت میں ایک گروہ وہ ہو جس کا کام اور مقصد ہی یہ ہو کہ وہ دین کی طرف اور ہر قسم کی خیر کی طرف بلائے، ایمان کے لئے اور خیر اور نیکی کے راستے

پر چلنے کے لئے محنت کرتا رہے، نمازوں پر محنت کرے، ذکر پر محنت کرے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوتے علم پر محنت کرے، برائیوں اور معیبتوں
 سے بچانے کے لئے محنت کرے اور ان محنتوں کی وجہ سے امت ایک امت
 بنی رہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ
 وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ط

یعنی جو لوگ ان ہدایتوں کے بعد بھی، شیطان کی پیروی کر کے اور الگ الگ
 راہوں پر چل کے اختلاف پیدا کریں گے امت کے امت پین کو توڑیں گے، تو
 ان پر اللہ کی سخت مار پڑے گی، وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ
 دین کی ساری تعلیم اور ساری چیزیں جوڑنے والی اور جوڑنے کے لئے ہیں نماز
 میں جوڑے، روزہ میں جوڑے، حج میں قوموں اور ملکوں اور مختلف زبان
 والوں کا جوڑے، تعلیم کے حلقے جوڑنے والے ہیں مسلمانوں کا اکرام اور باہم
 محبت اور تحفہ مخالف کا لین دین یہ سب جوڑنے والی اور جنت میں لے
 جانے والی چیزیں ہیں اور قیامت میں ان اعمال کے لئے محنتیں کرنے والوں
 کے چہرے نورانی ہوں گے اور ان کے برخلاف باہم بعض و حسد، عنیت، چغل خوری توہین
 و تحقیر اور دل آزاری یہ سب پھوٹ ڈالنے والے اور توڑنے والے اور دوزخ
 میں لے جانے والے اعمال ہیں اور ان اعمال والے آخرت میں روسیاء ہوں
 گے، يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ
 آيَاتِنَا نَكُمْ فَمَا تَعْبَهُونَ ۗ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَهُمْ رَفِئُوا
 رَحْمَةَ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

دجہنوں نے پھوٹ ڈال کے اور پھوٹ والے اعمال کر کے امت کو توڑا ہوگا، وہ
 قیامت کے دن قبروں سے کالے مہڈاٹھیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے
 ایمان و اسلام کے بعد کفر والوں کا طریقہ اختیار کیا، اب تم یہاں دوزخ کا عذاب
 چکھو اور جو ٹھیک راستہ پر چلتے رہے ہوں گے، ان کے چہرے نورانی اور

چمکتے ہوئے ہوں گے اور ہمیشہ اللہ کی رحمت میں اور رحمت میں رہیں گے،
میرے بھائیوں و دستواریہ سب آئیں اس وقت اتری تھیں جب یہود نے
انصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی اور ان کے دو قبیلوں کو ایک دوسرے کے مقابل
کھڑا کر دیا تھا ان آیتوں میں مسلمانوں کی باہمی پھوٹ اور لڑائی کو کھنکھار کی بات
کہا گیا ہے اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

آج ساری دنیا میں امت پن توڑنے کی محنت چل رہی ہے، اس کا علاج
اور ٹوڑی ہے، کہ تم اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت میں لگا دو مسلمانوں کو مسجد
میں لاؤ وہاں ایمان کی باتیں ہوں تعلیم اور ذکر کے حلقے ہوں، دین کی محنت کے
مشورے ہوں مختلف طبقوں کے اور مختلف زبانوں والے لوگ مسجد نبوی کے طریقہ پر
ان کاموں میں جڑیں، جب امت پنا آئے گا، ان باتوں سے بچیں جن سے شیطان
کو پھوٹ ڈالنے کا موقع ملے، جب بھی تین فرد بیٹھیں تو اس کا خیال رکھیں کہ چوتھا
ہمارے ساتھ اللہ ہے، چارہ پانچ بیٹھیں تو ہمیشہ یاد رکھیں کہ پانچواں یا چھٹواں اللہ
ہمارے ساتھ ہی موجود ہے، اور ہماری ہر بات سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے
کہ ہم امت بنانے کی بات کر رہے ہیں یا امت پن توڑنے کی، ہم کسی کی عنیت
اور خیل خوری تو نہیں کر رہے ہیں، کسی کے خلاف سازش تو نہیں کر رہے ہیں
یہ امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون اور فاقوں سے بنی تھی، اب ہم اپنی معمولی معمولی
باتوں پر امت کو توڑ رہے ہیں، یاد رکھو نماز جمعہ چھوڑنے پر بھی اتنی پکڑ نہیں
ہوگی جتنی امت کے توڑنے پر ہوگی اگر مسلمانوں میں امت پن آجائے تو دنیا ہرگز
ذلیل نہ ہوں گے، روس اور امریکہ کی طاقتیں بھی ان کے سامنے جھکیں گی، اور
امت پن جب آئے گا، جب "أَذَلَّتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ" پر مسلمانوں کا عمل ہو، یعنی
پر مسلمان دوسرے مسلمان کے مقابلہ میں چھوٹا بننے اور ذلت و تواضع اختیار کرنے کو
اپنائے تبلیغ میں اسی کی مشق کرنی ہے جب مسلمانوں میں "أَذَلَّتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ"
والی صفت آجائے گی تو وہ دنیا میں "أَعْوَجَتْ عَلَى الْكَافِرِينَ" یعنی کافروں کے مقابلہ

میں زبردست اور غالب ضرور ہوں گے چاہے وہ کافر یورپ کے ہوں یا ایشیا کے،

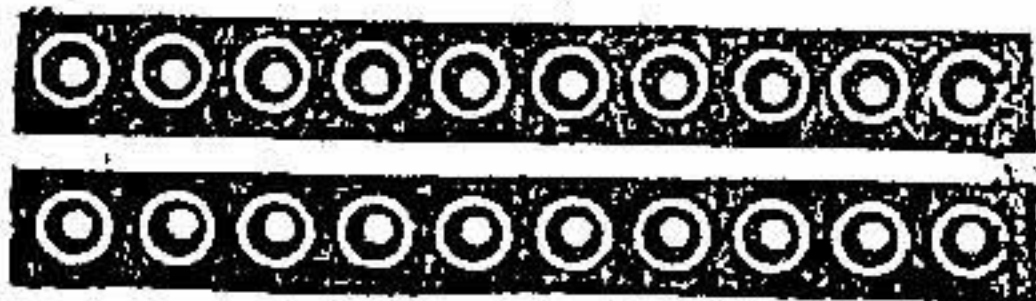
میرے بھائیو! اللہ ورسول نے ان باتوں سے سختی اور شدت سے منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں فرق پڑے اور پھوٹ کا خطرہ بھی ہو، دو دو چار چار الگ کاناپوسی کریں اس سے شیطان دلوں میں بدگمانی پیدا کر سکتا ہے اس سے منع فرمایا گیا اور اس کو شیطان کا م بتایا گیا، اِنَّمَا اتَّخَذُوا مِنَ الشَّيْطَانِ اِيْمَانًا وَلَيْسَ بِاِيْمَانٍ اِلَّا بِذَنْ اِلٰهِ، اسی طرح تحقیر اور استہزاء اور تمسخر سے منع فرمایا گیا لَا يَسْتَحْزِقُوْهُم مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِنْهُمْ سَا، اس سے بھی منع فرمایا گیا کہ دوسرے کی کوئی برائی جو معلوم نہ ہو اس کو تجسس کر کے معلوم کیا جائے، اور جو برائی کسی کی معلوم ہو گئی ہو، اس کو دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے منع فرمایا گیا اور عنیبت کو حرام کہا گیا عنیبت اس کا نام ہے، کہ جو واقعی برائی کسی کو معلوم ہو اس کا ذکر کسی سے کیا جائے، وَلَا تَجَسَّوْا وَلَا يَنْتَبِهَنَّ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْكُمْ لَسَوِيْدٌ كَوْبًا، یہ تحقیر اور تمسخر اور تجسس اور عنیبت سب وہ چیزیں ہیں جو آپس میں تفرقہ پیدا کر کے امت پنے کو توڑتی ہیں ان سب کو حرام قرار دیا گیا، اور ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرنا جس سے امت جڑتی اور بنتی ہے اس کی تاکید فرمائی گئی اور دوسروں سے اپنا اکرام چاہنے سے منع کیا گیا، کیونکہ اس سے امت بنتی نہیں بگڑتی ہے، امت تب ہی بنتی ہے، جب ہر آدمی یہ طے کرے کہ میں عزت کے قابل نہیں ہوں اس لئے مجھے عزت لینا نہیں بلکہ دوسروں کی عزت کرنی ہے اور دوسرے سب لوگ اس قابل ہیں کہ میں ان کی عزت کروں ان کا اکرام کروں

اپنے نفسوں اور اپنی ذاتوں کو قربان کیا جائے گا تو امت بنتی ہے اور امت بنتی ہے تو عزت ملے گی، عزت اور ذلت روشن اور امریکہ تک کے نقشوں میں نہیں ہے بلکہ اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے اور اس کے ہاں اصول

اور عنابطہ ہے، جو شخص یا قوم، خاندان، طبقہ، چمکانے والے اصول اور اعمال
لاوے گا، اللہ اس کو چمکا دیں گے، جو مٹنے والے کام کرے گا، اس کو مٹا دیں گے،
یہود نبیوں کی اولاد ہیں اصول توڑنے تو اللہ نے مٹو کر مار کر ان کو توڑ دیا، صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم بت پرستوں کی اولاد تھے، انہوں نے چمکانے والے اصول
اختیار کئے تو اللہ نے ان کو چمکا دیا، اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں ہے اس
کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے،

دوستو! اپنے کو اس محنت پر جھونک دو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں مت پنا آجائے
ایمان و یقین آجائے یہ ذکر و بیعت اور تعلیم دہی اللہ کے سامنے جھکنے والی خدمت کرنے والی
برداشت کرنے والی، و دسروں کا اعزاز اہم کرنے والی امت بن جائے، بخوی
نہ کرنے والی، نانا مانی نہ کرنے والی، اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کی حقیر و تمسخر اور
شجش، غیبت نہ کرنے والی امت بن جائے، اگر کسی ایک علاقہ میں بھی یہ محنت اس
طرح ہونے لگے جس طرح ہونی چاہئے تو ساری دنیا میں بات چل پڑے۔

اب اس کا اہتمام کرو کہ مختلف قوموں اور طبقوں اور مختلف زبان والوں
کو جوڑ جوڑ کر جماعتوں میں بھیجو اور اصول کی پابندی کراؤ پھر اللہ امت بننے
والا کام ہوگا اور شیطان اور نفس اللہ نے چاہا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے،
اس کے بعد حضرت مولانا نے دیہات میں محنت کرنے اور فضا بنانے پر
خصوصیت کے ساتھ زور دیا، اور حسب معمول دعا پر تقریر ختم ہوئی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دعا کی

جن لوگوں نے حضرت مولانا مرحوم کو دعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہیں سنا وہ بالکل اندازہ نہیں کر سکتے کہ کسی کا دعائیں یہ حال بھی ہوتا ہے اور کوئی اس طرح مجسم دعائیں بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو جن نعمتوں سے نوازا تھا، ان میں سے ایک عظیم ترین نعمت حقیقت دعائیں، ہماری، بڑی آرزو تھی کہ اللہ کے کسی بندہ نے کسی اجتماع میں مولانا کی دعا کو لفظ بہ لفظ لکھا ہو اور وہ ہم کو لجاوے، لیکن اس کی امید اسلئے نہ تھی کہ ان کی دعا کے وقت ہر شخص اپنے امکان کی حد تک ظاہر باطن سے ان کی دعا میں شریک ہونا چاہتا تھا، اس لئے جو حضرات تقریر کا لفظ بہ لفظ لکھنا چاہتے تھے وہ دعا کا ایک لفظ بھی نہیں لکھتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ آرزو اس طرح پوری فرمائی کہ ہمیں معلوم ہوا کہ مراد آباد کے آخری اجتماع میں آپ کی دعا کے وقت ایک صاحب نے خفیہ طور پر ریکارڈ مشین لگا کر آپ کی دعا ریکارڈ کر لی تھی، اس کی مدد سے آپ کی دعا لفظ بہ لفظ قلمبند کر لی گئی، اور وہ بالکل حضرت مولانا مرحوم کے الفاظ میں ایک لفظ کی کمی بیشی کے بغیر ذیل طور پر جاری ہے، اللہ تعالیٰ مراد آباد کے

احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس کو اہتمام اور محنت سے قلمبند فرما کر
مرحمت فرمایا دعائیں جو الفاظ مکرر نہ کر رہیں وہ اصل دعائیں اسی طرح ہیں،

دعوت شریف کے بعد بالجہر دعا اس طرح شروع فرمائی

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ أَلَمْ يَلِدْ وَلَدًا وَلَا كُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
وَعَنْتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ يَا
أَحَدَ الصَّمَدِ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا ذَا بِنَا يَا سَيِّدَنَا يَا مَوْلَانَا يَا خَالِقَ الْفَسِينَا يَا غَايَةَ رَقَبَتِنَا ظَلَمْنَا نَفْسَنَا
وَأَنْتَ تَعَفُّوْنَا يَا رَحِيمَنَا لَنْ نَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ يَا رَحِيمَنَا يَا رَحِيمَنَا يَا رَحِيمَنَا يَا رَحِيمَنَا يَا رَحِيمَنَا
الْتَوَّابِ الرَّحِيمِ رَبِّ اغْفِرْ ذُنُوبَنَا وَارْحَمْنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى الْأَكْرَامِ
اللَّهُمَّ مَصْرِفِ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ
اللَّهُمَّ مَصْرِفِ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ يَا مُقَلِّبِ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلَى
دِينِكَ يَا مُقَلِّبِ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلَى دِينِكَ يَا مُقَلِّبِ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلَى دِينِكَ اللَّهُمَّ
إِنَّ قُلُوبَنَا ذُنُوبَانَا وَجَوَارِحُنَا بِيَدِكَ لَمْ نَمْلِكْهَا مِنْهَا شَيْئًا فَاذْفَعْنَا ذَلِكَ بِمَا كُنَّا أَنْتَ
وَلِيُّنَا وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ السَّبِيلِ اللَّهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا
وَأَرِنَا اجْتِنَابَهُ اللَّهُمَّ أَرِنَا حُبَّكَ وَحُبَّ رَسُولِكَ وَحُبَّ مَنْ يَنْفَعُنَا حُبَّهُ عِنْدَكَ
وَأَعْمَلِ الَّذِي يَبْلُغُنَا حُبَّكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ إِلَيْنَا وَاجْعَلْ خَشْيَتَكَ أَحَبَّ
الْأَشْيَاءِ عَلَيْنَا اللَّهُمَّ لَا سَهْلَ إِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلًا وَأَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ سَهْلًا إِذَا شِئْتَ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَكِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
أَسْأَلُكَ مَوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعِلْمًا مِمَّا مَغْفِرَتِكَ وَالصَّمَةَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَالغَنِيَةَ مِنْ
كُلِّ يَرِّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدْعُ عَلَيَّ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَذَا إِلَّا فَحْبَتُهُ
وَلَا كَذِبًا إِلَّا نَفْسَتَهُ وَلَا ضُرًّا إِلَّا كَشْفَتَهُ وَلَا حَاجَةَ هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ إِلَيْكَ رَبِّ فَبِئْسَ مَا فِي الْفَسَادِ لِلنَّادِي أَعْيُنَ النَّاسِ نَحْنُ وَمِنْ نَسِيءِ

Marfat.com

الْأَخْلَاقِ نَجَبًا وَعَلَى صَالِحِ الْأَخْلَاقِ فَقَوِّمْنَاوَعَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ فَتَبَيَّنَاوَعَلَى
 الْأَعْدَاءِ أَعْدَائِكَ أَعْدَاءِ الْإِسْلَامِ فَانصُرْنَا اللَّهُمَّ انصُرْنَا وَلَا تَقْصِرْ عَلَيْنَا اللَّهُمَّ
 أَكْرَمْنَا وَلَا تَهِنَّا اللَّهُمَّ اقْتَرْنَا وَلَا تُؤْتِرْ عَلَيْنَا اللَّهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَقْصِرْنَا اللَّهُمَّ
 اْمْكُرْنَا وَلَا تَمْكُرْ عَلَيْنَا اللَّهُمَّ اْمْرَحْمَنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا اللَّهُمَّ
 اشرحْ صُدُورَنَا لِلْإِسْلَامِ اللَّهُمَّ حَبِيبَ الْيَتَامَى الْإِيمَانَ بِرَبِّهِ فِي قُلُوبِنَا وَكَيْفَا
 لِيَتَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْحَصِيَانَ اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ الْمُهْتَدِينَ اللَّهُمَّ
 اهدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
 وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ صِرَاطًا لِلَّهِمَّ اهدِنَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ عَلَيْهِنَّ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اللَّهُمَّ اهدِنَا مَرَاشِدَ أُمُورِهِنَّ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْهُنَّ دَعَاةً إِلَيْكَ وَإِلَى سُرُوكِ اللَّهُمَّ تَبَيَّنْهُنَّ عَلَى مِلَّةِ رَسُولِكَ
 اللَّهُمَّ أَوْزِعْهُنَّ أَنْ يُشْكُرُوا نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيْهِنَّ وَأَنْ يُؤْفِقُوا بِجَهْدِ لَمَّ
 النَّبِيِّ عَاهِدُ تَهْمٍ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ انصُرْهُنَّ عَلَى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِنَّ إِلَهُ الْحَقِّ
 آمِينَ اللَّهُمَّ اهدِنَا هَذِهِ الْبَلَدَةَ اللَّهُمَّ اهدِنَا هَذَا الْمَلِكَ اللَّهُمَّ اهدِنَا هَذِهِ
 الْحُكُومَةَ اللَّهُمَّ اهدِنَا النَّاسَ جَمِيعًا اللَّهُمَّ اهدِنَا النَّاسَ جَمِيعًا اللَّهُمَّ عَلَيْكَ
 بِضَائِدِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمُشْرِكِينَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِأَسْدَادِ هِنْدٍ عَلَى
 الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ اقْطَعْ دَابِرَهُنَّ اللَّهُمَّ خُدْ مَنَّهُنَّ وَأَمْرًا لَهُنَّ اللَّهُمَّ
 فَلَ أَسْلَمَتْهُنَّ اللَّهُمَّ أَهْلِكُهُنَّ كَمَا أَهْلَكْتَ عَادًا وَثَمُودًا اللَّهُمَّ خُدْهُنَّ
 أَخْدَ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ اللَّهُمَّ اخْرِجِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَالْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ
 الْحَبِيبِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ اللَّهُمَّ اخْرِجِ
 الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَالْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْحَبِيبِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، اللَّهُمَّ اخْرِجِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَالْمُشْرِكِينَ
 مِنْ جَزِيرَةِ الْحَبِيبِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ
 اللَّهُمَّ اخْرِجِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَالْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْحَبِيبِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَعْدِ نَبِيِّهِ الْعَرَبِ اللَّهُمَّ اخْرِجْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى
 نِيَّةً وَالْمَجْرُسِيَّةَ وَالشُّوْهِتَةَ وَالشِّرْكَىَّ عَنْ قُلُوبِ الْمُسْلِمِينَ يَا مَالِكُ الْمَلِكِ
 تَبَيَّنَ لِي الْمَلِكُ مِنْ تَشَاؤُمٍ وَتَبَيَّنَ لِي الْمَلِكُ مِنْ تَشَاءٍ وَتَبَيَّنَ لِي الْمَلِكُ مِنْ
 تَشَاءٍ وَتَبَيَّنَ لِي الْمَلِكُ مِنْ تَشَاءٍ وَتَبَيَّنَ لِي الْمَلِكُ مِنْ تَشَاءٍ وَتَبَيَّنَ لِي الْمَلِكُ
 اللَّهُمَّ أَيْدِ الْمُسْلِمِينَ فِي مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبِهَا يَا إِمَامَ الْعَادِلِ وَالْخَيْرِ
 وَالطَّاعَاتِ رَاتِبِ سُلْطَنِ سَيِّدِ الْمَرْجُودَاتِ اللَّهُمَّ وَفَقِّهْهُمَا بِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى
 وَاجْعَلْ اخِرَتَهُمَا خَيْرًا مِنْ أَوَّلِيهِمَا اللَّهُمَّ انصُرِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ فِي الْمَشَارِقِ
 وَالْمَغَارِبِ اللَّهُمَّ اعِزِّ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ فِي الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ

اللَّهُمَّ أَجْلِ كَلِمَةٍ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ فِي الْمَمْلَكَةِ الْهِنْدِيَّةِ وَغَيْرِهَا
 مِنَ الْمَمَالِكِ الْمَلْحِقَةِ اللَّهُمَّ رَبَّنَا إِنِّي فِي اللَّهِ بِمَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ
 وَقَبْلَ عَذَابِ النَّارِ اللَّهُمَّ إِنَّا سَأَلْنَاكَ الْغُفُورَ وَالْعَافِيَةَ وَالْفُورَانَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اللَّهُمَّ
 أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ اللَّهُمَّ ارْحَمْنَا
 بِتُرُكِ الْعَامِي أَيْدِ أُمَّ الْبَقِيَّتِنَا اللَّهُمَّ اعِنَّا عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ
 وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا
 أَوْلَادَنَا وَأَحِبَّائَنَا وَأَقَارِبَنَا وَجَمِيعَ الْمُبْلَغِينَ وَالْمُعَلَّمِينَ مِنَ الْفَوَاحِشِ مَا ظَهَرَ
 مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَجَنِّبْنَا الْحُرْمَ حَيْثُ كَانَ وَآيُنَ كَانَ وَعِنْدَ مَنْ كَانَ وَحُلَّ
 بَيْنَنَا وَبَيْنَ أَهْلِهَا اللَّهُمَّ إِنَّا سَأَلْنَاكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلْنَاكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ لَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ إِنَّا سَأَلْنَاكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ اللَّهُمَّ إِنَّا سَأَلْنَاكَ
 الْجَنَّةَ وَمَا تَرَبَّابِهَا مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ
 وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ النَّجَالِ وَنَعُوذُ بِكَ
 مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَنَعُوذُ بِكَ

مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ وَالْمَغْرِمِ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ تَهْوِيَ فِي سَبِيلِكَ مُدًّا بَرًّا
 اللَّهُمَّ تَشْبِيهًا كَثِيبًا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ اللَّهُمَّ تَشْبِيهًا كَثِيبًا مُوسَى عَلَيْهِ
 السَّلَامُ اللَّهُمَّ رَاقِيَةً كَوَاقِيَةَ الْوَلِيِّ اللَّهُمَّ رَاقِيَةً كَوَاقِيَةَ الْوَلِيِّ اللَّهُمَّ
 نَصْرًا كَمَا نَصَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَصْرًا كَمَا نَصَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 نَصْرًا كَمَا نَصَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَصْرًا كَمَا نَصَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 نَصْرًا كَمَا نَصَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَصْرًا كَمَا نَصَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 حَسَنَةً وَرَفِي الْأَخْرِقَةَ حَسَنَةً وَرَفِي عَذَابِ النَّارِ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَ
 إِشْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَتَشْبِيهًا أَقْدَامَنَا وَنَصْرًا نَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ه

ترجمہ

اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ ہماری لغزشوں کو معاف
 فرما، اے اللہ ہم قصور وار ہیں ہم خطا کار ہیں ہم گنہگار ہیں ہم مجرم ہیں، ہماری
 ساری زندگی خواہشات کے اتباع میں گزر گئی، اے اللہ تمہارے ہم دنیا کو
 سامنے رکھ کر اس سے متاثر ہوئے، اور اسی کے یقین میں جذب ہو گئے اور اسی
 کے طالب بن گئے اور اسی کے اندر اپنی ساری صلاحیتوں کو ہم نے ضائع کر دیا
 اے اللہ ہماری محنت کے بگڑ جانے کے اس جرم عظیم کو معاف فرما جس جرم عظیم سے
 ہزاروں خرابیاں ہم میں پیدا ہو گئیں اور ہزاروں ہمارے اندر کی دولتیں لٹیں اے
 اللہ اس محنت کا بدلنا یہ ہمارا جرم عظیم ہے ساری امت کے اس جرم عظیم کو معاف
 فرما اے اللہ ساری امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جرم عظیم کو معاف فرما محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم جس محنت پر ڈال کر گئے اس محنت کو چھوڑ کر ان محنتوں میں الجھ
 گئے، جن محنتوں سے نکال کر وہ گئے تھے اے خدا اس محنت کا بدلنا یہ ہمارا سب سے
 بڑا جرم ہے اس کو خصوصیت کے ساتھ معاف فرما اور اس محنت کو چھوڑ دینے
 کی بنا پر پھر جتنے جرم میں ہم مبتلا ہوئے ایک ایک جرم کو اپنے کرم سے معاف فرما اور

ایک ایک عصیان کو معاف فرما ایک ایک گناہ کو معاف فرما اے اللہ کھائیوں
 کی لائن کی ہماری عصیان اور خرچ کی لائن کی ہماری عصیان اور معاشرت کی لائن کی
 ہماری عصیان، اے اللہ ہر لائن میں ہم عصیان کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں اے اللہ
 نکلنے کی ہمارے لئے کوئی صورت نہیں ڈوبا ہوا خود کہاں نکل سکتا ہے، جو ڈوبا نہیں ہے
 وہی نکال سکتا ہے اے اللہ ہم سب ڈوبے ہوئے ہیں اور تو ہی نکالنے والا ہے لے لے
 اللہ عصیان کے دریاؤں میں سے ہم کو نکال لے اپنے فضل سے نکال دے اپنے کرم
 سے نکال دے اور اپنے کرم سے نکال لے اے اللہ اپنی رحمت کی رسی ڈال اور ہمیں
 کھینچ لے اور ہمیں عصیان کے دریاؤں میں سے نکال دے اور ہمیں طاعت کی ٹھیکوں پر
 ڈال دے، اے اللہ ہم قریبانیوں کی پہاڑیوں کی چوٹی پر پہنچا دے، لے اللہ ہمیں دین
 کی محنت کے لئے قبول فرما ہم سب کو دین کی محنت کے لئے قبول فرما اور اے اللہ

سو قیصر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی محنت کے لئے قبول فرما لے علم کی
 محنت کے لئے ایمان کی محنت کے لئے عبادت کی محنت کے لئے ذکر کی محنت کے
 لئے اخلاق کی محنت کے لئے نمازوں کی محنت کے لئے حج کی محنت کے لئے روزوں
 کی محنت کے لئے زکوٰۃ کی محنت کے لئے ان سارے فرائض و عبادات کے محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کے زمانے کے طریقہ پر آجانے کے لئے ہم سب کو اس کی پوری پوری توفیق
 کی محنت نصیب فرما۔ اے اللہ سادہ زندگی کے شعبوں کو ہماری عملیوں کو بھی دور
 فرما کھائی کی بد عملیوں کو دور فرما اور اعمال صالحہ کو گھریلو زندگی میں زندہ فرما، معاشرت کی
 بد عملیوں کو ختم فرما اے اللہ عدل و انصاف والے اعمال کو ہماری معاشرت میں زندہ فرما
 اے اللہ ہمیں نیک اعمال سے آراستہ فرما دے اور برے اعمال سے ہم کو نکال دے
 اے اللہ پاک جس قسم کے زمانے میں تو نے اس تبلیغ کے ذریعہ اس کلمہ و نماز پر محنت
 کی صورت پیدا فرمادی اور ہمارے تمام دوستوں کو اس پر جمع ہونے کی اور کہنے سننے کی
 اور اپنی راہ میں نکلنے کی توفیق دی اے اللہ جب تو نے اپنا کرم فرما کر اس کام کے کہنے

سننے کا رخ پیدا فرمادیا، اور اس کام کی نقل و حرکت کا رخ پیدا فرمادیا اسے کریم اپنے
 کریم سے سب کو قبول فرمائے اور ان سب کی ایسی تربیت فرما کہ یہ نقل و حرکت سچے پسند
 آجائے، تو ہی اپنے گروہ سے اس ترتیب کی اور نقل و حرکت کی تربیت فرماتو ہی مرئی
 ہے۔ تو ہی تربیت کرنے والا ہے تو ہی تزکیہ کرنے والا ہے اور تو ہی پاک و صاف کرنے
 والا ہے اسے اللہ اس نقل و حرکت کو قبول فرما اور کماٹی کے اعمال صالحہ کو زندہ فرما، گھر کی
 زندگیوں کی بد عملیوں کو دور فرما، ————— دانتہائی رقت کے ساتھ، اسے اللہ ان کو
 اخلاص نصیب فرما، اسے اللہ ہم سب کو اپنی قدرت پر یقین نصیب فرما ہم سب کو
 یقین نصیب فرما ہم سب کو اپنے وعدوں پر یقین فرما، یا اللہ ہمارے عقیدہ والے کو درست
 فرمادے اور اس محنت کے لئے ہمارے اندر وہ جذبات پیدا فرمادے اسے اللہ جن
 قربانیوں سے اسے اللہ یہ منی کے گندے قطرے کا بنا ہوا انسان تیرا دوست بن جاتا ہے
 اور جن قربانیوں سے تیرا محبوب بن جاتا ہے اسے اللہ ان قربانیوں کی محبت ہمارے
 دلوں میں پیدا فرمادے اسے اللہ جس کرم سے تو نے یہ کام اٹھایا اب اس کام کو تکمیل تک
 پہنچا دے، اس کام میں لگنے والوں میں دنیا کی رغبت ان کے دلوں سے نکال دے
 ملک و مال کی رغبت ان کے دلوں سے نکال دے، اقتدار کی ہوس ان کے دلوں سے
 نکال دے، دنیا کے نقشے کے بارے میں بے رغبتی ان کے دلوں میں پیدا فرمادے موت
 کی حقیقت ان کو عطا فرما، قناعت کی دولت ان کو نصیب فرما، اسے اللہ صبر و اخلاص مجاہد
 کی طاقت ان کو نصیب فرما، اسے اللہ جس مجاہدے پر انسان اندر سے تیرے انوارات
 سے جگمگا جاتا ہے اور تیرے صفات اخلاق ان اعلیٰ مجاہدوں پر اسے اللہ ترقیات کے دروازے
 کھل جاتے ہیں، اور اخلاق کی چوٹیوں پر انسان پہنچ جاتا ہے اسے اللہ رہ مجاہدے
 کی دولت ہم سب کو نصیب فرما اسے اللہ جس طرح تو نے یہ کام اٹھایا اس کام کو
 ہدایت کی پوری دنیا میں آجائے کا سو فیصد ذریعہ قرار دے دے، اسے اللہ سارے
 انسانوں کے لئے اور سارے ملکوں کے لئے اور سارے مسلمانوں کے لئے ہدایت ملنے

کا سبب اس کو قرار دیدے سارے زمانوں قوموں ملکوں میں اس محنت کے پہنچنے
 کے لئے قبول فرمائے اور یا اللہ ہدایت عام فرما ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو ہمارے
 رشتہ داروں کو اور اس کام میں لگنے والوں کو ان کے متعلقین اور رشتہ داروں کو
 اور ان سے تعلق و محبت رکھنے والوں کو اس ہدایت میں سے نصیب فرما جو تو محمد بن
 کو ہدایت دیا کرتا ہے، اور تو داعیوں کو ہدایت دیا کرتا ہے اور جو تو نے محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو ہدایت نصیب فرمائی تھی اور تو نے انبیاء سابقین
 کو اور اولیاء اللہ کو ہدایت و قربانی عطا فرمائی تھی اے اللہ اس ہدایت سے ہم سب
 کو بھر پور حصہ نصیب فرما اے اللہ ان خالی ہاتھوں کو اپنے کرم سے بھر دے اور ان
 خالی دلوں کو اپنے کرم سے بھر دے اپنے عشق سے اور اپنی محبت سے ہدایت کا
 فرمان ہمارے لئے فرمادے، یا اللہ پوری امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اے اللہ اے
 اللہ جو انہیں ضلالت کی طرف کھینچے ان کے ہاتھوں سے انہیں چھڑا دے اور جو
 انہیں ہدایت کی طرف کھینچے، ان کے ہاتھوں کی طرف ان کو منتقل کر دے، اے اللہ
 اس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود و نصاریٰ مشرکین و ملحدین کے ہاتھوں سے چھڑا
 دے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادوں پر ان کو کھڑا کر دے، اے اللہ ان کے یقینوں
 کو ٹھیک کر ان کو ہدایت نصیب فرما، اسلام کی دولت ان کے سینوں میں اتار دے اور
 اپنا ذکر ان کے دلوں کو نصیب فرما دے اور دنیا کی بے رغبتی نصیب فرما کر علم دین
 سیکھنے کے مطابق زندگی گزارنے کی ہدایت نصیب فرما عام انسانوں کو ہدایت نصیب
 فرما، اس ملک کے بسنے والوں کو ہدایت نصیب فرما، اے اللہ اس ملک کے عام
 و حکومت کو یہاں کی اقلیت و اکثریت کو اے اللہ اس راستہ کی ہدایت نصیب فرما اے
 اللہ درندوں کی آڑ دہوں کی قسم سے جتنے انسان اور درندہ انسان ہیں اور جن کو کچھ
 انسانیت سے نوازنا ہی نہیں اے اللہ ایسے ایسوں کو جن جن کو ہلاک فرما ایسوں کی زمینوں
 کو اس کے لئے پھاڑ دے، ایسوں کے مکانوں کو ان پر توڑ دے ایسوں سے نعمتوں کو
 اپنی چھین لے ایسی عبرت ناک سزائیں عطا فرما کہ دنیا دیکھ لے کہ جو اپنی انسانیت کو بگاڑتا

ہے، اللہ اس کی صورتوں کو اس طرح بدلتا ہے، اسے اللہ ظالم ترین مفسد ترین انسانوں کو چن چن کر ہلاک فرما، جن ناکوں کی ہدایت سے قوموں اور ملکوں میں ہدایت آجے ان کو ہدایت نصیب فرما، اور جن ناکوں کی اسے اللہ ہلاکت سے قوموں اور ملکوں کے فضالت و فساد ختم ہو جائیں اسے اللہ اس کو چن چن کر ہلاک فرما دے، اسے اللہ لوٹ و کھسوٹ کے ماحول کو ختم کر، ظلم و ستم کے ماحول کو ختم کر، عدل و انصاف کے ماحول کو قائم کر اسے اللہ ہماری دعاؤں کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما ہمارے حق و ضمیمہ کے قرضے کی ادائیگی فرما، ہمارے محتاجوں کی حاجتوں کو پورا فرما، ہمارے بیماروں کو تندرستی عطا فرما، جو آنکھ کے بیمار ہیں ان کو آنکھ کی شفا عطا فرما، اسے اللہ جو معدے کے بیمار ہیں ان کے معدے کو شفا عطا فرما اور ^{بقیہ} جتنے آدمیوں نے اس جلسے میں ہم سے دعاؤں کے لئے کہا یا آج تک اس سے پہلے ہم سے دعاؤں کو کہا یا آئندہ ہم سے دعاؤں کو کہیں اسے اللہ سب کی حاجتوں کو پورا فرما اور سب کی پریشانیوں کو ختم فرما اسے اللہ اس جلسہ کو سارے ہی انسانوں کے لئے اور سارے عالم کے لئے اس جلسہ کو انتہائی باعث خیر و برکت، باعث رشد و ہدایت، باعث لطف و رعت اور باعث فلاح و فوز اپنے لطف و کرم سے فرما، ہماری دعاؤں کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما ان نکلنے والوں کو اپنے کرم سے قبول فرما، آمین۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



۲۵۹

احبابِ اہلِ فکاح

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خیر ایسی نہ تھی جس سے دنیا سے اسلام کو صدمہ نہ ہوتا جو جہاں تقاریر و عزم کی تصویر تھا ہزاروں نے اظہارِ افسوس کیا تعزیتی جلسے کئے عرض کہ جس عنوان سے بھی بن پڑا اظہارِ عزم کیا اور اپنے جذبات کو تسکین دی،

یوں تو آج کل دنیا ظاہر و اداری کی طرف بہت جا رہی ہے آئے دن ہم دیکھتے رہتے ہیں کہ حکومتوں کی آپس میں لڑائیاں ہوتی رہی ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک دوسرے کی خوشی پر مبارک باد اور حادثوں پر تعزیت بھی ہو رہی ہے لیکن مجھے پختہ یقین ہے کہ حضرت جی کے بارے میں جس نے جو کچھ فرمایا وہ قلب کی گہرائی اور خلوص نیت سے تھا آخر کیوں نہ ہوتا مرحوم کسی کے نقصان میں ٹھوڑا ہی تھے،

سطور ذیل میں مختلف حضرات کے تعزیتی بیانات اور اخبارات کے اداریوں کا عطر پیش کیا جا رہا ہے، شروع میں تبرکاً حضرت شیخ الحدیث کے چند کلمات پیش ہیں اگرچہ ان کو تعزیتی بیان یا کسی ذات کا اظہار عقیدت نہیں کہا جاسکتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان بڑے حضرات کی نظر میں چھلکے پر نہیں مغز پر ہوتی ہیں یہ حضرات ظاہری ٹیپ ٹاپ سے ہمیشہ مجتنب رہتے ہیں پھر حضرت جی کی زندگی نے ہمارے لئے جو کچھ چھوڑا ہے، اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ ہر حال میں دعوتی و اصلاحی پہلو نمایاں رہنا چاہئے وہی چیز حضرت شیخ الحدیث کے بیان میں ہے

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ

نمائندہ الجمعیتہ دہلی کے سوال پر آپ نے ارشاد فرمایا، ”میرے عزیز، ہم بوریہ نیشن کوئی پیغام وغیرہ دینے کے عادی نہیں ہیں مگر اس موقع پر میرا یہ پیغام بذریعہ الجمعیتہ عام مسلمانوں تک پہنچا دو کہ جس کام کے لئے مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور ان کے والد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنی زندگیاں لٹا ڈالیں ہر شخص اس میں اسی لگن اور جذبہ اور جوش کے ساتھ لگ جائے بس یہی میرا پیغام ہے اور یہی تاثرات ہیں لے

مولانا سعد مدنی

حضرت مولانا مرحوم کی موت ایک عالم کی موت ہے اس موت سے آپ کے لاکھوں عقیدت مندوں کو دلی صدمہ پہنچا ہے، آپ نے امیر جماعت کی حیثیت سے فرائض سنبھالنے کے بعد تبلیغ و اصلاح کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا تھا روز و شب خدمت دین کے لئے سعی و جدوجہد میں مصروف رہے اور آپ نے اس مقصد کو کامیابی کی اعلیٰ منزلیوں تک پہنچایا لے

مفتی عتیق الرحمن

حضرت مولانا مرحوم کی وفات دنیائے اسلام کا نقصان ہے لاکھوں انسان انہیں اپنا مذہبی پیشوا مانتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ جس لگن اور دلولہ کے ساتھ انہوں نے مسلمانوں کی بے لوث خدمت کی ہے وہ اپنی مثال آپ تھے لے

مولانا مودودی

لاہور میں تعزیت کے لئے مولانا مودودی صاحب اپنے احباب کے ساتھ تشریف لائے تھے، مولانا انعام الحسن صاحب سے ملاقات کر کے فرمایا ”مولانا کی وفات سے امت مسلمہ کو بہت نقصان پہنچا ہے، یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ تبلیغی جماعت کے ابتدائی زمانہ میں مولانا موصوف نے ترجمان القرآن میں شاندار الفاظ میں اس کام کو سراہا

تھا،

حکیم عبدالرحیم اشرف

ہم اس دنیا کے رہنے والے ایک شخصیت کو اپنے لئے اپنی ملت کے لئے
اس دنیا کے بسنے والوں کے لئے اور بالآخر اللہ کے دینِ حق کے لئے اور اس کے
کلمہ کی سر بلندی کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ اس عظیم
شخصیت کے بلاوے پر ہزاروں لاکھوں انسان گھر بار چھوڑ کر اپنے بھائیوں کے قلوب
میں ایمان کی تخم ریزی اور اعمالِ صالحہ کی آبیاری کے لئے دیوانہ وار گھوم رہے ہیں۔
جس شخص کی ایمان کی حرارت نے شرق و غرب اور عجم و عرب میں ایک حرکت پیدا کر دی
ہے، اس شخص کا موجود رہنا از بس ضروری ہے اگر یہ نہ رہا تو کام رک جائیگا نہیں
تو کمزور تو ضرور پڑ جائے گا، اور نہیں کہا جاسکتا کہ کب وہ دانائے راز آئے گا، جو پھر
سے ایمان کی منادی دے اور اس کے جواب میں آمتا کی ایمان خیر صدائیں بلند ہوں
یہ درست ہے کہ اللہ کی رحمت کی جا پر منتقل ہونے والا وہ عظیم انسان تھا، اس
کو خلاقِ ازل نے خیر العقول قبولیت سے نوازا تھا اس کی زبان میں بے پناہ تاثیر
و دلچسپی فرمائی تھی، اور اس کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے عالم اسلام میں حیات نو کے
آثار دکھائی دینے لگے تھے لیکن ان کی عظمت کو اس کی عظمت سے کیا نسبت جس
کے لاکھوں غلاموں میں سے ایک غلام محمد یوسف نور اللہ مرقدہ تھے

الجمیۃ دہلی

حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات دنیائے اسلام کا وہ
نقصان ہے کہ جس کی تلافی کے لئے کوئی شکل نہیں ہے، مرحوم کے والد رحمۃ اللہ علیہ
نے جس کام کو شروع کیا تھا اسے آفاقی بنانے میں آپ نے تن من دھن کی بازی لگادی
ہیں دعا کرنی چاہئے کہ جو بزرگ بھی آپ کے جانشین مقرر ہوں وہ ان کے مشن کو نہ
صرف پورا کریں بلکہ اور آگے بڑھائیں

دعوتِ دہلی

جس نے یہ خبر سنی وہ ہر بلب تھا کہ یہ کیا ہو گیا دل میں کچھ کے چھیننے سے
کہ رشد و ہدایت کی وہ آواز کہ جس نے کلمہ و نماز کی دلوں میں لگن پیدا کر دی تھی ہمیشہ
کے لئے خاموش ہو گئی، کلمہ و نماز کی تبلیغ مولانا مرحوم کی زندگی کی واحد دلچسپی تھی اسی کے
لئے آپ کا اٹھنا بیٹھا چلنا پھرنا تھا سفر و حضر ہر جگہ یہی کام آپ کی تگ و دو کا محرک بنا
اسی کام کے لئے آپ لاہور تشریف لے گئے تھے، ۱۹۳۵ء

مدینہ منورہ

جو لوگ حضرت جی سے ایک بار بھی مل لئے ہیں اور محوِ طریقی دیر بھی ان کے پاس
بیٹھ لئے ہیں، اس حقیقت سے آگاہ ہوں گے، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے موصوف کی
شخصیت میں بلا کی کشش اور جاذبیت ودیعت کر دی تھی پہلی ہی نظر میں ان سے محبت
پھر عقیدت ہو جاتی تھی، اور پھر دو چار ملاقاتوں کے بعد تو ایسا محسوس ہونے لگتا تھا، کہ
ملنے والا حضرت جی کے قریبی عزیزوں ہی میں سے ہے، یہی شخصیت کی وہ ساحرانہ
جاذبیت تھی کہ جس کی بنا پر نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ عالم اسلام کے اندر پھیلے
ہوئے لاکھوں انسانوں کے دلوں کو حضرت جی کے اچانک انتقال سے دلی صدمہ
ہوا ہے۔

۱۹

الیشیا لاہور

مولانا محمد یوسف صاحب کا انتقال کتنا عظیم ملی سانحہ ہے اس کا اندازہ ان کی دینی
سرگرمیوں اور مصروفیات سے لگ سکتا ہے ان کے جلیل القدر والد مولانا محمد الیاس
صاحب نے اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ اس وقت شروع کیا تھا جب کہ میوات کے مشہور
ملائے میں شدھی کی تحریک جاری تھی اور دین کے ابتدائی اصولوں سے بھی ناواقف
ہونے کے باعث کفر کا آسانی سے لقمہ بن سکتی تھیں مولانا محمد الیاس صاحب نے
اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کر کے دہلی کے قریب ایک بستی نظام الدین کی ایک

۱۹۳۵ء دہلی ۱۹۳۵ء مدینہ ۱۹۳۵ء

مسجد کو مرکز بنا کر میوات کے علاقے میں اسلامی دعوت پھیلانے کے لئے ایک مخصوص عام فہم طریقہ کار اختیار کیا جب ان کے بعد ان کے خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحب ان کے جانشین ہوئے تو انہوں نے حق نیابت ادا کر دیا ہے

آج کا میسور

مولانا کی ایک اچانک موت نے ہندوپاک کے تمام عقیدت مندوں اور قدر دانوں کو گر داب اضطرار میں غرق کر دیا، مرحوم کا تبلیغی کام نہ صرف ہندوستان اور عرب ممالک تک ہی محدود رہا بلکہ یورپ کے اکثر ممالک امریکہ، جاپان، انڈونیشیا اولڈ افریقہ وغیرہ تک اس کے اثرات و برکات ظاہر ہونے لگے ہیں

ترجمان اسلام لاہور

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی تقاریر اکثر الہامی طرز کی ہوتی تھیں، ہر وقت اللہ کی مدد ان کے شامل حال رہتی تھی ان کے متبعین کو خاق عادات پیش آتے لہتے ہیں یہ سب باتیں ان کی حقانیت اور خلوص کی دلیل ہیں حضرت مولانا کی عمر صرف ۴۰ سال تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس جوان کی نوکری اتنے عرصہ کے لئے لگا رکھی تھی جس میں توسیع نہیں ہو سکتی تھی، جب چاہا پاس بلا لیا ہے

آزاد ہند کلکتہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مشہور عالم دین اور تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے صاحبزادے تھے، آپ نے اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اسے بہت دور تک پھیلا یا جس کا دائرہ عمل برصغیر ہندوپاک سے نکل کر دنیا کے دوسرے ملکوں تک پھیل گیا، آپ کی تبلیغی جماعت سے لاکھوں مسلمان وابستہ ہیں اور دنیا کے کونے کونے میں آپ کے عقیدت مند موجود ہیں، آپ کی وفات سے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ایک سرگرم عمل مجاہد اٹھ گیا، ہے

۱۹ اپریل ۱۹۶۵ء ۱۱ مارچ ۱۹۶۵ء آج کا میسور "ٹیپو سلطان نمبر"

بیجاک بہارن پور

تاریخی کے جس بھیانک دور سے آج کی دنیا گزر رہی ہے اور اس کے مقابلے کے لئے رحمت خداوندی نے جو شمع ہدایت روشن کی ہے اس کے دفعتاً گل ہو جانے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسلامیان ہند کے لئے یہ پہلا اور نیا سانحہ ہے اور دنیائے انسانی کو پہلی بار تاریکی نے گھیر لیا ہے ۔

انقلاب ممبئی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے تبلیغی کاموں کو جس جوش اور ولولہ کے ساتھ آگے بڑھایا تھا یہ ان کی زندگی کا کامیاب ترین کارنامہ ہے والد مرحوم نے اپنی ساری زندگی ایک علاقہ کی اصلاح پر صرف کر کے دینداروں کی ایک جماعت تیار کی تھی جس نے ہندوستان میں گھوم گھوم کر دین کا کام کیا اور مرحوم صاحبزادے نے اپنے عزم اور ارادہ کی برکت سے اسے دینکے گوشہ گوشہ میں پہنچایا یا اخلاص للہیت، دین کی سچی تڑپ اور اسلام پر قدائیت کا جو رنگ مولانا مرحوم پر تھا وہ اپنی کا حق تھا، ان کے ساتھ ساتھ ختم ہو گیا ۔

تدریم بھوپال

مولانا مرحوم پیکر عمل تھے اور یہی روح انہوں نے اپنے متوسلین اور عقیدتمندوں میں پھونکی تھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے مشن کو جس حسن و خوبی کے ساتھ حضرت جی نے بڑھایا تھا، وہ انہیں کا حصہ تھا، ان کی ذات کے ساتھ تبلیغی جماعت کے کارکنوں کو جو وہاں شیفٹنگی پیدا ہو گئی تھی کسی دوسری شخصیت کے ساتھ جذبات کا جڑنا محال امر ہے، اور لاکھوں عوام کی یہ عقیدت بجائے خود بہت بڑی بات ہے ۔

جن لوگوں نے مولانا کی تقریریں سنی ہیں، اور خاص طور پر ان کی دعاؤں میں شرکت کی ہے وہی صحیح کیے ۔ کا اندازہ کر سکتے ہیں دعا کا اعلان ہوتے ہی مجمع مسجد کی طرف بے ترار ہو کر اس طرح دوڑتا تھا کہ جیسے کون غیبی طاقت انہیں پکڑ کر کھینچ رہی ہے

دعا میں سنیکڑوں لوگ بچوں کی طرح بلب بلب کر رہے تھے تھے
برہان دہلی

مولانا ہندوپاک کے اکابر علماء میں سے تھے مطالعہ تحریر و تصنیف کا ذوق فطری تھا، ہزاروں مصروفیتوں کے باوجود روزانہ چند گھنٹے مطالعہ ضرور کرتے اور لکھتے تھے "حیاء الصحابة" کے نام سے عربی زبان میں ایک ضخیم کتاب تین جلدوں میں "دائرة المعارف" حیدرآباد دکن کی طرف سے شائع ہو چکی ہے علم و عمل اخلاق و عادات اور تقویٰ و طہارت میں علمائے سلف کا نمونہ تھے لیکن ان کا نہایت عظیم الشان کارنامہ جو مسلمانوں کے موجودہ حالات میں ایک نہایت اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے یہ ہے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی وفات کے بعد ان کے جاری کئے ہوئے تبلیغی کام کو اور اس کے نظم و نسق کو باقی رکھا بلکہ اسے ترقی دیکر کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور پھر اسی شان اور وضع کے ساتھ لے لے

الرحیم حیدرآباد سندھ

اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی وفات کے بعد ان کی قائم کردہ تبلیغی جماعت کے کام کو آپ نے بڑی خوبی سے جاری کیا تھا اور آپ کی کوششوں سے اس میں کافی توسیع بھی ہو گئی تھی، دہلی کی نظام الدین اولیاء کی چھوٹی سی سبستی سے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی بابرکت ذات سے اشاعت اسلام کا جو چشمہ جاری ہوا تھا مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جانشینی کے دور میں اس حلقہ کی فیضان کی حدیں بہت دور تک پھیل گئیں یہ اسلام اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت ہے جو یقیناً رب العالمین کی بارگاہ میں مقبول ہوگی،

معارف اعظم گڑھ

شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی وفات پوری ملت اسلامیہ کا حادثہ ہے اس وقت ہندوستان کی تمام جماعتوں میں تبلیغی جماعت اپنے اثرات

اور تاج کے لحاظ سے سب سے زیادہ مفید کام انجام دے رہی ہے، اس نے
لاکھوں مسلمانوں اور منکروں کو مسلمان اور مومنِ کامل اور اسلام کا مبلغ بنا دیا
اس کے قافلے ساری دنیا میں رواں دواں ہیں، جس کی مثال قرونِ اولیٰ کے بعد نہیں
ملتی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اس بارِ امانت کو سنبھالا اور لگن سے چلایا اس کا دائرہ
ایشیا سے نکل کر افریقہ اور یورپ تک پھیل گیا ہے

الفرقان لکھنؤ

دین کے احیاء کی وہ تحریک جسے تبلیغی کام سے موسوم کیا جاتا ہے، جو شخص بھی اس کی
جس قدر افادیت کا قائل ہے اسی قدر رنج و الم کے ساتھ اس نے یہ خبر سنی ہوگی، کہ
اس کام کے سربراہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اچانک وفات پائی اور احیاء
دین کی جدوجہد میں وہ مثالی شخصیت جس کے جذبہٴ عمل کے مشاہدے اور جس کے انقباس
گرم کی تاثیر سے کھتنوں ہی کو ہمہ سوز و ہمہ عمل ہو جانے کی توفیق ملی وہ سچ راہ خدا کے
ان دیوانوں کے درمیان موجود نہیں ہے

ہرگز نمیر دآنکہ دلش زندہ شد بہ عشق و ثبت است بر جریدہٴ عالم دوام مالک
فاران کراچی

خانقاہی اصطلاح میں جسے شیخ وقت کہا جاتا ہے یہ لقب حضرت مولانا محمد یوسف
صاحبؒ کو ہر طرح زیب دیتا ہے مولانا مرحوم جہاں جاتے روز سے نماز کے
چرچے اور اللہ کے ذکر سے شامول منور اور معطر ہو جاتا تھا، ان کے وعظ کا خاص انداز
مقاہ سادہ لب دلہیز مگر پر سوز اور اثر انگیز ہے
ندائے ملت لکھنؤ

ندائے ملت لکھنؤ نے اپنی ۹ اپریل ۱۹۶۵ء عیسوی کی اشاعت میں لکھا ہے،
ایک ایسے داعی کا انتقال جس کا پوری دنیا میں ثانی تلاش کرنا مشکل ہے۔
ایک ایسے مجاہد کا انتقال جس نے بیس سال میں سینکڑوں سال کا کام کیا،

۱۹۶۵ء ۲۲ فریقان اپریل ۱۹۶۵ء ۳۰ فریقان جون ۱۹۶۵ء کراچی

☆ ایک ایسے مبلغ کا انتقال جس کی ہمت مردانہ سے دنیا کے دور دراز گوشوں

☆ میں دینی دعوت و اصلاح کا پیغام پہنچ گیا،

☆ ایک ایسے عالم کا انتقال جس کی زندگی سرتاپا عمل تھی

☆ ایک ایسے روحانی پیشوا کا انتقال جو ہر دم میدان جہاد میں سرگرم کار رہا،

☆ ایک ایسے بندہ کا انتقال جس نے اس چودھویں صدی میں قرن اول کے اسلام کا نمونہ

پیش کیا،

☆ ایک ایسے امتی کا انتقال جس نے دنیا کو ایک بار پھر سنت محمدی کی جھلکیاں

دکھلائیں

☆ ایک ایسے انسان کا انتقال ہے جس کی قوت کارکردگی کے سامنے سینکڑوں افراد کی

اجتماعی کارکردگی ہیچ تھی۔

☆ ایک ایسے صاحبِ دل بزرگ کا انتقال ہے جس کا دل سوز تپش کی بھٹی تھا

☆ ایک ایسے معلم کا انتقال جس نے لاکھوں انسانوں کو علم دین سکھلایا آج حضرت

جی کے غم میں پورا عالم سوگوار ہے، کام ہو گا مگر کام کو فروغ دینے والا

ہمیں تحریک ہماری رہے گی مگر تحریک کو پھیلانے والا نہیں

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے آمین

الہامی تحریک

ملک کی مقتدر اور اسلامی سیاست کی واحد حامل جماعت جمعیتہ علماء اسلام

مغربی پاکستان کے ہفت روزہ آرگن ترجمان اسلام نے حضرت جی کی وفات

کو اسلامی دنیا کا عظیم نقصان قرار دیا ہے فاضل مدیر نے لکھا ہے۔

تبلیغی جماعت کی بنیاد اور اس کا طریقہ کار حضرت مولانا محمد الیاس صاحب

قدس سرہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے خاص القار و اشارات پر

مشروع ہوا تھا اور یہ ایسا بے ضرر اور مفید طریقہ تبلیغ تھا کہ اس نے چند

سالوں میں سارے عالم اسلام کی جھولیاں اسلامی تڑپ کے موتیوں سے

بھریں، یہ طریقہ کار بظاہر بڑا آسان اور بے ضرر ہے مگر نفس کشی

اور ریاضت میں اس کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔“

ہر امیر و غریب، نیک و بد، نرم و درشت انسان کو خطاب کر کے اس کو مسجد میں لے جانا یہ بنیادی طور سے مسلمان بنا کر اسلاف کے ماحول سے جو گربادینا معمولی کام نہیں ہے بڑے بڑے سرکاری افسر اور عہدیدار، اہل دفاتر اور اونچے اونچے دنیا دار بسترے اٹھائے، تبلیغ دین کے نام سے گھر سے نکل کر سنتِ اسلاف کو زندہ کرتے ہیں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی تقاریر اکثر الہامی طرز کی ہوتی تھیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال رہتی تھی ان کے متبعین کو خارق عادات حالات پیش آتے رہتے ہیں یہ سب باتیں ان کی حقانیت اور خلوص کی دلیل ہیں،

ملک کے مشہور مذہبی اور اسلامی سیاست کے قائد حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہ کا تبلیغ کے الیاسی یوسفی طرز پر تبصرہ اس کے بہترین اثرات کا اعتراف محتاج توضیح نہیں، خصوصاً مخطوط جملے اس نیک تحریک سے متعلق آپ کے گہرے اعتماد اور اس کے متعلق جذبات کا مظہر ہیں

انقلاب انگیز نظام

ملک میں مذہبی دینی عربی مدارس کے وسیع حلقہ میں مدرسہ اسلامیہ نیوٹاون کراچی کو علامہ محمد یوسف صاحب البنوری کی سرپرستی اہتمام اور شیخ الحدیث ہونے کی وجہ سے جو مقام حاصل ہے اور اس حلقہ میں جس امتیازی شان کا وہ حامل ہے وہ ارباب علم و تقویٰ سے پوشیدہ نہیں ہے مدرسہ مذکورہ کا ذمہ دار ماہنامہ بینات آپ کی محبوب تحریک کو انقلاب انگیز نظام قرار دیتے لکھتا ہے۔

بینات کی کتابت ہو چکی تھی اور پریس میں کاپی جانے والی تھی کہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات حسرت آیات کی

اطلاع ملی، اس حادثہ فاجعہ سے کلیجہ منہ کو آگیا مدرسہ میں فوراً

تعمیل کر کے ختم قرآن کریم کا اہتمام کیا گیا اور ایک جلسہ
تعمیریت منعقد کیا گیا اور جلسہ کی قرارداد اور حضرت ممدوح کی
ذات ستودہ صفات کے بارے میں آئندہ ماہ کچھ لکھا جاوے گا اس
وقت تو جناب باری میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوار
رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور درجات و مراتب بلند فرمائے اور
کسی باصلاحیت شخص کو توفیق عطا فرمائے کہ جو تبلیغ کے اس مفید
اور انقلاب انگیز نظام کو جاری رکھ سکے وَمَا ذَالِكُمْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌّ

(بیانات بابت ذلقد ۱۳۸۲ھ)

ایک بے نظیر اور عالم گیر نظام
مذہبی رسائل، اخبارات اور جرائد میں سب سے کثیر الاشاعت اور محبوب ترین
بین المسالک والمشارب ہفت روزہ "خطام الدین لاہور" نے آپ کی وفات پر بھرپور
صدمہ محسوس کیا اس نے عنوان قائم کیا، آسمان اصلاح و تبلیغ کا آفتاب غروب ہو گیا
وہ اپنے غم بھرے ادارہ میں لکھتا ہے،

”آپ کی موت دنیا سے اسلام کا ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی کی
بظاہر کوئی شکل نظر نہیں آتی آپ نے اسے (الیاسی طرز تبلیغ کو) آفاق
بنانے میں تن من کی بازی لگا دی اور اتنے جوش و ولولہ کے ساتھ
اپنے مشن کو جاری رکھا کہ دور حاضر میں اس کی نظیر ملنا محال ہے
سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا مرحوم نے اتنے بڑے،
تظام کی سربراہی کے باوجود کہ جس کے ڈانڈے ساری دنیا میں پھیلے
ہوئے تھے کسی کے سامنے امداد کے لئے ہاتھ نہ پھیلائے نہ اشتہار
بازی کی تہ پر دیکینڈا کے موجودہ طریقے اختیار کئے، نہ بیانات
اور انٹرویو سے دل چسپی لی، ہمیں رب العزت سے امید ہے کہ
وہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور حضرت جی مرحوم کے مشن

اور صدقہ جاریہ کو جاری رکھے گا، اور وہ تمام راستے کھلے رہیں
گے جو ان کے ناخن تدبیر نے کھولے اور جن پر چل کر لاکھوں انسان
ذکر اللہ میں مگن اور آخرت میں مست ہیں۔“

(خدم الدین ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۶۲ھ)

حضرت جی مرحوم کے کمالات، آپ کی تحریک کے خصوصیات اور اس کی
عام افادیت پر خدام الدین جیسے ذمہ دار مذہبی ہفت نامہ کے مندرجہ بالا مخطوطہ
محتاج توضیح نہیں ہیں اور اس کی صداقت، حقانیت اور اہمیت پر کھلی شہادت ہے
عالمی تنظیم

لائل پور کا خورد سال مگر تیز گام ”لولاک“ آپ کی تحریک کو عالمی تنظیم سمجھتا ہے
وہ لکھتا ہے:-

آپ کا اور آپ کی جماعت کا مرکز وہی میں نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کی
خانقاہ میں تھا وہیں سے آپ تبلیغ کی عالمی تنظیم کا اہتمام فرمایا کرتے تھے،
تبلیغی جماعت اگرچہ ہماری روایتی، مذہبی اور سیاسی جماعتوں کی طرح
دفا تر اور عہدے داروں وغیرہ کی مرہون منت نہیں، تاہم وہ ایک جماعت
کی حیثیت سے متعارف ہے جو نہ صرف برصغیر ہی میں بلکہ دنیا کے دوسرے
اکثر ممالک میں بھی متعارف ہو چکی ہے اس کے وفد، امریکہ، برطانیہ،
جاپان اور دوسرے یورپی اور افریشائی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے
زہایت کامیاب طریقہ سے تبلیغ کرنے جاتے رہتے ہیں اور اس طرح یہ
ایک غیر سیاسی خالص مذہبی عالمی تنظیم بن چکی ہے۔“

یہ صرف چند ایک ان دینی اور ملک و ملت کے اسلامی طرز پر خدمت
کرنے والے اداروں کے تاثرات ہیں جو آپس میں عملی اختلاف اور طریق کار میں
متفاوت ہونے کے باوجود اس پر متفق ہیں، کہ حضرت مولانا محمد الیاس اور ان
کے جانشین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ دین کا جو کام

تذکرہ امیرین

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری

تالیف

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری

ڈبھڑی پورہ

ضلع سرگودھا